سیرت

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

جلد دوم

از گدائے بے نوا

حافظ قاری مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی

بانی و صدر دار العلوم الاسلامیہ بأمریکا (کیلیفورنیا، امریکہ)

سلام

شمس الاسلام
11/7/2002

سیرت

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

جلد دوم

از گدائے بے نوا
حافظ قاری مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی
بانی و صدر دار العلوم الاسلامیہ بأمریکا (کیلیفورنیا، امریکہ)

سلام

کتاب کے اہم خدوخال

نام کتاب	"سیرت شہنشاہ کونین" صلی اللہ علیہ وسلم (جلد دوم)
نام مؤلف	حافظ، قاری، مولانا، ڈاکٹر محمد غوث ندوی
سن اشاعت	۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار
سرورق	خطاط العصر عالی جناب محمد عبدالسلام صاحب
مقام طباعت	اویس گرافکس - حیدرآباد
کمپیوٹر کتابت	جناب جلال الدین اکبر "اردو کمپیوٹر سنٹر"
	فون نمبر 4530850 سیلولر نمبر 9848022987
پتہ	17-1-181/M/35 - روبرو جامعہ عائشہ نسواں (نیو بلڈنگ)
	داراب جنگ کالونی - مادناپیٹ - حیدرآباد ۵۹ (اے-پی)
معاونین	ناہیدہ تبسم - عطیہ رحمن - اقبال ناز اصغر -
حقوق اشاعت	بحق مؤلف محفوظ

======== ملنے کے پتے ========

(۱) سید ارشد C/9-9-1 ، جدید نمبر (80)
رام نگر حیدرآباد 48 آندھراپردیش - انڈیا

(۲) حامد نجم الدین ندوی
20522 EAST. PACIFIC. DR
WALNUT. CA-91789. (U-S-A)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ شہنشاہِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم

OOOOO

"مظہرِ خلق عظیم"

کے

"مکارمِ اخلاق و محاسنِ اعمال"

(جلد دوم)

از گدائے بے نوا

حافظ، قاری، مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی

بانی و صدر "دارالعلوم الاسلامیہ بامریکا

کیلیفورنیا۔ امریکا

۵

گلہائے رنگا رنگ

(۱) پیش لفظ ۸

(۲) تمہید ۱۴

(۳) مقدمہ ۳۳

(۴) فضائل اخلاق (اخلاق حمیدہ) ۵۶

(۵) رذائل اخلاق (اخلاق ذمیمہ) ۶۲

(۶) شرف المصطفیٰ (قرآن پاک کی روشنی میں) ۷۲

(۷) سیرت مصطفیٰ کا خلاصہ وجہ

(۸) سرور دوجہا

(۹) خصائص وجہ

(۱۰) سنت نبویہ

(۱۱) شہنشاہ دوجہ

(۱۲) شہنشاہ کونین

(بزبان صحابہ

(۱۳) سرور دوعالم

(۱۴) سرور دوجہار

(۱۵) رخ مصطفیٰ ؐ

(۱۶) رسول اللہ صلی

خصائل شریفہ ا

(۱۷) ادعیہ نبویہ صلی

(۱۸) سرور دوجہاں کی ۔ ۔ ۔ ب سن سنت ومدں ۱۰۹

(۱۹)	سرورِ دو جہاںؐ کی شان میں منتخب شعری نعت و مدح	۱۱۴
(۲۰)	سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلربا شخصیت	۱۲۰
(۲۱)	سرورِ دو جہاںؐ کی شان میں منتخب نعتیہ کلام حافظ	۱۲۱
(۲۲)	شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کامل و اکمل نمونہ ہے۔	۱۴۳
(۲۳)	شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۴
(۲۴)	عباداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۷
(۲۵)	معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰۰
(۲۶)	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع بیان	۲۱۳
(۲۷)	ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ معاشرت	۲۶۶
(۲۸)	سرورِ کائناتؐ کا فیضِ عام	۲۷۸
(۲۹)	تتمہ سیرتِ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم (جلد دوم)	۲۸۱
(۳۰)	حمد و نعت	۲۸۲
(۳۱)	شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ کا ذکر (قرآن مجید میں)	۲۸۴
(۳۲)	سرورِ دو جہاں صل اللہ علیہ وسلم مخلوقاتِ عالم کے لئے "سراج منیر" ہیں	۲۸۸
(۳۳)	معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پراسرار منظر	۲۹۱
(۳۴)	دلائل و معجزات	۲۹۵
(۳۵)	معجزۂ قرآن مجید	۳۰۱
(۳۶)	سلام بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۳۰۸
(۳۷)	ہدیہ۔ اخلاص	۳۰۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"انک لعلیٰ خلق عظیم" (صدق اللہ العظیم)

(بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں)

○○○○○

"ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الأخلاق
وکمال محاسن الأعمال" (حدیث شریف)

(اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسنِ اعمال
کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے)

سیرتِ شہنشاہِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم

”جلد دوم“

پیش لفظ

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین ، وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین 0 أمابعد!

عقائد اور عبادات کے بعد تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم ترین باب اخلاق ہے ، اخلاق سے مقصود بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ باہمی تعلقات ہیں ، جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے ، انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو ہر شئے سے تھوڑا بہت اس کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے ، اس تعلق سے وابستہ فرض کو بحسن وخوبی انجام دینا اخلاق ہے ، اس کے اپنے ماں باپ سے ، اہل و عیال سے ، اعزہ و اقارب سے ، دوست و احباب ، سب سے تعلقات ہیں ، بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس سے وہ محلہ ، وطن ، قومیت ، جنسیت ، یا اور کسی نوع کی وابستگی رکھتا ہے ، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں ، اور ان تعلقات کے باعث اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں ۔

دنیا کی ساری خوشی ، خوشحالی اور امن و امان اسی اخلاق کی دولت سے ہے ، اور اسی دولت کی کمی کو حکومت و جماعت اپنی طاقت و قوت کے قانون سے پورا کرتی ہے ، اگر انسانی جماعتیں اپنے اخلاق فرائض کو پوری طرح از خود انجام دیں تو حکومتوں کے جبری قوانین کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو ، اس لئے بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں پر اتنا ہو کہ وہ ان کے قدم کو سیدھے راستہ سے بھٹکنے نہ دے ، دنیا کے سارے مذاہب نے کم و بیش اسی کی کوشش کی ہے ، اور دنیا کے آخری مذہب اسلام نے بھی یہی کیا ہے ۔ آئندہ ابواب میں اسلام کی انھیں کوششوں کا جائزہ لینا ہے ، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ کہا اور کیا ہے ، اسی کو تفصیل سے بتانا ہے ۔

گدائے بے نوا

محمد غوث ندوی

حمد باری تعالیٰ

ذرہ ذرہ سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
میرے معبود تری پردہ نشینی ہے عجیب
دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگ جاں سے قریب

OOOOO

نعت شریف

شاہنشہ ارض و سماء ، بلغ العلیٰ بکمالہ
وصف رخ او والضحیٰ کشف الدجیٰ بجمالہ
قرآں باخلاقش گواہ ، حسنت جمیع خصالہ
صدقا یقینا راسخا صلوا علیہ والہ

OOOOO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ 0 وصلی اللہ علی سیدنا ونبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أفضل صلواتک وعدد معلوماتک وبارک وسلم۔

حمد باری تعالیٰ

تمام تعریف اس اللہ رب العزت کے لئے ہے جس نے دلوں کی زمین کو فضل و کرم کی بارش سے زندہ فرمایا اور اس سے رشد و ہدایت کا غلہ پیدا فرمایا، اس کو گلستانِ معرفت اور بوستانِ محبت سے آراستہ فرمایا، اس میں حکمت کے چشمے بہائے، اور مشاہداتِ وحدت کے پھلوں سے بہرہ ور کیا سچنانچہ ارشاد ربی ہے:

وآیۃ لھم الارض المیتۃ أحییناھا وأخرجنا منھا حبا فمنہ یأکلون 0 وجعلنا فیھا جنّٰت من نخیل وأعناب و فجرنا فیھا من العیون 0 لیأکلوا من ثمرہ وما عملتہ أیدیھم أفلا یشکرون "○

(سورۂ یٰس)

(اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو یہ اسی میں سے کھاتے ہیں، اور ہم نے اس میں باغ بنائے کھجور اور انگور کے، اور ہم نے اس میں چشمے بہائے کہ اس کے میووں میں سے کھائیں، اور یہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو پھر کیوں شکر نہیں کرتے؟)۔

باغہا و میوہ ہا اندر دلست
عکسِ لطفِ آں بریں آب و گل است

(بہت سارے باغ اور میوے دل کے اندر ہیں، اور اس کے لطف کا عکس اس پانی اور مٹی پر ہے)۔

درود و سلام بحضور خواجۂ انام صلی اللہ علیہ وسلم

اور نامی درود اور گرامی سلام اس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو گلزار ربانی کی بہار اور عالی مرتبہ باغیچہ ہدایت ہیں، اور ایسی برکت والے درخت ہیں کہ نہ پورب ہی کے ہیں نہ پچھم ہی کے، (بلکہ ان کا) ہدایت ہر سو ہے) اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلامتی نازل فرمائے اور ان کے تمام اصحاب ابرار اور اہل بیت اطہار اور جملہ امت مرحومہ پر کہ یہ سب انھیں کی رسالت کے صاف، شفاف اور شیریں پانی کے پروردہ ہیں، اور اسی دریائے ہدایت سے سیراب ہیں"۔

"یسقیٰ بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الأکل"

(سورۂ رعد، آیت ۔۴)۔

(سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے، اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے مزے میں بہتر کرتے ہیں)۔" رضوان الله علیهم "ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رضائیں اور خوشنودیاں ہیں"۔ لهم البشریٰ فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آله و أصحابه و أزواجه وذریاته وأهل بیته أجمعین وبارک وسلم .

(آمین)

نعت شریف

(عربی اشعار از شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ ۔ تضمین از محمد غوث ندوی ۔ غفرلہ)

یہ کمالِ خاص ملا کسے
بلغ العلیٰ بکمالہ
یہ جمالِ حق نے دیا کسے
کشف الدجیٰ بجمالہ
یہ ہوئی بھلائی عطا کسے
حسنت جمیع خصالہ
کہ یہ کہہ رہا ہو خدا جسے
صلوا علیہ و آلہ

اللھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آلہ وأصحابہ وأزواجہ و ذریاتہ
وأھل بیتہ أجمعین ، وبارک وسلم ۔

۱۴

سیرت شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

(جلد دوم)

"تمہید"

از طالب رحمت

محمد غوث ندوی

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

تمہید

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین، و علی آلہ وأصحابہ أجمعین۔ أما بعد!

(حمدِ باری تعالیٰ)

رنگین لبِ گل پر ہے فسانہ تیرا
غنچہ کی چٹک میں ہے ترانہ تیرا
آئینۂ تصویر ہے ہر برگِ شجر
گلزار ہے یا نگار خانہ تیرا

○○○○○

بلبل کے ترنم میں ترنم تیرا
غنچہ کے تبسم میں تبسم تیرا
خاموش جماد میں ہے، تری شانِ سکوت
انساں کے تکلم میں تکلم تیرا

○○○○○

کونین چمن زار تشکل تیرا
رنگ دو جہاں حسنِ تجمل تیرا
فردوسِ تصور کی ہے تصویر بہار
جنت ہے گلستانِ تخیل تیرا

ما اُعظم شانہ ، کا آئینہ نما
ہر سرو لب جوئے چمن ہے گویا
ہر غنچہ ہے ، اک دانہء تسبیحِ سکوت
ہر برگِ شجر ہے طوطیِ محو ثنا

○○○○○

رکھتی نہیں خاتمہ کتابِ قدرت
محدود نہیں ہے فصل و بابِ قدرت
پہلے گنو ذرات و قطرات
اس وقت لگا لوگے حسابِ قدرت

○○○○○

اے وحدہ لاشریک اے راز شمار
توحید تری ہے چہرہ پرداز شمار
قومیں ہیں جدا ، جدا زبانیں ہیں مگر
کرتے ہیں سب " ایک " ہی سے آغازِ شمار

○○○○○

تسبیح ہزار دانہ ہر شاخِ شجر
ہر شاخ میں دانہ ہائے سبحہ ہیں ثمر
گلشن ہے حریمِ باغبانِ قدرت
نغمے نہیں ، حمد خواں ہیں مرغانِ سحر

بلبل کی چہک میں نغمہ پرداز ہے تو
غنچہ کی چٹک میں اک خندۂ ناز ہے تو
ہے سانس کی ہر سسک میں اک نفسِ حیات
ہر دل کی دھڑک میں اپنی آواز ہے تو

○○○○○

تسبیحِ سکوت کی ہیں شانیں لاکھوں
خورشید کی کرنیں ہیں زبانیں لاکھوں
اے ارض و سما کے نور! ذروں کی طرح
ہیں محوِ ثنا خموش جانیں لاکھوں

○○○○○

ہر پھول میں مستیِ بو تیری ہے
ہر غنچہ میں صہبائے سبو تیری ہے
مئے خانۂ سرمدی ہے گلشن تیرا
بلبل کی فغاں میں ہا و ہو تیری ہے

○○○○○

یارب دمِ ذکر لب پہ تو جاری ہے
دل میں تری موجِ آرزو جاری ہے
اک دانۂ تسبیح بنے ہر قطرہ
جب تک مری رگ رگ میں لہو جاری ہے

عاصی کی بھی آہِ سحری جاری ہے
رحمت کی بھی رحمت نظری جاری ہے
خود عرقِ ندامت ہے مری معصیت
آنکھوں ہی کی دامن میں تری جاری ہے

○○○○○

کیا موج شگفتِ آرزو جاری ہے
دل پھٹ گیا غنچہ کا لہو جاری ہے
اللہ رے فریب فصلِ گل اے حافظؔ
سمجھے ہیں بہارِ رنگ و بو جاری ہے

(از حافظ قاری محمد غوثؔ ندوی)

نعتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)

دل کی آنکھیں کھل گئیں ماہِ ہدیٰ کو دیکھ کر
پائی دنیا نے ہدایت رہنما کو دیکھ کر

نورِ ایماں بڑھ گیا نورِ خدا کو دیکھ کر
ہوگئی دل کی صفائی مصطفیٰ کو دیکھ کر

کون ہے دونوں جہاں میں آپ سے بڑھ کر حسیں
ڈالئے کس پر نظر نورِ خدا کو دیکھ کر

تھے بہت مغرور اپنے حسن پر شمس و قمر
کھل گئیں آنکھیں جمالِ مصطفیٰ کو دیکھ کر

دامنِ رحمت تمھارا یاد آتا ہے مجھے
اے شہِ دیں وسعتِ ارض و سما کو دیکھ کر

(۲)

آدم سے مسیحا تک سب ان کے مبشر تھے
ہر دور میں ہر لب پر مدحت تھی محمدؐ کی

کیوں بخش دیا مجھ کو مولا نے کہ کیا کہئے
تھی بات فقط اتنی الفت تھی محمدؐ کی

وہ دن بھی عجب دن تھے میں اور مدینہ تھا
میں تھا مری آنکھیں تھیں، تربت تھی محمدؐ کی

خود آئے وہ بے پردہ سینے میں مدینہ سے
بیتاب امنگوں میں حسرت تھی محمدؐ کی

کیوں روزِ جزا بخشش حافظؔ کی نہیں ہوتی
محبوب مرے رب کو مدحت تھی محمدؐ کی

OOOOO

(۳)

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
یہ جو کچھ بھی ہے ، ہے برائے محمدؐ

بنا کعبہ قبلہ تو حکمِ خدا سے
سبب حکم کا ہے اَدائے محمدؐ

مزہ مجھ کو جینے کا آنے لگا ہے
مرے دل میں جب سے سمائے محمدؐ

یہ کہہ کر مناتا ہوں بے چین دل کو
وہ آئے وہ تشریف لائے محمدؐ

لگالوں میں آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر
میسر ہو گر خاکِ پائے محمدؐ

○○○○○

(۴)

نعتِ شریف

ضیائے دو جہاں بن کر محمد مصطفیٰ آئے
مٹانے کو جہاں کی ظلمتیں نورِ خدا آئے

زمیں پر شور برپا ہے کہ وہ نورِ ہدیٰ آئے
خلیل اللہ کی بن کر دعا کا مدعا آئے

کمالِ خلق سے اپنے سنوارا بزمِ قدرت کو
عجب انداز سے وہ رونقِ ارض و سما آئے

مٹا دینے کو باطل ، روشنی حق کی بڑھانے کو
جہاں میں مرحبا صل علیٰ کیا حق نما آئے

نبوت کی رسالت کی صداقت کی شفاعت کی
لئے مہرِ نبوت تاجدارِ انبیا آئے

ضلالت سے بچانے کو ، رہِ مولا دکھانے کو
کہاں ایسے مکمل اور اکمل رہنما آئے

نبی ایسا ہوا اب تک نہ ہوگا بزم دنیا میں
مجسم رحمتِ عالم بہ شانِ مصطفیٰ آئے

زباں کس کی ہے منہ کس کا کرے جو نعت کا دعویٰ
جھکائی سب نے گردن جو یہاں مدحت سرا آئے

امانت کا، کرم کا، عدل کا، الطاف و رحمت کا
نمونہ بن کے اس بزمِ جہاں میں مصطفیٰ آئے

بھلا اس ذات والا کی حقیقت کوئی کیا سمجھے
کہ جانِ مدعا بن کر وہ شانِ کبریا آئے

حقیقت ذاتِ اقدس کی سنادوں صاف میں حافظؔ
دو عالم کا خلاصہ بن کے ختم الانبیا آئے

(از حافظ قاری محمد غوث ندوی)

○○○○○

(۵)

فرشتوں میں یہ چرچا ہے کہ نعتِ سرورِ عالمؐ
دبیرِ چرخ لکھتا یا کہ خود روح الامیں لکھتے
صدا یہ بارگاہِ عالمِ قدوس سے آئی
کہ یہ ہے "اور ہی کچھ چیز" لکھتے تو ہمیں لکھتے

(علامہ شبلی نعمانی)

○○○○○

ترے محبوبؐ کا رتبہ خدایا
سمجھ میں "ادنی منی" ہی سے آیا
کسی کی خواہشوں پر "لن ترانی"
کسی کو یوں قریب اپنے بلایا

(محمد غوث ندوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد سید الکونین و الثقلین
والفریقین من عرب و من عجم

("محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہاں کے سرور، جن وانس کے آقا اور عرب و عجم کے سردار ہیں")۔

نبینا الآمر والناھی فلا أحد
أبرّ فی قولٍ "لا" منه ولا "نعم"

("وہ ہمارے نبی ہیں، حکم دینے والے، روکنے والے، "ہاں" یا "نہیں" کہنے میں آپ سے زیادہ سچا، حق بات کہنے والا کوئی انسان نہیں ہے")۔

الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته
لکل ھول من الأھوال مقتحم

("آپ وہ محبوب شخصیت کے مالک ہیں، جس کی شفاعت کی امید ہر حملہ آور مصیبت میں کی جاتی ہے")۔

(علامہ محمد بن سعید بوصیریؒ)
صاحب قصیدۂ بردہ

الحمدللہ دو سال قبل ۱۹۹۶ء میں احقر کو سیرتِ شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی جلد لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جو بیحد مقبول ہوئی، پہلی دفعہ حیدرآباد دکن میں اس کتاب کی طباعت ہوئی، دوسری دفعہ لاس اینجلس امریکہ میں، اس کے بعد علمی حلقوں اور میرے محسنین و مخلصین کی طرف سے اصرار ہونے لگا کہ سیرت

پاک پر دوسری جلد بھی لکھی جائے، کیونکہ پہلی جلد میں سیرت پاک کے ان شہ پاروں کو یکجا جمع کیا گیا تھا، جو مختلف مواقعوں پر سیرت طیبہ کے جلسوں میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے گئے۔ الحمدللہ یہ کتاب امریکہ میں سیرت کے جلسوں اور ہفتہ واری اجتماعات میں پابندی سے پڑھی اور سنی جاتی ہے، اور سیرت کے ان شہ پاروں کو سن کر لوگوں کی زندگیوں میں الحمدللہ تغیر پیدا ہو رہا ہے، اور وہ سرور کائنات کے "اسوۂ مبارکہ" کے قریب آ رہے ہیں۔

سیرتِ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جلد لکھنے کا مطالبہ جب ہونے لگا تو، میں سوچتا رہا کہ "سیرتِ مبارکہ" کے یوں تو سینکڑوں پہلو ہیں، اور ہر پہلو پر مستقل ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے، بہت غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی تائید، توفیق و مدد سے، سرور دوجہاں کے "اخلاق حسنہ" پر ایک جامع و بسوط کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا گیا، اور الحمدللہ آج یہ کام اپنے پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔

سیرتِ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم (جلد دوم) کا اہم عنوان، "مظہر خلق عظیم کے مکارم اخلاق و محاسن اعمال" ہے، اور سیرت پاک سے ہم نے جو بکھرے ہوئے موتی چنے ہیں، اور مقالات سیرت میں ان موتیوں کو پروئے ہیں، ان کے اہم عناوین یہ ہیں:۔

(۱) شرف المصطفیٰ (قرآن پاک کی روشنی میں)

(۲) سیرتِ مصطفیٰ کا انتخاب و جوہر۔

(۳) سرورِ دوجہاں کی امتیازی خصوصیات (حدیث پاک کے آئینہ میں)۔

(۴) سنت نبویہ

(۵) رخ زیبا بزبان شیدائے حبیب الٰہ العالمین

(۶) رسولِ اکرمؐ کا حسین سراپا

(۷) رسول اللہؐ کے اخلاق عالیہ و اوصاف حمیدہ، خصائل شریفہ اور حلیہ مبارک

(بہ یک نظر)،

(۸) ادعیہ، نبویہؐ

(۹) سرورِ دو جہاںؐ کی شان میں نثری نعت و مدح

(۱۰) سرورِ دو عالمؐ کی شان میں شعری نعت مدح،

(۱۱) سرورِ کائنات کی شان و عظمت میں منتخب نعتیہ کلام حافظؔ

(۱۲) فضائلِ اخلاق (اخلاق حمیدہ)

(۱۳) رذائلِ اخلاق (اخلاق ذمیمہ)

(۱۴) شہنشاہِ کونینؐ کی ذات اقدس کامل و مکمل نمونہ ہے

(۱۵) شمائلِ نبوی

(۱۶) عباداتِ نبویؐ

(۱۷) معمولاتِ نبویؐ

(۱۸) اخلاقِ نبویؐ کا جامع بیان

(۱۹) ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ معاشرت

(۲۰) سرورِ دو عالمؐ کا فیض عام وغیرہ۔

○○○○○

سرورِ کائنات کے اخلاق حسنہ کی ترتیب میں جن کتابوں کو سامنے رکھا گیا اور ان سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:۔

(۱) قرآن مجید

(۲) صحاح ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی و سنن ابو داؤد)

(۳) مؤطا امام مالکؒ

(۴) شمائل ترمذی

(۵) مسند امام احمد بن حنبلؒ

(۶) کنزالعمال

(۷) مشکاۃ شریف

(۸) سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ و مولانا سید سلیمان ندویؒ و مسند عائشہؓ و مسانید امہات المومنینؓ۔ از احقر محمد غوث ندوی

(۹) خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی۔

یاد رہے کہ، سیرت طیبہ کے ان مقالات میں بعض صفحے "من وعن" نقل کئے گئے ہیں، اور جن کتابوں سے یہ صفحات لئے گئے ہیں اور بار بار ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ حسب ذیل کتابیں ہیں۔

(۱) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ شبلیؒ و مولانا سید سلیمان ندوی۔

(۲) خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ۔

(۳) رحمتہ للعالمین از مولانا قاضی محمد سلیمانؒ منصور پوری۔

(۴) نبی رحمت از حضرت الاستاذ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ دامت برکاتہم۔

غرض، سیرتِ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جلد آج قارئین کے سامنے ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "مکارم اخلاق و محاسن اعمال" کی تفصیل اور تشریح میں ہے، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتایا اور سکھایا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ مذہب کے ضروری اور مفید ہونے کے ثبوت میں اخلاقی تعلیم کی نظری حیثیت سے جتنی اہمیت ہے، عملی حیثیت سے عام لوگ اس کو اتنا ہی کم درجہ دیتے ہیں، اس لئے عوام کے اس وہم کو دور کرنے، اور قوموں کی ترقی و تہذیب میں اخلاق کی صحیح اہمیت کو واضح کرنے کے لئے، ان اوراق میں، اس باب کے ہر گوشہ پر اچھی طرح روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ ملت

کی تعمیر و ترقی کا اہم جز اخلاق کی صحیح تعلیم و تربیت ہے۔

کتاب میں چند موقعوں پر مختلف مذہبوں سے اسلام کا موازنہ آگیا ہے اور اس سلسلہ میں بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور خصوصاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا ذکر بھی آیا ہے، اس سے مقصود وہ تعلیمات و ہدایات ہیں، جو آج ان کی طرف منسوب صحیفوں میں پائی جاتی ہیں۔ یا ان کے موجودہ پیرو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؑ صادق کی تعلیم ہر اعتراض سے بلند اور ہر غرض گیری سے پاک ہے، اور نبوت کے جس دور میں جو ربانی تعلیم آئی، وہ اس کے لئے بالکل مناسب تھی "یہاں تک کہ خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کی ہمیشہ کے لئے تکمیل فرمادی گئی۔

کتاب میں کہیں کہیں فقہی مسئلے آگئے ہیں، چونکہ اس کتاب کا اصل موضوع احکام کا اخلاقی پہلو ہے، اس لئے فقہی جزئیات اور تفصیلات میں اٹھا نہیں گیا ہے، ایسے موقع پر اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو فقہ کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔

آیات و احادیث سے احکام کے استنباط میں علمائے راسخین کی تحقیق کو مدنظر رکھا گیا، تاہم مصالح و حکم کی تشریح میں اپنے ذوق، فکر کی رہبری سے چارہ نہ تھا، سہو و خطا انسان کی فطرت ہے، پھر کیونکر دعویٰ کیا جائے کہ اس سے میرا ذوق و فکر آزاد رہا ہے۔

آخر میں، میں بڑی مسرت اور خلوص و محبت کے ملے جلے الفاظ کے ساتھ اپنے دیرینہ علمی محسن، محترم دوست، مولانا محمد عمران اعظمی عمری صاحب زید کرمہ، مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ موصوف نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود میری اس سیرت پاک پر لکھی ہوئی کتاب، "سیرت شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم" (جلد دوم) کی تصحیح و طباعتی ذمہ داری قبول فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

اور میں ان تمام حضرات کا بھی ممنونِ کرم ہوں، جنھوں نے کسی بھی مرحلہ میں اس کتاب کی طباعت میں میری مدد فرمائی، اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔(آمین)۔

جو کچھ کہ ہوا ، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ کہ ہوگا ، تیرے ہی کرم سے ہوگا

OOOOO

دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان اوراق کو قبول فرمائے، اور ابنائے ملت میں اس "آئینۂ محمدی" کو دیکھ کر اپنی اخلاقی شکل و صورت کی تزئین و آرائش کا ذوق پیدا کرے، اور وہ سمجھیں کہ ایمان و عبادت کی درستی کی بڑی عملی نشانی اسلام کی روشنی میں اخلاق و عادات کی درستی ہے۔

الحمدللہ! میری یہ کتاب "اخلاقِ نبوی" صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی ہے، اس لئے امید ہے کہ یہ "ہدیہ اخلاص"، قدر و عظمت کے ہاتھوں لیا جائے گا، اور عقیدت و محبت کی آنکھوں سے پڑھا جائے گا۔

حقیقت ذاتِ اقدس کی سنادوں صاف میں حافظؔ
دو عالم کا خلاصہ بن کے ختم الانبیاء آئے

۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
مطابق ۴/ اگست ۱۹۹۸ء

طالب رحمت

محمد غوث ندوی
دار العلوم الاسلامیہ بامریکا
کیلیفورنیا۔ امریکا

پیکرِ حسن و جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نوّرالقمر
لایمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر (۱)

(اے پیکرِ حسن و جمال، اے بنی نوع انسان کے سردار! آپ کے چہرۂ انور سے چاند منور ہو گیا)۔

(آپ کی تعریف جیسا کہ حق ہے، بیان نہیں ہو سکتی، مختصر بات یہ ہے کہ خدائے اقدس کے بعد سب سے بزرگ ترین ذات، بس آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے)

صورت تری جامع کمالات بناکر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

○○○○○

---

(۱) حضرت جامی علیہ الرحمہ۔

"نسخۂ کیمیا" (صلی اللہ علیہ وسلم)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ، غلاموں کا مولیٰ

خطاکار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اترکر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

(مولانا خواجہ الطاف حسین حالؔی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

مقدمۃ الکتاب کی اہم سرخیاں

تمہیدِ مقدمہ

(۱) تزکیہ

(۲) حکمت

(۳) حقوق عباد کی اہمیت

(۴) اسلام کے ارکانِ پنجگانہ اور اخلاق

(۵) اخلاق حسنہ اور ایمان

(۶) اخلاق حسنہ اور تقویٰ

(۷) اخلاق حسنہ اور خدا کے نیک بندے ہونے کا شرف

(۸) اخلاق حسنہ کا درجہ اسلام میں

(۹) ایمان کے اوصاف و لوازم

(۱۰) اخلاق حسنہ صفاتِ الٰہیٰ کا سایہ ہیں

(۱۱) قول کے ساتھ عمل

(۱۲) کامل و مکمل ذات عالیؐ

(۱۳) تعلیم اخلاق کا تنوع

(۱۴) کامل، عالمگیر اور لازوال نمونہ

(۱۵) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اخلاقِ کاملہ کا مجموعہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

تمہیدِ مقدمہ

بلاشبہہ دنیا کے سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق پر ہے، چنانچہ اس عرصہ ہستی میں جس قدر پیغمبر اور مصلح آئے، سب کی یہی تعلیم رہی کہ سچ بولنا اچھا اور جھوٹ بولنا برا ہے، انصاف بھلائی، اور ظلم برائی ہے، خیرات نیکی، اور چوری بدی ہے، لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے، خود آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"**بعثت لأتمم حسن الأخلاق**" (موطا الامام مالک) "(میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں") مسند احمد و بیہقی میں اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"**انما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق**"۔(میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں)۔

چنانچہ آپؐ نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا، ابھی آپؐ مکہ ہی میں تھے کہ ابو ذر غفاریؓ نے اپنے بھائی کو اس نئے پیغمبر کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا، انھوں نے واپس آکر آپؐ کی نسبت اپنے بھائی کو جن الفاظ میں اطلاع دی، وہ یہ تھے:۔

"**رأیته یأمر بمکارم الأخلاق**" (صحیح مسلم)۔(میں نے اس کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے)۔

قیصر روم کے دربار میں ابو سفیان نے جو اس وقت تک کافر تھے، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحی دعوت کا جو مختصر خاکہ کھینچا ہے، اس میں یہ تسلیم کیا کہ "وہ خدا کی توحید اور عبادت کے ساتھ لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ، وہ پاکدامنی اختیار کریں، سچ بولیں اور قرابت کا حق ادا کریں" (صحیح بخاری کتاب الوحی)۔

قرآن مجید نے جابجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ:۔

"ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ"

(یہ پیغمبر ان پڑھ جاہلوں کو پاک و صاف کرتا ہے، اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے)۔

اس آیت میں دو لفظ فیصلہ کے قابل ہیں، ایک پاک و صاف کرنا، جس کو قرآن پاک نے "تزکیہ" کہا ہے، اور دوسرا تعلیم حکمت"۔

(۱) تزکیہ

تزکیہ کے لفظی معنی پاک و صاف کرنا، نکھارنا اور میل کچیل دور کرنا ہے۔ قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے، یعنی اس آئینہ کے زنگ کو دور کر کے اس میں صیقل اور جلا پیدا کر دی جائے، سورۃ الشمس میں ہے:۔

"ونفس وما سواھا، فألھمھا فجورھا وتقواھا، قدأفلح من زکاھا، وقد خاب من دساھا"

(قسم ہے نفس کی اور جیسا اس کو ٹھیک کیا، پھر اس میں اس کی بدی اور نیکی الہام کر دی، بلاشبہہ جس نے اس نفس کو صاف ستھرا بنایا وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اس کو مٹی میں ملایا وہ ناکام رہا)

دوسری جگہ ہے:۔

"قدأفلح من تزکیٰ، وذکر اسم ربہ فصلیٰ" (اعلیٰ)۔ (بیشک وہ

کامیاب ہوا جس نے اپنے کو پاک و صاف کیا، ور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی)۔

ان آیتوں سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ قرآن پاک میں اس "تزکیہ" کا مفہوم کیا ہے، جس کو اللہ نے اس پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کی خاص خصوصیت قرار دی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ وہ نفوس انسانی کو جلا دیں۔ ان کو برائیوں اور آلودگیوں سے پاک کریں، اور ان کے اخلاق و اعمال کو درست اور صاف ستھرا بنائیں، چنانچہ جو واقعات اوپر بیان کئے گئے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دوست اور دشمن دونوں آپؐ کی اس خصوصیت کے قائل تھے۔

(۲) حکمت

اس کے بعد دوسرا لفظ "حکمت" کا ہے، حکمت کا لفظ قرآن پاک میں جہاں اس علم و عرفان کے معنی میں ہے، جو نور الہیٰ کی صورت میں نبیؐ کے سینہ میں ودیعت رکھا جاتا ہے، اور جس کے آثار و مظاہر رسولؐ کی زبان سے کبھی مصالح و اسرار اور کبھی سنن و احکام کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، وہیں اس کا دوسرا اطلاق اس علم و عرفان کے ان عملی آثار و نتائج پر بھی ہوتا ہے جن میں بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات کا ہے، قرآن پاک میں دو موقعوں پر یہ بتایا گیا ہے کہ اس دوسرے معنی کی حکمت میں کون کون سی باتیں داخل ہیں، سورۂ بنی اسرائیل میں توحید، والدین کی اطاعت و تعظیم، قرابت داروں اور محتاجوں کی امداد کی نصیحت اور فضول خرچی، بخل، اولاد کشی، بدکاری، کسی بے گناہ کی جان لینے اور یتیموں کے ستانے کی ممانعت کے بعد ایفائے عہد کرنے، ٹھیک ناپنے اور تولنے اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنے کی تاکید کی گئی ہے، اس کے بعد ارشاد ہے:۔

"ذلک مما اُوحیٰ الیک ربک من الحکمۃ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۴

۔آیت ۔۳۹)۔

(یہ حکمت کی ان باتوں میں سے ہے جن کو تیرے رب نے تجھ پر وحی کیا)۔

اور سورہ لقمان میں ہے کہ:۔

"ولقد آتینا لقمان الحکمة أن اشکر لله" (ع ۔۲)۔(اور ہم نے لقمان کو حکمت کی باتیں سکھائیں کہ خدا کا شکر ادا کر)۔

اس کے بعد "حکمت" کی ان باتوں کی مزید تشریح کی گئی ہے کہ "کسی کو خدا کا شریک نہ بنا، والدین کے ساتھ مہربانی سے پیش آ، نماز پڑھا کر، لوگوں کو بھلی بات کرنے کو کہہ، اور بری بات سے باز رکھ، مصیبتوں میں استواری اور مضبوطی دکھا، مغرور نہ بن، زمین پر اکڑ کر نہ چل، نیچی آواز میں باتیں کر"۔ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی اصطلاح میں ان فطری امور خیر کو بھی، جن کا خیر ہونا فطرتاً تمام قوموں اور مذہبوں میں مسلم ہے، اور جن کو دوسرے معنی میں اخلاق کہہ سکتے ہیں، "حکمت" کہا گیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اخلاق کا مرتبہ اور پایہ یہ ہے کہ ان کو "حکمت" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور قرآن پاک کے اس اظہار حقیقت سے کہ وحی محمدیؐ کتاب اور حکمت دونوں پر برابر مشتمل ہے، اور اس سے یہ راز ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادات اور دوسرے احکام کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے کم، اخلاق کی اہمیت اس کی نگاہ میں نہیں، خود قرآن پاک نے اس کی تصریح کی ہے، فرمایا:۔

"یا أیها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ○(حج ۔۱۰)(اے ایمان والو، رکوع کرو، سجدہ کرو، اپنے رب کو پوجو اور نیکی کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ)۔ گویا ایمان کی روح کے بعد دعوت محمدی کے جسم کے دو بازو ہیں، ایک عبادت اور دوسرا اخلاق، ایک خالق کا حق اور

مخلوق کا، اور انھیں کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔

) حقوقِ عباد کی اہمیت:۔

ایک اور نظریئے سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تعلیم محمدی نے اخلاق کی اہمیت کو، عبادات سے بھی زیادہ بڑھا دیا ہے، اخلاق حقوقِ عباد، یعنی باہم انسانوں کے معاملات اور تعلقات کا نام ہے، اور عبادات، حقوق اللہ یعنی خدا کے فرائض ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو ارحم الراحمین ہے، اور جس کی رحمت کا دروازہ کسی نیک و بد پر بند نہیں ہے، شرک اور کفر کے سوا ہر گناہ کو اپنے ارادہ اور مشیت کے مطابق معافی کے قابل قرار دیا ہے، مگر حقوق عباد یعنی باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض کی کوتاہی اور تقصیر کی معافی خدا نے اپنے ہاتھ میں نہیں بلکہ ان بندوں کے ہاتھوں میں رکھی ہے، جن کے حق میں وہ ظلم اور تعدی ہوی ہو، اور ظاہر ہے کہ ان سے اس رحم و کرم کی توقع نہیں ہو سکتی جو اس ارحم الراحمین کی بے نیاز ذات سے ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس بھائی نے دوسرے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اس (ظالم بھائی) کو چاہیئے کہ اسی دنیا میں وہ اس (مظلوم بھائی) سے اس کو معاف کرا لے، ورنہ وہاں تاوان ادا کرنے کے لئے کسی کے پاس کوئی درہم یا دینار نہ ہوگا، صرف اعمال ہوں گے، ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی، اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی (۱)" ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں نامہ اعمال کے لحاظ سے تین (جماعتیں) ہوں گی، ایک وہ جس کی کوئی پرواہ خدا نہ کرے گا، دوسری وہ جس میں سے خدا ایک حرف کو بھی نہ چھوڑے گا، اور تیسری وہ جس میں سے کچھ نہ معاف فرمائے گا، جس فرد کے گناہ معاف نہ ہوں گے وہ

---

(۱) صحیح بخاری۔

شرک ہے، اور جس فرد کی کوئی پرواہ خدا کو نہ ہوگی تو وہ ظلم ہے، جو انسان نے خود اپنے اوپر کیا ہے، اور جس کا معاملہ خود اس بندہ اور اس کے خدا کے درمیان ہے، جیسے اس نے روزہ نہ رکھا ہو، یا نماز نہ پڑھی ہو، تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اس کے اس فرد کے گناہ کو معاف کر دے گا، اور بخش دے گا۔ لیکن وہ فرد جس کا ایک ایک حرف بھی چھوٹ نہیں سکتا، وہ ظلم ہے جو ایک بندہ نے دوسرے بندہ پر کیا ہے(۱)" اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ معاملات انسانی میں جو تجاوز اور ظلم ہوگا اس کی اہمیت کتنی زیادہ ہے، چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت اس وقت تک بندہ پر عائد نہیں کی ہے، جب تک وہ اپنے اہل وعیال کے نفقہ کا پورا سامان نہ کر لے، زکاۃ بندہ کے اسی مال میں فرض ہے، جو اس کے اور اس کے اہل وعیال کے مصارف سے زیادہ ہو، یعنی اللہ نے اپنا حق اس وقت تک بندہ پر واجب نہیں کیا، جب تک وہ بندوں کے حقوق سے عہدہ برآنہ ہو چکا ہو۔

اسلام کے ارکان پنجگانہ اور اخلاق:۔

بعض ان حدیثوں کی بناء پر جن میں اسلام کی عمارت کو ایمان کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکاۃ کے چار ستونوں پر قائم بتایا گیا ہے، بظاہر یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ اسلام کی اس عمارت میں اخلاق حسنہ کو کوئی جگہ ہی نہیں دی گئی ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ ان ارکان اربعہ پر عمل کا مقصد انسان کے اخلاق حسنہ کی تربیت اور تکمیل ہے، قرآن پاک میں یہ نکتہ ہر جگہ نمایاں طریقہ سے واضح کر دیا گیا ہے، چنانچہ نماز کا ایک فائدہ اس نے یہ بتایا ہے کہ وہ بری باتوں سے باز رکھتی ہے، روزہ کی نسبت بتایا کہ وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے، زکاۃ سرتا پا انسانی ہمدردی اور غمخواری کا سبق ہے، اور حج بھی مختلف طریقوں سے ہماری اخلاقی اصلاح و

---

(۱) مسند احمد بن حنبل۔ یہ اصول فقہ کا مسئلہ ہے، دیکھو ہدایہ کتاب الحج۔

ترقی کا ذریعہ اور باہمی امداد کا وسیلہ ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے ان چاروں ارکان کے نام الگ الگ جو کچھ بھی ہوں، مگر ان کے بنیادی مقاصد میں اخلاقی تعلیم کا راز مضمر ہے، اگر ان عبادات سے یہ روحانی اور اخلاقی ثمرہ ظاہر نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ احکامِ الہٰی کی محض لفظی تعمیل، اور عبادت کے جوہر و معنی سے یکسر خالی اور معرا ہیں، وہ درخت ہیں جن میں پھل نہیں، وہ پھول ہیں جن میں خوشبو نہیں، وہ قالب ہیں جن میں روح نہیں۔

اخلاقِ حسنہ اور ایمان:۔

اس سے بھی زیادہ مقدم یہ بات ہے کہ ایمان جو گو مذہب کا اصل الاصول ہے لیکن اس بناء پر کہ وہ دل کے اندر کی بات ہے، جس کو کوئی دوسرا جانتا نہیں، اور زبان سے ظاہری اقرار ہر شخص کر سکتا ہے، اس لئے ایمان کی پہچان اس کے نتائج و آثار یعنی اخلاق حسنہ کو قرار دیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ مومنون میں عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاق کو بھی اہلِ ایمان کی ان ضروری صفات میں گنایا گیا ہے، جن پر ان کی کامیابی کا مدار ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(" بے شبہہ وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع کرتے ہیں اور نکمی بات پر دھیان نہیں دیتے، اور جو زکاۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں") (مؤمنون ۔۱۱)

ان آیتوں میں اہل ایمان کی کامیابی جن اوصاف کا نتیجہ بتائی گئی ہے، ان میں وقار و تمکنت، لغویات سے اعراض، فیاضی (زکاۃ) پاکدامنی اور ایفائے عہد کو خاص رتبہ دیا گیا ہے۔

اخلاقِ حسنہ اور تقویٰ

اسلام کی اصطلاح میں انسان کی اس قلبی کیفیت کا نام جو ہر قسم کی نیکیوں کی محرک ہے، وہ تقویٰ ہے، وحی محمدیؐ نے تصریح کر دی ہے کہ تقویٰ والے لوگ وہی ہیں جن کے اوصاف یہ ہیں:۔

("نیکی یہی نہیں کہ تم نماز میں اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو، بلکہ اصل نیکی اس کی ہے جو خدا پر، قیامت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا، اور مال کی خواہش کے باوجود خدا کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں کو، یتیموں کو، غریبوں کو، مسافر کو، مانگنے والوں کو، اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دیا، اور نماز ادا کرتا رہا اور زکاۃ دیتا رہا، اور جو وعدہ کر کے اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہیں، اور جو مصیبت، تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو راست باز ہیں، اور یہی تقویٰ والے ہیں")۔(سورۃ بقرہ۔رکوع ۲۲)۔

اس سے ظاہر ہوا کہ راست بازی اور تقویٰ کا پہلا نتیجہ جس طرح ایمان ہے، اسی طرح ان کا دوسرا لازمی نتیجہ اخلاق کے بہترین اوصاف، فیاضی، ایفائے عہد، اور صبر و ثبات ہیں۔

اخلاقِ حسنہ اور خدا کے نیک بندے ہونے کا شرف:۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں خدا کے نیک اور مقبول بندے وہی قرار دئے گئے ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں، چنانچہ سورۃ الفرقان کے چھٹے رکوع میں ارشاد خداوندی ہے:۔

("اور رحم والے خدا کے بندے وہ ہیں، جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں، اور جب ناسمجھ لوگ ان سے بات کریں تو وہ سلام کہیں، اور جو اپنے پروردگار کی عبادت کی خاطر قیام اور سجدہ میں رات گزارتے ہیں، اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے

پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب دور کر، کہ اس کا عذاب بڑا تاوان ہے، اور جہنم برا ٹھکانا اور مقام ہے، اور وہ جب خرچ کرتے ہیں، تو نہ فضول خرچی کریں، اور نہ تنگی کریں، بلکہ ان دونوں کے بیچ سے وہ سیدھے گزریں، اور جو خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پکارتے، اور جو کسی جان کا ناحق خون نہیں کرتے جس کو خدا نے منع کیا ہے، اور نہ بدکاری کرتے ہیں کہ جو ایسا کرے گا وہ گناہ سے پیوستہ ہوگا، اور جو جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے، اور جب کسی لغویات پر گزر رہے ہوں تو سنجیدگی اور وقار سے گزر جاتے ہیں، اور جب خدا کی نشانیاں ان کو سنائی جائیں تو وہ اندھے اور بہرے نہ ہو پڑیں، اور یہ دعا مانگتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارے بیوی بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک بخش، اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا")

دیکھو کہ ایک لمان کی حقیقت میں عفو و درگزر و میانہ روی، اور قتل و خونریزی اور بدکاری نہ کرنا، اور مکر و زور میں شریک نہ ہونا، وغیرہ اخلاق کے کتنے مظاہر پوشیدہ ہیں۔

ان آیتوں کی اور اس قسم کی دوسری آیتوں کی جو تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی، وہ احادیث میں محفوظ ہے، ہم ان حدیثوں کو مختلف عنوانوں کے نیچے یہاں لکھتے ہیں، تاکہ معلوم ہوسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی نصاب میں اخلاق کے سبق کی کیا اہمیت اور کیا رتبہ ہے۔

اخلاق حسنہ کا درجہ اسلام میں:۔

اسلام میں اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جو دعا مانگتے تھے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا:۔

("اے میرے خدا تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا، اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے، اور ان

کو صرف تو ہی پھیر سکتا ہے، (صحیح مسلم)۔

ان الفاظ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک پیغمبر اپنے تقرب اور قبولیت کے بہترین موقع پر بارگاہ الٰہی سے جو چیز مانگتا ہے، وہ حسن اخلاق ہے۔

ایمان سے بڑھ کر اسلام میں کوئی چیز نہیں، لیکن اس کی تکمیل بھی اخلاق ہی سے ممکن ہے، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"أكمل المؤمنين ايماناأحسنهم خلقا" (ترمذی و ابو داؤد)۔ (مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایمان کے کمال کا معیار جس چیز کو ٹھیرایا گیا ہے، وہ حسن اخلاق ہے، کہ یہی وہ پھل ہے جس سے ایمان کے درخت کی پہچان ہوتی ہے۔

اسلام میں نماز اور روزہ کی جو اہمیت ہے وہ ظاہر ہے، لیکن اخلاق حسنہ کو بھی ان کی قائم مقامی کا شرف حاصل ہے، حدیث میں ارشاد ہوا ہے:۔

"انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے، جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے"۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفل نمازوں میں رات بھر کی شب بیداری اور نفل روزوں میں دن بھر کی بھوک پیاس سے جو درجہ حاصل ہو سکتا ہے، وہی درجہ حسن خلق سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، حسن اخلاق کی یہ حیثیت اس کو یک گونہ عبادات کی کثرت سے بڑھا دیتی ہے۔

اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجہ اور رتبہ کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

"خيار كم أحسنكم أخلاقا" (بخاری۔ کتاب الادب)۔ (تم میں سب سے اچھا وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں)۔

ایک اور حدیث میں ہے:۔ "قیامت کی ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی، کہ حسن اخلاق والا، اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے"۔(ترمذی شریف)۔

یہ حدیث شریف ترمذی میں انھیں الفاظ کے ساتھ ہے، لیکن حدیث کی دوسری کتابوں میں مختصراً صرف پہلا ٹکڑا ہے، یعنی یہ کہ حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز ترازو میں نہیں، اس حدیث نبویؐ نے پوری طرح واضح کر دیا کہ اسلام کی میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ گراں کوئی چیز نہیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ "بندہ کو خدا کی طرف سے جو کچھ ملا ہے، اس میں حسن اخلاق کا عطیہ سب سے بڑھ کر ہے"۔

"خیر ما أعطی الناس خلق حسن"۔(ابن ماجہ ونسائی)۔

"(لوگوں کو قدرت الہیٰ کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئیں، ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں)"

اس بشارت نے اخلاق حسنہ کی نعمت کو تمام انسانی نعمتوں سے بالاتر بنادیا ہے، ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"أحب عباد الله الی الله أحسنهم أخلاقا" (طبرانی)۔

(اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں)۔

ذیل کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ، حسن خلق، خدا اور اس کے رسول کی محبت کا ذریعہ ہے، فرمایا:۔

"تم میں میرے سب سے پیارے اور نشست میں مجھ سے سب سے نزدیک وہ ہیں جو تم میں خوش خلق ہیں، اور مجھے ناپسند اور قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں" (طبرانی)۔

ایمان کے اوصاف و لوازم

ان کے علاوہ کثرت سے ایسی حدیثیں ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں فلاں اوصاف و اخلاق، ایمان کے لوازم اور خصوصیات ہیں، جس قدر ان لوازم اور خصوصیات میں زیادتی اور کمی ہوگی، گویا اسی قدر اس ایمان کے منشاء میں زیادتی و کمی ہوگی، یعنی ہمارے ظاہری اخلاق، ہماری اندرونی ایمانی کیفیت کا معیار اور پیمانہ ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا:۔

(۱) "ایمان کی ستر(۷۰) سے کچھ زائد شاخیں ہیں، جن میں سے ایک حیا ہے"۔

(۲) "ایمان کی ستر(۷۰) سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سب سے بڑھ کر توحید کا اقرار ہے، اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ تم راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹادو" (تاکہ تمھارے دوسرے بھائی کو تکلیف نہ ہو)۔

(۳) "جس میں تین باتیں ہوں، اس نے ایمان کا مزہ پایا: جس کو خدا اور اس کا رسول سب سے پیارا ہو، جو دوسروں کو صرف خدا کے لئے پیار کرے، اور جس کو ایمان کے بعد پھر کفر میں مبتلا ہوجانے سے اتنا ہی دکھ ہو جتنا آگ میں ڈالے جانے سے"

(۴) "جس میں تین باتیں ہوں، اس نے ایمان کا مزہ پایا: حق بات کے سامنے جھگڑنے سے باز رہنا، مزاحمت کے باوجود جھوٹ نہ بولنا، اور یقین کرنا کہ جو کچھ پیش آیا وہ ہٹ نہیں سکتا تھا"۔

(۵) "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس پر لوگ اتنا بھروسہ کریں کہ اپنی جان و مال اس کی امانت میں دے دیں"(۱)۔

---

(۱) یہ سب حدیثیں صحاح کی ہیں، اور ہم نے ان کو کنزالعمال کتاب الایمان سے لیا ہے۔

ان مذکورہ بالا حدیثوں میں سے ایک ایک حدیث پر غور کرو، کہ اسلام اور ایمان کا اخلاقی تخیل کتنا اونچا اور کتنا بلند ہے۔

اخلاقِ حسنہ صفاتِ الٰہی کا سایہ ہیں:

اسلام نے اخلاق حسنہ کا نہایت ہی بلند تخیل پیش کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اخلاق حسنہ در حقیقت صفات الٰہی کا سایہ اور ظل ہیں، اور اسی کی صفات کاملہ کے ادنیٰ ترین مظاہر ہیں، حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

"حسن الخلق خلق الله الأعظم" (طبرانی)، یعنی خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے، ہم انھیں اخلاق کو اچھا کہتے ہیں جو صفات ربانی کا عکس ہیں، اور انھیں کو برا کہتے ہیں جو خدا کی صفات کے منافی ہیں، البتہ یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہے کہ، خدا کی بعض خاص صفتیں ایسی ہیں جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں، اور جن کا تصور بھی دوسرے میں نہیں کیا جاسکتا، جیسے اس کا واحد ہونا، خالق ہونا، نیز بعض ایسی پرجلال صفتیں بھی ہیں جو صرف خدا ہی کو زیبا ہیں، جیسے اس کی کبریائی اور بڑائی وغیرہ، اس قسم کی صفات کا بندہ میں کمال یہ ہونا چاہئے کہ ان کے مقابل کی صفتیں اس میں پیدا ہوں، مثلاً خدا کی کبریائی کے مقابلہ میں بندہ میں خاکساری اور تواضع ہو، اور خدا کی بلندی کے مقابلہ میں بندہ میں پستی اور فروتنی ہو، الغرض! اسلام نے انسان کی روحانی تکمیل کا ذریعہ اخلاق کو اسی لئے قرار دیا ہے، کہ وہ صفات الٰہی کے انوار کے کسب و فیض کا سبب ہیں، ہم جس حد تک اس کسب و فیض میں ترقی کریں گے، ہماری روحانی ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا، اور یہی ہماری زندگی کی روحانی سیر کی منزل و معراج ہے، اور اخلاق کا اس سے بلند تر تخیل ممکن نہیں۔

قول کے ساتھ عمل

اسلام کے اخلاقی معلمؐ کی شان اس حیثیت سے سب سے بلند ہے، کہ اس نے

جو کچھ کہا سب سے پہلے خود اس کو کر کے دکھایا، اس کا جو قول تھا وہی اس کا عمل تھا، اس نے یہودیوں کو طعنہ دیا کہ:۔

"أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم" (بقرہ۔۵)

(کیا تم اوروں کو نیکی کی بات بتاتے ہو، اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو) اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ:۔

"لم تقولون مالا تفعلون 0 كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون" (الصف۲)

(تم کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ جو نہ کرو)۔

ایک شخص نے آکر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے؟ فرمایا، کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟

"كان خلقه القرآن" (ابو داؤد۔ باب صلاۃ اللیل)۔

(یعنی جو قرآن میں الفاظ کی صورت میں ہے، وہی حامل قرآن کی سیرت میں بصورت عمل تھا)۔ اگر آپ نے غریبوں اور مسکینوں کی امداد و اعانت کا حکم دیا تو، پہلے خود اس فرض کو ادا کیا، خود بھوکے رہے اور دوسروں کو کھلایا، آپ نے اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کرنے کی نصیحت کی، تو پہلے خود اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کیا، کھانے میں زہر دینے والوں سے درگزر کیا، اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا، جنھوں نے آپ پر تیر برسائے اور تلواریں چلائیں، مسلح ہو کر بھی آپ نے کبھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا، کپڑوں کی شدید ضرورت کے وقت میں بھی جس نے آپ سے کپڑا مانگا، خود اپنی چادر اتار کر اس کے حوالہ کر دی۔ الغرض، یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ انسانوں کو اپنے ہادیوں اور رہنماؤں کی صرف تعلیمات اور اقوال سناتے ہیں، اور ان کی پیروی کی دعوت دیتے ہیں، اور مسلمان اپنے پیغمبر کے

نہ صرف اقوال و نصائح کو بلکہ اس کے عملی نمونوں اور کارناموں کو بھی پیش کرتے، اور ان کی پیروی کی دعوت دیتے ہیں، دنیا کے کسی پیغمبر اور بانیِ دین کے صحیفہ نے خود اپنے پیغمبر یا بانی کی اخلاقیت کو اعلان کے ساتھ، اس کے ہمعصروں کے سامنے پیش نہیں کیا، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ نے سب سے آگے بڑھ کر بلاخوف و خطر اپنے داعی اور مبلغ کی زندگی کی اخلاقیت کو خود اس کے معاصرین کے سامنے نقد و تبصرہ کے لئے پیش کیا۔ وحی محمدیؐ نے اعلان کیا:۔

"فقد لبثت فیکم عمراً من قبله أفلا تعقلون" (یونس۔۲)۔

(اے منکرو!) میں تو تمھارے درمیان اس سے پہلے ایک زمانہ بسر کر چکا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے)۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خطاب کر کے خود آپ سے فرمایا:۔

"انک لعلیٰ خلق عظیم 0" (ن والقلم۔۱)۔

(اے نبیؐ! بیشک آپ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں)۔

کامل و مکمل ذات عالی

دنیا کے اخلاقی معلم کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کی تعلیم میں یہ تاثیر ہو کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے فیض سے بہرہ مند کر سکے، یعنی وہ خود کامل ہو اور دوسرے ناقصوں کو بھی کامل بناتا ہو، وہ خود پاک ہو اور دوسرے ناپاکوں کو بھی دھو کر پاک و صاف کر دیتا ہو، اخلاق کے سارے معلموں کی فہرست پر ایک نظر ڈال جاؤ کہ یہ تکمیل کی شان سب سے زیادہ کس میں تھی۔ کیا اس میں جس کو قدم قدم پر بنی اسرائیل کی سنگدلی اور کجروی کا گلہ کرنا پڑا ہے، کیا اس میں جس کے پورے گیارہ شاگرد بھی امتحان کے وقت پورے نہ اتر سکے، یا اس میں تھی جس کی نسبت اس کے صحیفۂ وحی نے بار بار اعلان کیا:۔

یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ ۔

(جمعہ ۔۱)

(وہ ان کو خدا کی باتیں سناتا، اور ان کو پاک و صاف بناتا، اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔

اس اعلان میں یہ بات خاص طور پر لحاظ کے قابل ہے کہ اس میں اسلام کے معلم کی نسبت صرف یہی دعویٰ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا اور خدا کے احکام سناتا ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ ان کو اپنے فیض و اثر سے پاک و صاف و مصفیٰ بھی بناتا ہے، وہ ناقصوں کو کامل، گنہگاروں کو نیک، اندھوں کو بینا اور تاریک دلوں کو روشن دل بناتا ہے، چنانچہ جس وقت اس نے اپنی حیات کا کارنامہ ختم کیا، کم از کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان اس کی تعلیم سے عملاً بہرہ مند ہو چکے تھے، اور وہ عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھا، (۲۳) برس کے بعد وہ اخلاق کے اس اوج کمال پر پہنچا جس کی بلندی تک کوئی ستارہ آج تک نہ پہنچ سکا۔

تعلیم اخلاق کا تنوع

اگر کسی معلم میں تکمیل کی یہ تاثیر بھی ہو، پھر بھی یہ دیکھنا ہے کہ اس عالم کی تکمیل اور نظم و نسق کے لئے ایک ہی قوت کے انسانوں کی نہیں بلکہ سینکڑوں مختلف قوتوں کے انسانوں کی ضرورت ہے، اخلاق کے دوسرے معلمین کی درسگاہوں پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ وہاں صرف ایک فن کے طالب العلم تعلیم پاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت گاہ میں فوجی تعلیم کے سوا کوئی اور فن نمایاں نہیں حضرت عیسیٰؑ کے مکتب میں عفو و درگزر کے سوا کوئی اور سبق نہیں، بدھا کی خانقاہ میں در بدر بھیک مانگنے اور مرتاض فقیروں کے سوا کوئی اور موجود نہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ اعظم میں آکر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ "یہ ایک

عمومی جامعہ ہے، جس میں انسانی ترقی کی ہر قوت نشو و نما پا رہی ہے، خود معلم کی ذات ایک پوری یونیورسٹی ہے، جس کے اندر علم و فن کا ہر شعبہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور ہر جنس اور ہر مذاق کے طالب علم آتے ہیں، اور اپنے اپنے ذوق اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق کسب کمال کر رہے ہیں"۔

غرض!

"آپ کی حیثیت ایک انسان، ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، ایک خانہ دار، ایک کاروباری تاجر، ایک افسر، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاذ، ایک واعظ، ایک مرشد، ایک زاہد و عابد، اور آخر ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے، یہ تمام انسانی طبقے آپ کے سامنے آکر زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں، اور اپنے اپنے پیشہ و فن کے مطابق آپ کی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں، مدینتہ النبیؐ کی اس درسگاہ اعظم کو غور سے دیکھو، جس کی چھت کھجوروں کے پتوں سے اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے، اور جس کا نام مسجد نبوی تھا اس کے الگ الگ گوشوں میں ان انسانی جماعتوں کے الگ الگ درجے کھلے ہوئے ہیں، کہیں ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ جیسے فرمانروا زیر تعلیم ہیں، کہیں طلحہؓ و زبیرؓ و معاویہؓ و سعدؓ بن معاذ و سعدؓ بن جبیرؓ جیسے ارباب رائے و تدبیر ہیں، کہیں خالدؓ، ابو عبیدہؓ، سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن العاص جیسے سپہ سالار ہیں، کہیں وہ ہیں جو بعد کو صوبوں کے حکمراں، عدالتوں کے قاضی اور قانون کے مقنن بنے، کہیں زہاد و عباد کا مجمع ہے، جن کے دن روزوں میں اور راتیں نمازوں میں کٹتی تھیں، کہیں وہ صفہ والے طالب علم تھے، جو جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچتے اور گزارا کرتے، اور دن رات علم کی طلب میں مصروف رہتے تھے، کہیں حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ جیسے فقیہ و

محدث تھے، جن کا کام علم کی خدمت اور اشاعت تھا، اور ایک جگہ غلاموں کی بھیڑ ہے، تو دوسری جگہ آقاؤں کی محفل ہے، کہیں غریبوں کی نشست ہے، اور کہیں دولتمندوں کی مجلس ہے، مگر ان میں ظاہری عزت اور دنیاوی اعزاز کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی، سب مساوات کی ایک ہی سطح پر اور صداقت کی ایک ہی شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہیں، سب پر توحید کا یکساں نشہ چھایا، اور سینوں میں حق پرستی کا ایک ہی ولولہ موجیں لے رہا ہے، اور سب اخلاق و اعمال کے ایک ہی آئینہ۔ قدس کا عکس بننے کی کوشش میں لگے ہیں" (۱)۔

کامل، عالمگیر اور لازوال نمونہ

اس مقدمہ کا اختتام حضرت دادا استاذ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی مشہور کتاب "خطبات مدراسؒ" کے ایک اقتباس و انتخاب پر کیا جاتا ہے، جس میں سید صاحبؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اور لافانی نقش حیات، آپ کی جامعیت و کاملیت اور تمام طبقات انسانی، نیز ہر ماحول، ہر زمانہ، ہر پیشہ اور ہر مشغلہ، غرض ہر قسم کے حالات اور ہر سطح و معیار کے لئے آپؐ کی کامل و جامع رہنمائی اور اسوۂ حسنہ کی نہایت موثر اور بلیغ انداز میں تشریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اخلاق کاملہ کا مجموعہ ہے۔

"ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ اگر تم دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے

---

(۱) ماخوذ سیرۃ النبیؐ از علامہ سید سلیمان ندویؒ۔

خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ، احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاذ و معلم ہو تو صفہ کے درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو، تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر اپنے کاروبار اور دنیوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو، تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر کے گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچے ہو تو حلیمہ سعدیہؓ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے سالار کارواں کی مثالیں ڈھونڈو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو، جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، اور مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو، اور کسی حال میں ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستگی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لئے طبقہ، انسانی کے ہر طالب علم اور نور انسانی کے

ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوح و ابراہیمؑ، ایوبؑ و یونسؑ، موسیٰ و عیسیٰؑ علیہم السلام، سب کی سیرتیں موجود ہیں۔ گویا تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق و اعمال، دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکٹ) ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لئے بہترین سامان موجود ہے"(۱)۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

(امریکہ)

---

(۱) ماخوذ خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی"۔

"ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم"

وہ دانائے سبل، مولائے کل، ختم الرسل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(علامہ اقبالؔ)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

(علامہ اقبالؔ)

OOOOO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فضائلِ اخلاق"

(اخلاقِ حمیدہ)

از

طالبِ مغفرت

محمد غوث ندوی

مشمولات

فضائلِ اخلاق

(۱) فضائلِ اخلاق کی تعریف۔
(۲) فضائلِ اخلاق (قرآنِ پاک کی روشنی میں)۔
(۳) فضائل کی جامع فہرست۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فضائلِ اخلاق"

فضائلِ اخلاق کی تعریف:۔

اخلاق حسنہ کی جزئیات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ بے حد مشکل ہے، اسلام کی ہر شئے میں خواہ وہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عبادات سے یا اخلاق و معاملات سے مرکزی چیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، ہر وہ کام اچھا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور وہ برا ہے جس کو وہ ناپسند فرمائے، گو یہ دوسری بات ہے کہ وہ جس کو پسند فرماتا ہے اس میں عقلی خوبیاں اور جمہور کا فائدہ بھی ہوتا ہے، اور جس کو ناپسند فرماتا ہے، اس میں عقلی برائیاں اور خلق خدا کا نقصان بھی ہوتا ہے، اس بناء پر اسلام کے نقطہ نظر سے اخلاق کی یہ دو قسمیں ہیں:۔(۱) وہ اخلاق جن کو خدا پسند فرماتا ہے، یہ فضائل کہلاتے ہیں، اور (۲) وہ کام جن کو وہ ناپسند کرتا ہے، وہ رذائل ہیں۔

جن اوصاف کو خدا پسند فرماتا ہے ان کو یہاں ہم نے اصطلاح میں فضائل کا نام دیا ہے، یہ فضائل بہت سے ہیں، اور قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں جابجا ان کی تصریح ہے، لیکن ان کے بیان میں اخلاق شرعی کے مصنفوں نے کوئی خاص ترتیب نہیں رکھی ہے، اسی لئے ان کی اہمیت کے درجے اور رتبے نہیں مقرر ہوئے۔

فضائلِ اخلاق (قرآن پاک کی روشنی میں)

جن فضائل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اور جن کو گنا کر اس نے اپنے اچھے بندوں کی توصیف کی ہے، یا ان اوصاف والوں کے لئے بخشش و بخشایش کا وعدہ فرمایا ہے، قرآن پاک اور احادیث نبوی میں جابجا ان کی تفصیل ہے، جیسے سورۂ مومنون کے پہلے رکوع میں ارشاد خداوندی ہے:۔

("ایمان والے مراد کو پہنچ گئے، جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں، جو بے کار باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے، جو زکاۃ دیتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیویوں سے یا شرعی باندیوں سے، کہ ان پر کوئی الزام نہیں، مگر جو اس کے سوا کے خواہاں ہوں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں، اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں یہی اصلی وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے، اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے")۔

ان آیتوں میں جن اخلاقی فضائل کا بیان آیا ہے وہ یہ ہیں:۔

یا وہ گوئی اور بکواس سے کنارہ کشی، عصمت اور پاکدامنی، امانتداری اور ایفائے عہد وغیرہ۔

سورۂ آل عمران کے دوسرے رکوع میں ہے:۔

"الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار()

"ثابت قدم رہنے والے، اور سچ بولنے والے، اور خدا کی فرمانبرداری کرنے والے، اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے، اور وقتِ سحر اللہ سے مغفرت طلب کرنے والے"

اس آیت میں ثابت قدمی، سچائی، قنوت، فیاضی اور اللہ سے طلب مغفرت کرنے کو سراہا گیا ہے، اور اسی سورہ کے چودھویں رکوع میں ان متقیوں کا حال ہے، جو خدا کی مغفرت اور آسمان و زمین کے برابر کی جنت کے مستحق ہوں گے۔

("اور جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں خدا کے نام پر خرچ کرتے ہیں، اور غصہ کو پی جاتے ہیں، اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے")

سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع میں ان مسلمان مردوں اور عورتوں کا ذکر

ہے، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش اور بڑی دہش کا وعدہ کیا ہے، اور ان کے صفات حمیدہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

(" سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں ، صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں ، عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں ، صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں ، روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں ، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں ")

ان میں سچائی ، صبر ، عاجزی ، اور عصمت و عفت کے اوصاف کا ذکر ہے ، اور سورۂ شوریٰ کے چوتھے رکوع میں بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کا اس طرح ذکر ہے:۔

(" اور جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں ، اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں ")۔

یعنی غصہ آنے پر بھی بے قابو نہیں ہوتے ، اور معاف کر دیتے ہیں۔ اور عدل و انصاف کی فضیلت کے لئے اس سے بڑھ کر کیا چاہئے کہ وہ خدا کے پیار اور محبت کا ذریعہ ہے:۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

ان اللہ یحب المقسطین 0 (مائدہ-۶)

(بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے)۔

فضائل اخلاق کی جامع فہرست

فضائل اخلاق کی یوں تو ایک بڑی فہرست ہے ، لیکن ان میں جو اہم ہیں وہ یہ ہیں:۔

صدق ، سخاوت ، عفت و پاکدامنی ، دیانتداری اور امانت ، شرم و حیا ، رحم ، عدل و انصاف ، عہد کی پابندی ، احسان ، عفو و درگزر ، حلم و بردباری ، رفق و لطف ،

تواضع و خاکساری ، خوش کلامی ، ایثار ، اعتدال اور میانہ روی ، خودداری یا عزت نفس ، شجاعت و بہادری ، استقامت ، حق گوئی اور استغناء وغیرہ ۔

گزشتہ صفحات میں ، ہم نے قرآن پاک کی روشنی میں ، حسب بالا فضائل اخلاق کی تفصیلات بیان کی ہیں ، حدیثوں میں جن اخلاقی فضیلتوں کا بیان ہے ، وہ متفرق طور سے اس کتاب کے مقدمہ میں گزر چکی ہیں ، اور آگے بھی اپنی اپنی جگہ پر آئیں گی ۔(۱)

---

(۱) علی متقی ہندی نے اپنی مایۂ ناز کتاب کنزالعمال میں کتاب الایمان کے تحت فضائل و رذائل کی ذیلی فہرست دی ہے اسے بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رذائلِ اخلاق"

(اخلاقِ ذمیمہ)

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

رذائلِ اخلاق

(اخلاقِ ذمیمہ) کی فہرست

(۱) رذائل کے معنی
(۲) رذائل کے قرآنی نام
(۳) فحشاء کے معنی
(۴) منکر کے معنی
(۵) بغی کے معنی
(۶) اخلاق ذمیمہ برے کیوں ہیں؟
(۷) رذائل کی ترتیب
(۸) اخلاق ذمیمہ کی قسمیں
(۹) عدم صدق
(۱۰) حب مال
(۱۱) حب ذات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رذائلِ اخلاق"

(اخلاقِ ذمیمہ)

فضائلِ اخلاق کی اہمیت کو جاننے کے لئے "رذائل" کے معنیٰ و مفہوم کو بھی جاننا ضروری ہے، اس لئے ہم یہاں ان اخلاق ذمیمہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں تاکہ اخلاق حمیدہ کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہوسکے۔

رذائل کے معنی

رذائل (یعنی بری خصلتیں) وہ اخلاق ذمیمہ ہیں جن کو خدائے تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے، جن سے بچنے کا حکم اس نے بندوں کو دیا ہے، جن کے کرنے والے اس کے حضور میں گنہگار ٹھیرتے ہیں، جن کی برائی کو ہر عقل مند جانتا اور مانتا ہے، اور جن کی بدولت انسانی افراد اور جماعتوں کو روحانی اور مادی نقصانات پہنچتے ہیں اور ان کی معاشرت تباہ و برباد ہوجاتی ہے، بلکہ جب وہ کسی قوم میں عام ہوجاتے ہیں تو پوری قوم کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں، یعنی اس قوم کی دینی و دنیوی ترقیوں کی راہیں مسدود، اور سعادت و اقبال کا دروازہ اس پر بند ہوجاتا ہے۔

رذائل کے قرآنی نام

اس قسم کے رذائل کے متعدد اوصافی نام قرآن پاک میں آئے ہیں، مثلاً اکثر ان کو "منکر" (غیر معروف)، اور "فحشاء" (بے حیائی) اور کبھی "فاحشة" (فحش کاری) "سیئة (برائی) "سوء" (خرابی) "مکروہ" (ناپسندیدہ) "خطأ" (ناصواب یا بھول) "اثم" (گناہ) "عدوان" (زیادتی) وغیرہ کہا گیا ہے، انھیں

لفظوں سے اندازہ ہوگا کہ "رذائل" سے متصف ہونا کتنا شرمناک اور قابل نفرت ہے، اور یہ کہ وہ ایسے کام ہیں جو عقل اور شرع کی نگاہ میں بد نما ہیں۔

رذائل کے لئے قرآن پاک کا سب سے عام لفظ منکر ہے، چنانچہ سورۂ مائدہ میں جن برائیوں کی روک ٹوک نہ کرنے پر بنی اسرائیل کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے ان کو ایک ہی لفظ منکر سے ادا کیا گیا ہے:۔

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ ، لبئس ماکانوا یفعلون

○(مائدہ ۔۱۱)

("وہ ایک دوسرے کو اس منکر سے جو کرتے تھے روکتے نہ تھے، کیا برا کام تھا جو وہ کرتے تھے")۔

○○○○○

اچھے لوگوں کی صفت یہ ہے:۔

والناھون عن المنکر (توبہ ۔۱۴)

(اور منکر سے منع کرنے والے)

وینھون عن المنکر (آل عمران ۔۱۱۲ و توبہ ۔۹)

(اور وہ منکر سے منع کرتے ہیں)۔

اور کہیں فحشاء اور منکر کا لفظ ساتھ ساتھ آیا ہے:۔

فانہ یأمر بالفحشاء والمنکر (نور ۔۳)

(وہ فحشاء اور منکر کرنے کو کہتا ہے)

نماز کی خوبی یہ ہے کہ:۔

تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (عنکبوت ۔۵)

(وہ فحشاء اور منکر سے باز رکھتی ہے)

کہیں آیت میں تین لفظ یعنی فحشاء، منکر اور بغی، جمع ہیں:۔

ان الله يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربىٰ وينهىٰ عن الفحشاء والمنكر والبغى يعظكم لعلكم تذكرون 0

(" مسلمانو!) اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور فحشاء اور منکر اور بغی سے منع فرماتا ہے، (اللہ تعالیٰ) تم لوگوں کو نصیحتیں کرتا ہے تاکہ تم (اپنے احوال کا) خیال رکھو"۔

یہ آیت ہر قسم کے فضائل اور رذائل کو محیط ہے، حضرت عثمانؓ بن مظعون کا بیان ہے کہ میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم و حیا سے اسلام لایا تھا، اسلام نے میرے دل میں جگہ نہیں پکڑی تھی، لیکن جب یہ آیت پاک نازل ہوئی تو ایمان نے میرے دل میں جگہ پکڑلی۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا قول ہے کہ قرآن مجید میں خیر و شر کی سب سے جامع آیت یہی ہے۔

حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جن اخلاق حسنہ پر عمل کیا جاتا تھا، اور وہ پسند کئے جاتے تھے، ان میں کوئی خلق ایسا نہیں ہے جس کا خدا نے اس آیت میں حکم نہ دیا ہو، اور کوئی بداخلاقی ایسی نہیں ہے جس کی اس آیت میں ممانعت نہ کی ہو (۱) اس آیت میں منہیات کے سلسلہ میں تین لفظ آئے ہیں: **فحشاء، منکر اور بغی**، ان میں ہر لفظ کی تھوڑی تشریح ضروری ہے:۔

فحشاء کے معنی

ان میں پہلا لفظ فحشاء ہے، جس کی دوسری صورت **فاحشة** ہے، یہ لفظ فحش سے نکلا ہے، جس کے اصلی معنی حد سے آگے بڑھ جانے کے ہیں، اور اس کے

---

(۱) یہ حدیثیں مسند احمد بن حنبل سے ماخوذ ہیں۔

دوسرے لازمی معنی قبح یعنی برائی کے ہیں، کیونکہ جس چیز کی جو حد خالق فطرت نے مقرر کر دی ہے اس سے آگے بڑھنا قبح (برائی) ہے، یا یہ کہ جو برائی حد سے زیادہ ہو جائے وہی فحشاء کہلاتی ہے۔(۱)۔

قرآن پاک نے گناہ کے معنی میں حدود الٰہی سے تعدی اور تجاوز کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں، مثال سے یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی قوت شہوانی کی تسکین کے لئے کچھ حدیں مقرر فرمادیں، اب جو ان حدوں سے آگے بڑھتا ہے وہ تعدی حدود اور فحشاء اور فاحشۃ کا مرتکب ہوتا ہے:۔

سورۂ مومنون میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

("اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی شرعی باندیوں سے کہ ان پر کوئی الزام نہیں، مگر جو اس کے سوا کے خواہاں ہوں وہی حد سے بڑھنے والے ہیں")۔

اسی لئے زنا کا نام ہی "فاحشۃ" رکھا گیا ہے، اور اس کے معنی ہی امر قبیح کے ہو گئے ہیں، قرآن پاک نے کہا ہے:۔

ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلاً ○ (بنی اسرائیل ۔۴)

"اور زنا کے نزدیک نہ جاؤ کیونکہ یہ فاحشہ (یعنی قبیح بات) اور بری راہ ہے"

اور وسعت کے ساتھ اس کا اطلاق ہر فحش گوئی اور فحش کاری پر ہوتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے بہر نوع اپنے بندہ کو باز رہنے کی تاکید کی ہے۔

منکر کے معنی

دوسرا لفظ منکر ہے، اس کے لغوی معنی ناشناسا یا غیر معروف کے ہیں، مطلب

---

(۱) دیکھئے لسان العرب لفظ فاحش، مادہ "فحش"۔

یہ ہے کہ جو کام لوگوں میں عام طور سے پسند کیا جاتا ہے اور جس کا کرنے والا لوگوں میں ممدوح ہوتا ہے، وہ جانا پہچانا کام ہے، اسی لئے اس کو "معروف" (شناسا) کہتے ہیں، اور جو کام ہر طبقہ میں ناپسند کیا جاتا ہے، اور اس کا کرنے والا سب کی نظر سے گر جاتا ہے، وہ منکر (ناشناسا) ہے۔

بغی کے معنی

تیسرا لفظ بغی ہے جس کا لفظی معنی کسی پر زیادتی یا دست درازی کرنا ہے، سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں ہے:۔

"خصمان بغیٰ بعضنا علیٰ بعض"

("ہم دو جھگڑنے والے ہیں، ہمارے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے")۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر لوگوں کو بے انتہا دولت دی جائے تو وہ ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگیں:۔

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض (شوریٰ ۔۳)

("اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی پھیلادے تو زمین میں وہ زیادتی کریں")

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ بغی کے معنی دوسروں پر زیادتی اور تعدی کے ہیں

اخلاق ذمیمہ برے کیوں ہیں؟:۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ رذائل تین صفات یعنی فحشاء، منکر، اور بغی میں منحصر ہیں، صفات ذمیمہ فحشاء یعنی حد درجہ قبیح اور بے حیائی کے کام ہیں اور ایسی جماعتیں ہیں جن کو سارے انسان فطرتاً ناپسند کرتے ہیں، اور ان کے ارتکاب سے دوسروں کے حقوق پر تعدی لازم آتی ہے۔

رذائل کی ترتیب

ان رذائل کی ترتیب دو نظریوں کے مطابق دی جاسکتی ہے، ایک یہ کہ کسی برائی کے اثر کا دائرہ کتنا وسیع ہے، اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی اور عدم رضا سے کس کو کتنا لگاؤ ہے، سورۂ نحل کی آیت (ان اللہ یأمر بالعدل _____ الخ) میں ترتیب کے ساتھ رذائل کو تین بڑے عنوانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، سب سے پہلے **فحشاء** پھر **منکر** پھر **بغی**۔

فحشاء میں جس برائی کی طرف اشارہ ہے وہ اساساً ایک فرد کی ذات تک محدود رہتی ہے، جیسے ننگے رہنا، بدکاری میں مبتلا ہونا وغیرہ، منکر سے پوری جماعت کی معاشرتی زندگی متاثر ہوتی ہے، جیسے شوہر کا ظلم، باپ کی سنگ دلی، اولاد کی نالائقی، اور بغی، جماعت سے آگے بڑھ کر پورے ملک و ملت کو گھیر لیتی ہے، جیسے چوری، قتل ڈاکہ وغیرہ۔

یہ تو ایک نظریئے کے مطابق رذائل کی ترتیب ہوئی، دوسرے نظریہ کی رو سے پہلے صفات ذمیمہ ہیں جن سے خدا کی رحمت چھن جاتی ہے، پھر وہ برائیاں ہیں جو خدا کی محبت سے محروم کر دیتی ہیں، اور پھر وہ ہیں جو رضائے الٰہی سے خالی ہیں۔

اخلاق ذمیمہ کی قسمیں

اخلاق ذمیمہ (رذائل) کی یوں تو بہت ساری قسمیں ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے، تاہم، ان میں جو اہم ہیں وہ یہ ہیں " جھوٹ، جھوٹی قسمیں کھانا، وعدہ خلافی، خیانت و بددیانتی، غداری و دغابازی، بہتان، چغلخوری، غیبت اور بدگوئی، منافقت بدگمانی، مداحی و خوشامد، بخل، حرص و طمع، بے ایمانی، چوری، ناپ تول میں کمی بیشی خفیہ سودا، رشوت، سود خوری، شراب نوشی، غیظ و غضب، بغض و کینہ، ظلم و زیادتی

فخر و غرور، ریاکاری، خود بینی و خود نمائی، فضول خرچی، حسد اور فحش گوئی وغیرہ"۔

رذائل کی اس فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ بھید کھل جاتا ہے کہ اسلام نے تین برائیوں کو اساسی قرار دیا ہے، اور جس قدر رذائل ہیں، ان میں انھیں تین میں سے کوئی برائی پائی جاتی ہے۔

(۱) عدمِ صدق

سب سے پہلی اساسی برائی "عدم صدق" ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ دل اور زبان میں مطابقت نہ ہو، جھوٹ، غیبت، وعدہ خلافی، اتہام، بد گمانی، خوشامد، چغلخوری و منافقت، جھوٹی قسم وغیرہ، اسی ایک جڑ کی مختلف شاخیں ہیں،۔

(۲) حبِ مال

دوسری اساسی برائی حب مال ہے، "حب مال" سے مقصود دنیا کے مال و دولت سے غیر معمولی محبت ہے، بخالت، حرص و طمع، چوری، غصب، خیانت، غلول، ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ، ایک ہی اصل کی مختلف فروع ہیں،۔

(۳) حبِ ذات

تیسری اساسی "برائی" حبِ ذات" ہے، اس سے مقصود اپنی ذات سے غیر معمولی شغف ہے، حسد، تکبر، عجب، فخر، غیظ و غضب، ظلم، کینہ، وغیرہ، ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں، اس سے ظاہر ہوا کہ جو شخص، ان تینوں اساسی برائیوں سے ہر طرح پاک رہنے کی کوشش کرے گا، وہ ہر قسم کے رذائل سے اپنے آپ کو محفوظ کر لے گا، یہ تینوں اساسی برائیاں "ہوائے نفس" یعنی نفس کی غلط اور بے جا خواہش ہیں، جو ان سے اپنا دامن بچائے گا وہ جنت میں آرام پائے گا:۔

وأما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هى الماوىٰ ○(نازعات۔۲)۔

("اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اور اپنے نفس کو غلط خواہش سے بچایا، تو جنت اس کی آرام گاہ ہے")۔

اللھم اجعلنا منھم۔ آمین۔

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

○○○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شرف المصطفیٰ"

(صلی اللہ علیہ وسلم)

(یعنی خصائصِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم)
"قرآنِ پاک کی روشنی میں"

از

طالبِ رحمت

محمد غوثؔ ندوی

شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(یعنی خصائصِ محمدیؐ)

تمہید:

شرف و خصائص وہ امور ہیں جو کسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی چیزیں عطا کی گئی تھیں، جو اوروں کو نہیں ملی تھیں۔ یہ خصائص محمدیؐ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو صرف آپؐ کے لئے مخصوص تھے، اور آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے نہ تھے، دوسرے وہ جو صرف آپ کو عطا ہوئے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مرحمت نہیں ہوئے۔ غرض پہلی خصوصیتیں امت کے مقابلے میں، اور دوسری انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں تھیں۔

ارباب سیر نے ان خصائص کی مختلف تعداد متعین کی ہے۔ مثلاً حافظ ابو سعید نیشاپوریؒ نے آپ کے خصائص کی تعداد ساٹھ لکھی ہے، اور علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں سینکڑوں کی تعداد بتلائی ہے۔

قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیسیوں ایسی آیتیں ہیں جن میں آپ کی شان و مرتبہ میں دیگر انبیاء شامل نہ تھے، مثلاً آدمؑ صفی اللہ، نوح نجی اللہ، ابراہیمؑ خلیل اللہ، اسماعیلؑ ذبیح اللہ، موسیٰؑ کلیم اللہ، داؤدؑ خلیفتہ اللہ، اور عیسیٰؑ روح اللہ و کلمتہ کے نام و صفات سے قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ لیکن آنحترم کو مختلف اسماء و صفات عالیہ سے یاد کیا گیا ہے، اور کسی نبی و رسول کو یہ رتبہ و مقام نہیں دیا گیا، مثلاً آپؐ "خاتم النبیین" ہیں، "رحمتہ للعالمین" ہیں، آپ "رؤوف رحیم" ہیں اور آپ کو "محمد رسول اللہ" کہا گیا ہے، اور آپ "الرسول النبی الامی" ہیں، آپ کی شان

میں "ورفعنا لک ذکرک" کا اعلان کیا گیا، اور آپ کو سارے عالم کے لئے بھیجا گیا (وماارسلناک الا کافۃ للناس) ۔ آپ کو صاحب کوثر کا لقب دیا گیا (انا اعطیناک الکوثر) اور آپ کی ذات پر دین کو مکمل کیا گیا (الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا) یہ اور اس قبیل کی بیسیوں آیتیں ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات نبوت کا اعلان ہے۔

غرض ، جب بعض صحابہؓ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے دریافت فرمایا کہ حضور اقدسؐ کے اخلاق عالیہ کیا تھے ، تو انھوں نے ارشاد فرمایا:۔

"کانَ خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن"

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ (سارے کے سارے) قرآن پاک ہیں) ۔ سبحان اللہ اس سے بہتر تعریف کسی انسان کی زبان سے حضور اقدس کے تعلق سے نہیں ہو سکتی۔

رب العالمین نے رحمۃ للعالمین کی جلالت شان اور کمالات نبوت اور آپ کے مکارم اخلاق و محاسن اعمال کا قرآن پاک میں جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، ان میں کی چند آیات بینات، ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں (۱) ۔

---

(۱) خصائص محمدیؐ کی تفصیل ملاحظہ ہو "سیرت شہنشاہ کونینؐ جلد اول (صفحہ ۹ سے ۳۹ تک) از احقر محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(یعنی خصائصِ محمدیؐ)

از

طالبِ رحمت

محمد غوثؔ ندوی

"شرف المصطفیٰ"

(خصائصِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم)

("قرآنِ پاک کی روشنی میں")(۱)

* "محمد رسول اللہ"

(یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں)۔

* "الرسول النبی الأمی"

(یعنی آپ رسول نبی امی ہیں)۔

* "ورفعنالک ذکرک"

(یعنی ہم نے تیری خاطر تیرے ذکر کو بلند کیا ہے)۔

* "وبالمؤمنین رؤوف رحیم"

(یعنی وہ مومنوں پر بے حد مہربان اور بڑے رحم کرنے والے ہیں)

* "وما أرسلناک الا کافة للناس"

(یعنی ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لئے بھیجا ہے)

* "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

(یعنی آپ اللہ کے رسول، اور نبیوں کے خاتم ہیں)

* "انا اعطیناک الکوثر"

(یعنی ہم نے آپ کو "کوثر" (خیر کثیر) عطا فرمایا ہے)

---

(۱) خصائص محمدیؐ، "قرآن پاک کی روشنی میں" کی تفصیل ملاحظہ ہو، "سیرتِ شہنشاہِ کونینؐ" جلد اول (صفحہ ۱۳ تا ۳۹) از احقر محمد غوث ندوی۔

* "وما ارسلناک الا رحمۃً للعٰلمین"

(یعنی ہم نے آپ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

* "لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ"

(یعنی تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے)۔

* "تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیراً"۔

(یعنی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن اتارا، تاکہ وہ تمام عالموں (دنیا جہاں) کو ہوشیار کرے)۔

* "من یطع الرسول فقد أطاع اللہ"

(یعنی جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)۔

* "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"

(جو کچھ رسول تمہیں دے، وہ لے لو، اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے، اس سے رک جاؤ)

* "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"

(یعنی اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا)۔

* "انک لعلیٰ خلق عظیم"

(یعنی بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں)

* "ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی ، یاأیھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" 0

(بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو)۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔ (آمین)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کا

خلاصہ، وجوہر (حدیثِ پاک کے آئینہ میں)

از

گدائے بے نوا

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

حدیثِ پاک کے آئینہ میں

* "ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الأخلاق و کمال محاسن الأعمال"

(حدیث)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے"

* "أدبنی ربی فأحسن تأدیبی"۔(حدیث)

"میرے رب نے خود میری تربیت فرمائی ہے، اور بہترین فرمائی ہے"۔

* "کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن"

(ام المؤمنین عائشہ صدیقہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ مجسم قرآن ہیں"۔

* "أول ما خلق اللہ نوری و خلق کل شیئی من نوری" (حدیث)

"(اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، پھر میرے نور سے ساری کائنات بنائی")۔

* "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" (حدیث)

"(میں اس وقت بھی نبی تھا، جب کہ آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے، یعنی ابھی آدمؑ کی تخلیق نہیں ہوئی تھی")

* "لولاک لما خلقت الأفلاک" (حدیث)

("اے پیارے! اگر آپ نہ ہوتے، تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا")۔

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
یہ جو کچھ ہے ، سب ہے برائے محمد

* "لی مع اللہ وقت لایسعنی ملک مقرب ولانبی مرسل" (حدیث)
("مجھے قربِ حق میں وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کسی مقرب فرشتہ کی رسائی ہو سکتی ہے، اور نہ کسی نبی مبعوث کی)۔

* "انی لست کاحدکم أبیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" (حدیث)
("میں تم میں کسی کی طرح نہیں ہوں، میں اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے)(۱)

---

(۱) سیرتِ مصطفیٰ کا انتخاب وجوہر کی تفصیل ملاحظہ ہو "سیرتِ شہنشاہِ کونین (جلد اول) (صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۵) از محمد غوث ندوی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
امتیازی خصوصیات
(احادیثِ شریفہ کی روشنی میں)

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات"

(احادیثِ شریفہ کی روشنی میں)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وہ امتیازی خصوصیات ہیں جو صرف آپ کو عطا ہوئیں، اور دوسرے انبیاء کو مرحمت نہیں ہوئیں، وہ امتیازی خصوصیات یہ ہیں:۔

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

" أعطيت خمسالم يعطهن أحد قبلى : نصرت بالرعب مسيرة شهر ، وجعلت لى الأرض مسجداً و طهوراً ، فأيّما رجل من أمتى أدركته الصلاة فليصل ، وأحلت لى الغنائم ولم تحل لأحد من قبلى ، وأعطيت الشفاعة ، وكان النبى يبعث الىٰ قومه خاصة وبعثت الى الناس عامة "۔

(مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں):۔

(۱) ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔

(۲) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے، جو جہاں چاہے وقت ہونے پر نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۳) غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے، جو پہلے کسی کے لئے حلال

نہیں تھا۔

(۴) مجھے شفاعت کا منصب عطا کیا گیا ہے۔

(۵) پہلے نبی اپنی قوم کے لئے خاص ہوا کرتے تھے، مگر میں ساری انسانیت کے لئے نبی بن کر آیا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے " فضلت علی الانبیاء بست " اس میں " اعطیت جوامع الکلم " اور " ختم بی النبیون " کا اضافہ ہے۔ (یعنی مجھے "جوامع الکلم" عطا کئے گئے ہیں، اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی ہے)۔

ایک اور روایت میں " أعطیت مفاتیح خزائن الارض " کا ذکر ہے (یعنی ساری زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں)۔

نیز احادیث کی دیگر روایتوں میں بعض اور خصائص بھی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں، مثلاً یہ کہ:

* "میرا معجزۂ وحی (قرآن مجید) قیامت تک کے لئے ہے"۔

* "میرے متبعین تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہیں"۔

* "جنت کا دروازہ سب سے پہلے میرے لئے کھولا جائے گا"۔

* "فلاں فلاں وقت کی نمازیں خاص میری امت کے لئے فرض ہوئیں"۔(۱)

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

○○○○○

---

(۱) نبی کریمؐ کی امتیازی خصوصیات کی تفصیل ملاحظہ ہو " سیرت شہنشاہ کونینؐ جلد اول، (صفحہ ۳۹ سے ۵۶ تک) از۔احقر محمد غوث ندوی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"خصائصِ وجودِ گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم)"

(یعنی آنحضرتؐ کے وہ خصائص ذاتی جو صرف آپ کے لئے تھے، اور آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے نہ تھے):۔اور یہ خصائص ذاتی، چند محدود امور پر مبنی ہیں اور کتاب و سنت نے ان کا آپ کے لئے مخصوص ہونا عالم آشکارا کر دیا ہے:۔

آنحضرتؐ کے خصائص ذاتی یہ ہیں:۔

(۱) نبوت اور لوازم نبوت (۲) امور متعلقہ نکاح اور ازواج مطہرات کی تعداد (۳) نماز شبانہ میں پانچ کے علاوہ مزید کی فرضیت (۴) نماز چاشت اور قربانی (۵) عصر کے بعد نماز دوگانہ (۶) صوم وصال (۷) اور صدقہ و زکاۃ کھانے کی حرمت وغیرہ۔(۱)

---

(۱) خصائص وجود گرامیؐ کی تفصیل ملاحظہ ہو سیرتِ شہنشاہِ کونینؐ جلد اول (صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۶۳ تک) از احقر محمد غوث ندوی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

"قاضی عیاضؒ نے "کتاب الشفا فی بیان حقوق المصطفیٰ" میں حسب ذیل حدیث بہ روایتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کی ہے، اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق و محاسن اعمال کی بخوبی توضیح ہوتی ہے:۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال : سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سنتہ فقال :۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ، آپؐ کا طریقہ، سنت کیا ہے تو فرمایا:۔

(۱) المعرفۃ رأس مالی	معرفت میرا راس المال ہے۔
(۲) والعقل أصل دینی	عقل میرے دین کا اصل ہے۔
(۳) والحب أساسی	محبت میری بنیاد ہے۔
(۴) والشوق مرکبی	شوق میری سواری ہے۔
(۵) وذکر اللہ أنیسی	ذکرِ الٰہی میرا ہمراز ہے۔
(٦) والثقۃ کنزی	اعتماد میرا خزانہ ہے۔
(۷) والحزن رفیقی	غم میرا ہمدم ہے۔
(۸) والعلم سلاحی	علم میرا ہتھیار ہے۔
(۹) والصبر ردائی	صبر میری چادر ہے۔
(۱۰) والرضا غنیمتی	رضا میری غنیمت ہے۔
(۱۱) والعجز فخری	عجز میرا فخر ہے۔

(۱۲) والزهد حرفتی — زہد میرا پیشہ ہے۔

(۱۳) والیقین قوتی — یقین میری روزی یا میری طاقت ہے۔

(۱۴) والطاعة حسبی — طاعت میری کفایت ہے۔

(۱۵) والصدق شفیعی — صدق (سچائی) میرا شفاعت کار ہے۔

(۱۶) والجهاد خلقی — جہاد میرا شیوہ ہے۔

(۱۷) وقرة عینی فی الصلاة — میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔(۱)

وصلی الله علیه وعلیٰ آله واُصحابه واَزواجه و ذریاته واَهل بیته اُجمعین وبارک وسلم .

OOOOO

---

(۱) سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل ملاحظہ ہو "سیرتِ شہنشاہِ کونین" (جلد اول) "(صفحہ ۸۵ تا ۱۰۰) از احقر محمد غوث ندوی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہنشاہِ دو جہاں کا رخِ زیبا

بزبانِ شیدائے حبیبِ الٰہ العالمین

از

محمد غوثؔ ندوی

شہنشاہِ دو جہاں کا رخِ زیبا بزبانِ شیدائے حبیبِ الٰہ العالمین

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بنت صدیق، طیبہ زوج طیب، حبیبہ، حبیبِ الٰہ سے روایت ہے کہ "ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے، اور میں چرخہ کات رہی تھی، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانیِ مبارک پر پسینہ آرہا ہے، اور پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے، یہ نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی، فرمایا عائشہ! تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی پیشانی پر پسینہ ہے، اور پسینہ کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔ اس نظارے نے مجھے سراپا چشمِ حیراں کر دیا ہے:۔

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست
وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا "بخدا! اگر ابو کبیر ہذلی، (۱) حضورؐ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضورؐ ہی ہو سکتے ہیں"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے شعر کیا ہیں، تو میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دئے:۔

ومبرء من كل غبر حيضة
وفساد مرضعة وداء معضل
و اذا نظرت الىٰ أسرّة وجهه
برقت كبرق العارض المتهلل

---

(۱) ابو کبیر ہذلی:۔ ایامِ جاہلیت کا مشہور و معروف شاعر ہے۔

(یعنی وہ ذات بابرکات ولادت اور رضاعت کی تمام آلودگیوں سے صاف و پاک ہے، اور جب میں نے اس کے روئے تاباں پر نظر ڈالی تو اس کی شان رخشندگی ایسی تھی، جیسے کہ کسی لکہ ابر میں بجلی کوندرہی ہو")۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کو سن کر ارشاد فرمایا! "یا عائشة! "ماسررت منی کسروری منک" ("یعنی جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا، اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا")۔

محمد غوث ندوی

۹۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم
کا
حسین و جمیل سراپا

بزبانِ صحابہِ کرامؓ

از

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین و خاتم النبیین، وآلہ وأصحابہ أجمعین۔ أمّابعد!

تمہید:۔

سرورِ عالم شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس، قد و قامت، خد و خال، چال ڈھال اور وجاہت کا جو عکس حدیث پاک کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے، وہ ایک ایسی کامل و جامع ذات بابرکات کا تصور دلاتا ہے جو ذہانت، شجاعت، صبر و استقامت، راستی و دیانت، عالی ظرفی، سخاوت، فرض شناسی، وقار و انکسار اور فصاحت و بلاغت جیسے اوصاف حمیدہ کی جامع تھی، بلکہ کہنا چاہئے کہ حضورؐ کے جسمانی نقشہ میں روح نبوت کا پرتو دیکھا جاسکتا ہے، اور آپ کی وجاہت خود آپ کے مقدس مرتبہ کی ایک واضح دلیل تھی۔ آئیے قدرے تفصیل کے ساتھ اس پیکرِ حسن و جمال کے نقش و نگار کو صحابہ کرامؓ کی زبان مبارک سے سنیں:۔(۱) کیونکہ اس جمالِ جہاں آرا کو انھیں کی آنکھوں نے دیکھا تھا اور انھیں کی زبان آپ کے سراپا کو بیان کر سکتی ہے:۔

وجاہت

حضرت عبداللہؓ بن سلام حضورؐ کی وجاہت کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں نے جونہی حضورؐ کو دیکھا تو فوراً سمجھ گیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا"۔

---

(۱) صحابہ کرامؓ کی یہ ساری روایتیں شمائل ترمذی، صحیح بخاری و مسلم اور المواہب اللدنیہ سے لی گئی ہیں۔

حضرت ابو رمثہ تیمیؓ فرماتے ہیں:۔

"میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں خدا کے رسولؐ! دیکھتے ہی میں نے کہا، واقعی یہ اللہ کے نبی ہیں"۔

مقام زبدہ کی ایک معزز خاتون عرض کرتی ہیں:۔

"مطمئن رہو میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا، وہ کبھی تمہارے ساتھ بدمعاملگی کرنے والا شخص نہیں ہو سکتا، اگر ایسا آدمی اونٹ کی رقم ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گی"۔

* "ہم نے ایسا خوبرو شخص اور کہیں نہیں دیکھا، نیز ہم نے دیکھا، کہ اس کے منہ سے روشنی نکلتی تھی" (ابو قرصافہ کی والدہؓ اور خالہؓ)

* "حضورؐ سے زیادہ خوبرو میں نے کسی کو نہیں دیکھا، وہ ایسے لگتے، گویا آفتاب چمک رہا ہے" (حضرت ابو ہریرہؓ)

* "اگر تم حضور اقدسؐ کو دیکھتے، تو سمجھتے کہ سورج طلوع ہو گیا ہے" (ربیع رضؓ بنت معوذ)

* "دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا، پھر جوں جوں آپ سے قریب ہوتا جاتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا" (حضرت علیؓ)۔

* "میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضورؐ کو دیکھ رہا تھا، آپ اس وقت سرخ چادر اوڑھے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپؐ کو، بالآخر میں اس فیصلے پر پہنچا کہ حضور اکرمؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین تھے"۔ (حضرت جابرؓ بن سمرہ)

* "خوشی میں حضور اقدسؐ کا چہرہ ایسا چمکتا، گویا چاند کا ٹکڑا ہے، اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپ کی خوشی کو سمجھ جاتے تھے"۔ (حضرت کعبؓ بن مالک)

* "آپ کے چہرے پر چاند کی سی چمک تھی"۔ (حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ)

* "حضورؐ کا چہرۂ انور بدر کی طرح گولائی لئے ہوئے تھا"۔ (حضرت براءؓ

بن عازب)

* "آپ کا چہرہ بالکل گول نہیں تھا، بلکہ ہلکی گولائی لئے ہوئے تھا۔" (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

* "آپؐ کی پیشانی کشادہ تھی، ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو، جدا جدا تھے اور دونوں کے درمیان میں ایک رگ کا ابھار تھا، جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا تھا"۔ (حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ)

* "رحمتِ عالم کی مسرت پیشانی سے جھلکتی تھی" (حضرت کعبؓ بن مالک)

رنگت

* "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کی رنگت کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ:۔

* "رنگت میں نہ چونے کی طرح سفیدی تھی، اور نہ سانولا پن بلکہ گندم گوں، جس میں سفیدی غالب تھی"۔

* "رحمتِ عالمؐ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا" (حضرت علیؓ)

* "سرورِ عالمؐ کا رنگ سفید اور ملاحت دار تھا" (حضرت ابو الطفیلؓ)

* "حضورؐ کا رنگ سفید اور چمکدار تھا" (حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ)

* "حضور والاؐ ایسے نظر آتے کہ گویا چاندی سے بدن ڈھلا ہوا ہو" (حضرت ابو ہریرہؓ)

آنکھیں

* "حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ "سرورِ عالمؐ کی آنکھیں سیاہ، اور پلکیں دراز تھیں"۔

* "آپؐ کی پتلیاں سیاہ تھیں، نظریں نیچی رہتی تھیں، اور گوشہ چشم سے

دیکھنے کا حیادارانہ انداز تھا"۔(حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ)

* "آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے، آنکھوں کا خانہ لمبا تھا، اور (وہ پیاری آنکھیں) قدرتی سرمگیں تھیں"۔(حضرت جابرؓ بن سمرہ)

ناک

* ہندؓ بن ابی ہالہ کا ارشاد ہے کہ "رحمتِ عالم" کی ناک بلندی مائل تھی اور اس پر نورانی چمک تھی اور ابتدائی نظر میں بڑی معلوم ہوتی تھی"۔

رخسار

* ہندؓ بن ابی ہالہ حضورؐ کے مبارک رخسار کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

* "حضورؐ کے مبارک رخسار ہموار اور ہلکے تھے، اور نیچے کو ذرا سا گوشت ڈھلکا ہوا تھا"

دہن

* ہندؓ بن ابی ہالہ دہنِ مبارک کے تعلق سے رقمطراز ہیں کہ:۔

* "حضورؐ کا دہنِ مبارک بہ اعتدال فراخ تھا"۔

دندانِ مبارک

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دندانِ مبارک کے تعلق سے ارشاد ہے کہ:۔

* "آپ کے دندانِ مبارک باریک اور آبدار تھے، سامنے کے دانتوں میں خوشنما ریخیں تھیں"۔

ریش

* حضرت ابو ھریرہؓ کا ریشِ مبارک کے تعلق سے ارشاد گرامی ہے کہ:۔
* "ریشِ مبارک بھرپور اور گنجان بال لئے ہوئے تھی"۔

گردن

* "ہندؓ بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ "حضورؐ کی گردن پتلی اور لمبی تھی، جیسے مورتی کی طرح خوبصورتی سے تراشی گئی ہو"۔اور فرماتے ہیں کہ "آپ کی گردن کی رنگت چاندی جیسی اجلی اور خوشنما تھی"۔

سر

* سرِ مبارک کے تعلق سے ہندؓ بن ابی ہالہ رقمطراز ہیں:۔
* "آپؐ کا سر بڑا تھا مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ"۔

بال

* "حضرت ابو ہریرہؓ موئے مبارک کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔
* "موئے مبارک قدرے خمدار تھے"
* "آپؐ کے بال نہ بالکل سیدھے تنے ہوئے تھے اور نہ ہی زیادہ پیچدار تھے"۔ (حضرت ابو قتادہؓ)
* "موئے مبارک ہلکا خم لئے ہوئے تھے" (حضرت انسؓ بن مالک)
* "موئے مبارک گنجان تھے، کبھی کبھی کانوں کی لو تک لمبے! کبھی کبھی شانوں تک بال ہوا کرتے تھے" (حضرت براءؓ بن عازب)
* "حضور کے بالوں میں کبھی درمیان سے نکلی ہوئی مانگ ہوا کرتی تھی" (ہندؓ بن ابی ہالہ)
* "حضورؐ کے بدن پر بال زیادہ نہ تھے، اور سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی"۔(حضرت علیؓ)

* "آپ کے کندھوں، بازوؤں اور سینہ کے بالائی حصہ پر تھوڑے سے بال تھے"

(حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ)

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا جامع نقش و نگار

"حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن گٹھا ہوا تھا اور اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، (۱) قدِ مبارک نہ زیادہ لمبا تھا اور نہ پست بلکہ میانہ تھا (۲)، قد و قامتِ مبارک مائل بہ درازی تھا، مجمع میں اگر آپؐ ہوں تو دوسروں سے قد نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا (۳)، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرمؐ سے بڑھ کر بہادر اور زور آور کسی کو نہیں دیکھا۔ رحمت عالمؐ کا سینہ چوڑا تھا اور پیٹ ہموار (۴)، کندھوں کا درمیانی حصہ پر گوشت تھا (۵) حضورؐ کی کلائیاں دراز تھیں، ہتھیلیاں فراخ، اور انگلیاں موزوں حد تک دراز تھیں (۱) ایسی کہ ریشم کا دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو حضورؐ کے ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و گداز ہو (۲) اور حضورؐ اقدس کی پنڈلیاں پر گوشت نہ تھیں بلکہ ہلکی ہلکی ستی ہوئی تھیں (۵) اور ایڑیوں پر گوشت بہت کم تھا (۵)

"ہندؓ بن ابی ہالہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضور عالمؐ کی ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت تھے، تلوے قدرے گہرے، اور قدم چکنے تھے ایسے کہ پانی نیچے نہ ٹھیرے"۔ (۶)

---

(۱) ہندؓ بن ابی ہالہ (۲) حضرت انسؓ (۳) حضرت براء بن عازب (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت جابر بن سمرہؓ (۶) نوٹ۔ (یہ سب روایتیں ہم نے شمائل ترمذی، صحیح بخاری و مسلم اور المواہب اللدنیہ سے نقل کی ہیں)

سرورِ دو جہاں کے حسن و جمال کا جامع سراپا

(بہ زبانِ ام معبدؓ)

یوں تو حضور اقدسؐ کے متعدد صحابہؓ نے آپؐ کی شخصیت کے مرقعے لفظوں میں پیش کئے ہیں، لیکن ام معبدؓ نے حضور پاکؐ کا جو حسین و جمیل سراپا کھینچا ہے، اس کا کوئی جواب نہیں، وادی، ہجرت کا سفر طئے کرتے ہوئے جب سرور عالمؐ اپنی منزل اول غار ثور سے چلے، تو پہلے ہی روز قوم خزاعہ کی اس نیک نہاد بڑھیا کا خیمہ راہ میں پڑا، حضورؐ اور آپؐ کے ہمراہی بھوکے تھے، فیضان خاص تھا کہ ایک مریل سی بکری نے اس لمحہ وافر مقدار میں دودھ دیا، حضور اقدسؐ نے بھی پیا، اور ہمراہیوں نے بھی، اور کچھ بچ رہا۔ ام معبد کے شوہر نے گھر آکر اس دودھ کو دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے سارا حال بیان کیا، وہ پوچھنے لگا کہ اچھا اس معزز قریشی کا نقشہ تو بیان کرو، کیا یہ وہی ذات تو نہیں جس کی لوگوں کو تمنا ہے۔ ام معبد نے حسین ترین الفاظ میں آپ کے حسن و جمال کا نقشہ کھینچا۔ اصل عربی میں دیکھنے کی چیز ہے، ہم یہاں صرف ان ادبی شہ پاروں کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں، اور وہ یہ ہیں:-

"میں نے ایک انسان دیکھا، پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، موزوں گردن، روشن اور چمکتے ہوئے دیدے، سرمگیں آنکھیں، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ وقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو دل ان کی طرف کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن و جمال کا آئینہ، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، اور نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو، بلکہ ایک شاخِ گل ہے، جو دونوں

شاخوں کے درمیان ہو۔(۱) (یعنی زیبندہ نہال کی شاخ اور خوش منظر قد) ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں (۲) مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو"۔(۳)

صورت تری جامع کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کے رخ زیبا اور اخلاق حمیدہ کا عکس اس شعر میں پیش کیا ہے۔ جو نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا شعر ہے۔

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للأرامل

(وہ گورے مکھڑے والا، جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، وہ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی آبرو ہے)

وہ سپہ گاہِ یتیماں ، آبروئے بیوگاں
وجہِ بارانِ کرم ہے جس کا روئے تابناک

---

(۱) ایک فارسی نعت کا یہ شعر شاید اسی مفہوم کا ترجمان ہے:۔

نخلِ قدش کہ از چمن جاں برآمدہ
شاخِ گلے بہ صورتِ انسان برآمدہ

(۲) جن کا ثانی نہیں اک ایک مصاحب ایسا
ایسے بندے نہ کہیں ہوں گے نہ صاحب ایسا (انیسؔ)

(۳) (ابن ہشام ج ۲ ص ۵۵، البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۶۵)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ، اوصافِ حمیدہ خصائلِ شریفہ اور حلیہء مبارک

(بہ یک نظر)

از

خاکپائے رسول اکرمؐ

محمد غوثؔ ندوی

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لباسِ جمال و کمال سے آراستہ فرمایا تھا اور آپ کو محبت و دلکشی اور رعب و ہیبت کا حسین و جمیل پیکر بنایا تھا، ہم یہاں اس پیکرِ حسن و جمال، مجمع کمال کے خصائلِ شریفہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ احادیثِ شریفہ کی روشنی میں نقل کرتے ہیں:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین و جمیل، سب سے زیادہ سخی و فیاض اور سب سے زیادہ شجاع و بہادر تھے۔"(۱)

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ بیان کرتے ہیں کہ "رحمت عالمؐ، خوددار، باوقار اور شان و شوکت کے حامل تھے، اور دوسروں کی نگاہ میں بھی آپ نہایت پرشکوہ تھے، اور آپ کا روئے انور چودھویں رات کی طرح چمکتا دمکتا تھا"۔(۲)

براءؓ بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے، میں نے آپ کو ایک مرتبہ سرخ قبا میں دیکھا، اس سے اچھی چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی"(۳)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "آپؐ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ کریم تھے، اور ہنستے مسکراتے رہتے تھے"(۴)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اہل و عیال پر شفیق و رحیم ہو"۔(۵)

---

(۱) الادب المفرد بروایت صحیحین (۲) شمائل ترمذی (۳) صحیح بخاری و مسلم (۴) الادب المفرد للبخاری (۵) متفق علیہ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے معاملے میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں" (۱)

"حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ "آپ میانہ قد تھے، طول کی طرف کسی قدر مائل، رنگ نہایت گورا، ریش مبارک کے بال سیاہ، دہانہ نہایت متناسب اور حسین، آنکھوں کی پلکیں دراز، چوڑے شانے، میں نے آپ جیسا صاحب جمال و کمال (نہ آپ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد) کبھی نہیں دیکھا" (۲)

"حضرت انسؓ راوی ہیں کہ "میں نے حریر و دیباج کو بھی آپ کے دست مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا، اور نہ آپ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی" (۳)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ "جو کوئی پہلی بار حضورؐ کے سامنے آجاتا وہ ٹھٹک جاتا، اور جو پہچان کر پاس آبیٹھتا وہ شیدا (عاشق) ہوجاتا، دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضورؐ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا" (۴)۔

حضرت عبداللہؓ بن عباس سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی اور داد و دہش میں بادِ صبا سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے"۔

حضرت ام سلیمؓ بیان کرتی ہیں کہ "آپ کا پسینہ سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے"۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی شئے ایسی نہیں چھوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو، اور میں نے کبھی کوئی ایسا عطر نہیں سونگھا جو نبی کریمؐ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو" (۵)

---

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) شمائل ترمذی (۴) ابو داؤد و نسائی
(۵) ۔ بس گئی ہے فضا میں نکہتِ حسن وہ جہاں بھی جدھر سے گزرے ہیں (غوثؔ)

حضرت جابرؓ بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ "حضورؐ کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید و روشن تھا، پسینہ کی بوند حضورؐ کے چہرے پر ایسی نظر آتی جیسے موتی"۔

حضرت جابرؓ بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سرور عالم مسجد سے نکل رہے تھے کہ میں سامنے آیا تو میرے رخسار پر حضور اکرمؐ نے ہاتھ رکھا، مجھے ٹھنڈک سی محسوس ہوئی اور ایسی خوشبو آئی کہ گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا ہو(۱)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ "ایک رات چاندنی رات تھی، اور نبی کریمؐ حلۂ حمراء اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا، اور کبھی حضورؐ پر نگاہ ڈالتا، بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضورؐ چاند سے زیادہ خوشنما اور روشن ہیں"۔

اس روایت کے الفاظ "**فاذاھو أحسن عندی من القمر**" میں لفظ "عندی" عجیب طور پر لذتِ دید کا غماز ہے۔

وہی چہرۂ انور جس کے دیدار سے حضرت جابرؓ کی آنکھیں روشن ہوئی تھیں، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو آپؐ کا چہرۂ انور پہلی ہی لذت نظر میں قلب کو منور کر جاتا ہے اور بے ساختہ ان کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل جاتے ہیں:

"**فلما استبنت وجھه عرفت أن وجھه لیس بوجه کذاب**"

(جب حضورؐ کے چہرۂ انور پر میری نظر پڑی تو میں پہچان گیا کہ یہ روشن چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا")

غرض! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق و محاسن اعمال، نوازش و

---

(۱) یہ ساری روایتیں شمائل ترمذی اور "الادب المفرد" بہ روایت صحیحین نقل کی گئی ہیں۔

کرم گستری اور تواضع میں ساری انسانیت کے امام و مقتدی و پیشوا تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم ۔۴) (بے شک آپ بہت عظیم اخلاق کے حامل ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:۔

"أدبنی ربی فأحسن تأدیبی ۔" (میری تربیت اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے، اور بہترین فرمائی ہے)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الأخلاق وکمال محاسن الأعمال"

(شرح السنۃ و مشکاۃ المصابیح)۔(اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کے تتمہ اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے)۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:۔

"کان خلقہ القرآن" (صحیح مسلم)۔(آپ اخلاق میں قرآن پاک کا نمونہ تھے)۔

۱۰۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أدعیۂ نبویہ
صلی اللہ علیہ وسلم

از

محمد غوثؔ ندوی

اُدعیۂ نبویہ(۱)

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں بارگاہ رب العالمین سے عاجزی و انکساری کے جذبات ہر جگہ نظر آتے ہیں، یہاں ہم مظہر خلق عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دعاؤں کو نقل کرتے ہیں، جن میں آنحضرتؐ عجز و درماندگی کا اظہار اپنے پالنہار کے سامنے پیش فرمارہے ہیں، اور نہایت الحاح و زاری کے ساتھ ہاتھ پھیلائے ہوئے عرض پرداز ہیں:۔

(۱) پہلی دعا جس کو آپ نے طائف میں مانگا تھا، جب کہ اہل طائف نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی تھی، جس کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر سے خون بہنے لگا تھا، اور نعلین مبارک خون کی وجہ سے جم گئے تھے، آپ پر بار بار غشی آجاتی تھی، اور آپ رہ رہ کر گر پڑتے تھے، اور آپ اہل طائف کے لئے زخم کھاکر پھول برسارہے تھے اور فرماتے تھے، "اے اللہ اہل طائف پر رحم فرما، اور ان کو ہدایت پر جھکا۔ اس وقت آپ نے جو آہ و مناجات اپنے رب سے کی تھی وہ یہ ہے:۔

"اللھم انک تری مکانی وتسمع کلامی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک شیئی من اُمری وأنا الرجل المشفق والمقمر المعترف بذنبی وأنا المستغیث المستجیر۔ أسألک مسئلة المسکین وأبتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل ، وأدعوک دعاء الخائف الضریر ودعاء من خضعت لک رقبته ، وفاضت لک عبرته ،

---

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادعیہ ماثورہ کی تفصیل حصن حصین، و مسنون دعاؤں میں ملاحظہ فرمائیں۔

وذل لک جسمه ورغم لک أنفه ألا تجعلنی بدعائک شقیا ، وکن بی رؤوفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین "

(یا اللہ تو میری پوزیشن دیکھ رہا ہے، میرا کلام سن رہا ہے، میرے ظاہر و پنہاں کو خوب جانتا ہے۔ میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تو ڈرنے والا ہوں، اپنی کمزوری کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں، میں فریادی و پناہ کا خواہاں ہوں، تجھ سے مسکین بن کر سوال کرتا ہوں، گنہگار و ذلیل کی طرح تیرے سامنے چلاتا ہوں، نابینا و خوفزدہ کی طرح مدد کو پکارتا ہوں، میری پکار اس شخص کی سی ہے، جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو، جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں، جسم جھکا ہو، اور ناک زمین پر رگڑ رہا ہو، اے میرے پروردگار، معبود برحق مجھے اپنی رحمت سے محروم نہ رکھنا، میرے ساتھ رافت و مہربانی اور رحم کا برتاؤ کرنا، اے میرے مالک و آقا تو سب سے بڑھ کر فریادرس ہے، اور تو سب سے بڑھکر جود و عطا کرنے والا ہے")۔

(۲) حضورؐ کی دوسری دعا تہجد والی ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب بندہ اپنے پروردگار سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، سرور دوجہاںؐ کا جو مقام بلند ہے وہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے، حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے:۔

"لی مع اللہ وقت لایسعنی ملک مقرب ولا نبی مرسل"

(مجھے قربِ حق تعالیٰ میں وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کسی مقرب فرشتہ کی رسائی ہو سکتی ہے اور نہ کسی نبی مبعوث کی)۔

حدیث میں آیا ہے کہ تہجد کے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے، تو پہلے سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی پانچ آیتیں تلاوت فرماتے، پھر سرتاپا روحانیت میں ڈوبی ہوئی اس دعا کو پڑھتے:۔

"اللھم لک الحمدُ أنت نور السماوات والأرض ، ولک الحمد ، أنت قیام السطوات والأرض ، ولک الحمد ، أنت رب السماوات

والارض ، ومن فیھن ، أنت الحق و وعدک الحق ، وقولک الحق ولقاؤک الحق ، والجنة حق و النار حق والساعة حق ، اللھم لک أسلمت وبک آمنت و علیک توکلت والیک أنبت ، وبک خاصمت والیک حاکمت ، فاغفر لی ما قدمت وأخرت وأسررت وأعلنت ، أنت الٰھی ، لاالٰہ الا انت"

(صحیح مسلم باب الدعاء فی صلاۃ اللیل)

"خدایا تیری حمد ہو، تو آسمان و زمین کا نور ہے، تیری حمد ہو، تو آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے، تیری حمد ہو، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے، تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری بات حق ہے، تجھ سے ملنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت حق ہے، خداوندا! میں نے تیرے ہی آستانہ پر سر جھکایا ہے، تجھی پر ایمان لایا ہوں، تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، تیری ہی طرف میں لوٹتا ہوں، تیرے ہی زور پر جھگڑتا ہوں، تجھی سے فیصلہ چاہتا ہوں، تو میرا اگلا اور پچھلا کھلا اور چھپا، ہر ایک گناہ معاف کر، تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں"۔

(۳) حضورؐ کی تیسری دعا یہ ہے کہ، جب نور مجسم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ میں فجر کی سنت ادا فرمانے کے بعد، مسجد نبوی تشریف لے جاتے تو اس وقت زبان مبارک پر یہ نورانی دعا ہوتی:۔

"اللھم اجعل فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً وفی سمعی نوراً وعن یمینی نوراً و عن یساری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً ، واجعل لی نوراً وفی لسانی نوراً وفی دمی نوراً وفی عصبی نوراً وفی لحمی نوراً وفی شعری نوراً وفی بشری نوراً وفی نفسی نوراً۔ اللھم أعطنی نوراً۔ اللھم أعظم لی نوراً ، اللھم اجعلنی

نوراً۔

(صحیح مسلم باب الدعاء فی صلاۃ اللیل)

"الٰہی میرے قلب میں نور پیدا کر دے، میری آنکھوں میں اور میری قوت سامعہ میں نور پیدا کر، میرے دائیں اور بائیں نور پیدا کر، میرے اوپر اور میرے نیچے نور پیدا کر، میرے آگے اور میرے پیچھے نور پیدا کر، مجھے نور مجسم بنادے، میری زبان میں نور پیدا کر، میرے خون میں اور میرے پٹھوں میں نور پیدا کر، میرے گوشت میں نور عطا کر، میرے بالوں میں اور میری جلد میں نور پیدا کر، میری جان میں نور پیدا کر، خدایا! مجھے نور عطا فرمائیو، خداوندا! میرے نور کو بڑھائیو، بارِ الٰہا! مجھے "نور ہی نور" بنادیجئو"۔(آمین)

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

سرورِ دو جہاں ؐ کی شان میں منتخب

"نثری نعت و مدح"

(جو آپؐ کے حسن و جمال و کمال، مکارم اخلاق و
محاسن اعمال پر مبنی ہے)

از
خاکپائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"نعت و مدح"

نعت کا عنوان اردو میں ان اشعار کے لئے مخصوص ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے جاتے ہیں۔ عربی میں یہ لفظ صفت کا مرادف ہے، اور عربی میں اس مقصد کے لئے "مدح" کا لفظ مستعمل ہے اور نظم و نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو "مدح یا قصیدہ کہا جائے گا، اور اگر مرنے کے بعد اس کے اوصاف و مناقب بیان کئے جائیں تو اس کو مرثیہ کہا جائے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ آپ کی شان میں جو کچھ کہا گیا، یا کہا جائے گا، وہ سب مدح و نعت کی تعریف میں آئے گا۔ کیوں کہ آپ کا نام اور کام، ہمیشہ زندہ ہے، اور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

"ورفعنا لک ذکرک"۔ (اے نبی ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازۂ ذکر بلند کیا ہے)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیشگوئی ہے، جو تا قیام قیامت قائم رہے گی اور اس "رفع ذکر مبارک" میں آپ کی سیرت و تاریخ، اقوال و افعال و احوال، حلیہ و شمائل، اخلاق و عادات، نعت و منقبت، مدح و توصیف سبھی شامل ہوگئے کہ، "ذکر ان سب کو مستلزم ہے۔

صحابہ کرامؓ کے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و تعلق کے لئے ہم اپنے الفاظ کے محدود ذخیرے میں صرف "عشق" کا لفظ پاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس عشق و محبت کا اظہار الفاظ سے کم اور اپنے عمل سے زیادہ کیا تھا، انہوں نے

اپنی جانیں قربان کر کے اس دولتِ بیدار کو حاصل کیا تھا:۔

عشق و محبت کا صحیح راز اس حدیث پاک میں کھولا گیا ہے:۔

لایؤمن أحدکم حتیٰ اکون أحب الیه من والده و ولده والناس أجمعین

(" کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے میرے ساتھ اس کے ماں باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو ")

دوسری حدیث پاک میں اس طرح ارشاد ہوا ہے:۔

لایؤمن أحدکم حتیٰ اکون أحب الیه من أهله و ماله۔

(" کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے، اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں ")

غرض یہ کہ حضورؐ سے محبت کا صحیح نقشہ صحابہؓ کی زندگی میں دیکھیں، اب ہم یہاں صحابہؓ کی حضورؐ سے محبت کی چند عملی مثالیں پیش کرتے ہیں:۔(جس کو ہم نے نثری نعت کا نام دیا ہے)

(۱) عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالیؐ میں روانہ کیا تھا، اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آکر بتائے، عروہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو بقیہ آبِ وضو پر صحابہؓ یوں گرتے پڑتے ہیں کہ گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضورؐ کے لب کو زمین پر نہیں گرنے دیتے، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضورؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے ہیں، حضورؐ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضورؐ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر بیان کیا کہ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا، اور قیصر کا دربار بھی دیکھا، اور

نجاشی کا دربار بھی، مگر اصحاب محمدؐ جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔

(۲) زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا، اور قریش نے انھیں قتل کے لئے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لئے چلے تو ابو سفیان بن حرب نے ان سے کہا، زید تجھے خدا ہی کی قسم! تم چاہتے ہو کہ محمدؐ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے، زیدؓ نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا چبھے، ابو سفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسے اصحابِ محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(۳) جنگِ احد کا ذکر ہے۔ ایک صحابیہؓ کا باپ، بھائی اور شوہر قتل ہو گئے تھے۔ وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی، اس نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں، لوگوں نے کہا بحمد اللہ بخیریت ہیں، جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھادو کہ چہرۂ انورؐ کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرۂ مبارک پر پڑی تو، وہ جوش دل سے بول اٹھی:

"کل مصیبة بعدک جلل یا رسول اللہ"

"یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ غرض! یہ نثری جملہ ہزاروں نحتیہ کلام پر بھاری ہے"۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیںؐ ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم
(علامہ شبلی)

(۴) "حضرت عمروؓ بن العاص فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضورؐ اکرم کا جلال اس قدر تھا کہ

میں آنکھ بھر کر حضورؐ کو دیکھ نہیں سکتا تھا"۔

(۵) "حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری محبت کیسی تھی: فرمایا بخدا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال، اولاد فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے، اور اس سے زیادہ ان کی طلب ہمارے دلوں میں تھی جتنی ایک پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی ہوتی ہے"۔

(۶) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحابہؓ نے جب حضورؐ کے اخلاق حمیدہ دریافت فرمائے تو فرمایا! کیا تم قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتے؟

"کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن"

(یعنی قرآنِ مجید سارے کا سارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ ہیں)۔

سبحان اللہ! یہ ایک جملہ حضور اکرمؐ کی "نعت و مدح" میں ہزاروں شعری دیوانوں پر بھاری ہے۔

صورت تری جامع کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

OOOOO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ دو جہاں کی شان میں منتخب

(شعری نعت و مدح)

(جو آپ کے حسن و جمال، مکارم اخلاق و
محاسن اعمال پر مشتمل ہے)۔

از

محمد غوث ندوی

عربی نعت گویان عالم کے ملک الشعراء حضرت حسان بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے ساتھ وابستہ ہے، انھوں نے نعت نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے، ان کے نعتیہ اشعار سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، ہم یہاں ان کے آٹھ مشہور نعتیہ اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، جو فصاحت و بلاغت کے شاہکار ہیں، اور ان کا ہر شعر حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا ہے ہر شعر کو پڑھئے، اور سرور دو جہاںؐ پر صلاۃ و سلام بھیجئے:۔

عربی
نعت و مدح

" أغر عليه للنبوة خاتم
من الله مشهود يلوح و يشهد "

(آپؐ روشن ہیں، آپ پر مہر نبوت ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، جو چمکتی ہے، اور گواہی دیتی ہے)۔

" وضم الاله اسم النبى الى اسمه
اذا قال فى الخمس المؤذن اشهد "

رباعی

روئے شہ دیں چاہئے مدحت کے لئے
قرآں کی ضرورت ہے تلاوت کے لئے
وصف قد و گیسوئے نبیؐ کیوں نہ کروں
سودا ہے یہ بازار قیامت کے لئے

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کر دیا ہے، جب کہ موذن پانچوں وقت اذان میں "اشھدان لاالٰہ الااللہ" کے ساتھ "اشھدان محمداً رسول اللہ" کہتا ہے)۔

وشق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود و هذا محمد

(اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نام سے (اپنے پیغمبر کا) نام نکالا ہے، عرش والا اللہ محمود عزوجل ہے اور یہ محمدؐ ہیں)۔

" فأمسیٰ سراجا مستنیرا و هادیا
یلوح کما لاح الصقیل المهند

(وہ ایک روشن چراغ ہیں، روشنی دینے والے ہادی بن کر آئے ہیں، جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی چمکتی تلوار)۔

OOOOO

واللہ ربی لانفارق ماجدا
عف الخلیقة ماجد الأجداد

("بخدا ہم اس ذات گرامی سے روگردانی (کبھی) نہیں کریں گے، جو تمام مخلوقات میں، سب سے زیادہ پاکباز اور مجد وشرف میں باعث فخر ہے)۔

مثل الهلال مبارکا ذا رحمة
سمح الخلیقة طیب الأعواد

(مہ نو کی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خو، اور عالی نسب ہے)۔

" ان تترکوه فان ربی قادر
أمسی یعود بفضله العواد "

(اگر تم (اے مشرکین قریش!) ان کو چھوڑ بھی دوگے تو میرا رب قادر ہے،

وہ اپنے اس فضل و احسان سے آپؐ کی طرف مائل ہے جو بار بار آنے والا ہے)۔

○○○○○

" فان أبی و والدہ و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء "

(" بے شک میرا باپ اور میرے باپ کے باپ (دادا) اور میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے)(۱)

---

(۱) "نعتیہ کلام عربی زبان میں" تفصیل ملاحظہ ہو "سیرت شہنشاہ کونین" جلد اول (صفحہ ۱۷۲ سے ۲۱۳ تک) از احقر محمد غوث ندوی۔

فارسی نعت گویانِ عالم کے باتوقیر سردار
حضرت مولانا جامیؒ کی مشہور

(نعت شریف)

اے کہ عربی نسبت وامی لقب
بندۂ تو ہم عجم وہم عرب

تیغِ عرب زن کہ فصاحت تر است
صیدِ عجم کن کہ ملاحت تر است

چوں ز تو خوانند و نویسند ہم
گر تو نخوانی نہ نویسی چہ غم

از سیاہِ راست سفیدی امید
بہ کہ سیاہی نہ نہی بر سپید

حضرت مولانا جامیؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپؐ نے کسی سادہ ورق کو سیاہ نہیں کیا، کسی سیاہی میں مزید سیاہی کا اضافہ نہیں فرمایا تو اس میں کیا نقص کی بات ہے، آپؐ نے تو پوری کائنات کو روشنی عطا کی ہے، آپ کے طفیل میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے گئے، اور کتنے سیاہ نامہ ہائے اعمال دھل گئے اور روشن ہوگئے، آپ کی امت کے اہل قلم اور مصنفین نے دنیا کے کتب خانے بھر دئے، آپ کے جمال و کمال اور صورت و سیرت نے عرب و عجم سبھی کو

اپنا اسیر بنایا، آپ کی فصاحت و بلاغت نے سب کے دلوں کو مسخر کیا ہے۔

اردو نعت گویانِ عالم کے مایہ ناز شاعر حضرت امیر مینائی کی ایک مشہور نعت ہم پیش کرتے ہیں، جس میں واقعہ نگاری، اہل زبان کی فصاحت و بلاغت، محاورات کی لطافت اور ترنم، اور بحر کی موزونیت ہے، ان کا ہر شعر حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا ہے، ان کے چند اشعار سنئے، اور درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا سے لطف اٹھائے:۔

خلق کے سرور، شافعِ محشر، صلی اللہ علیہ وسلم
مرسلِ داور، خاص پیمبر، صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ مجسم، نیرِ اعظم، سرورِ عالم، مونسِ آدمؑ
نوحؑ کے ہمدم، خضرؑ کے رہبر، صلی اللہ علیہ وسلم

دولتِ دنیا خاک برابر، ہاتھ کے خالی، دل کے تونگر
مالکِ کشور، تخت نہ افسر، صلی اللہ علیہ وسلم

چشمہ جاری، خاصہ باری، گرد سواری، بادِ بہاری
آئینہ داری، فخرِ سکندر، صلی اللہ علیہ وسلم

مہر سے مملو ریشہ ریشہ، نعت امیرؔ اپنا ہے پیشہ
وِرد ہمیشہ دن بھر شب بھر، صلی اللہ علیہ وسلم

"سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلربا شخصیت"

و أجمل منک لم ترقط عینی
وأحسن منک لم تلد النساء

حسنت شرفا و شرفت قدراً
کأنک قد خلقت کما تشاء(۱)

(آپؐ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی، اور آپ سے زیادہ حسن والے وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا)
(عمدہ شرف، بلند مرتبہ، گویا آپ جیسا چاہتے تھے، ویسا ہی پیدا کئے گئے)۔

جاں بداں روئے گرامی چہ کنم گر نہ دہم
مادرِ دہر نہ دارد پسرے بہتر ازیں

(دارد کی جگہ "زاید" بھی ممکن ہے)۔

---

(۱) قبیلہ بنی زہار کی ایک نیک خاتون کے نعت و مدح میں مملو اشعار، جن کو سن کر حضورؐ نے پسند فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ دو جہاںؐ کی شان میں منتخب نعتیہ کلامِ حافظؔ

(جس میں سرورِ کائنات کا حسن و جمال و کمال، مکارم اخلاق و محاسن اعمال کی تشریح و توضیح بیان کی گئی ہے)۔

از

گدائے بے نوا

حافظ، قاری، مولانا، ڈاکٹر محمد غوثؔ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منتخب نعتیہ کلام حافظ

تمہید

قرآن مجید کے صدہا معجزات میں سے جو آیات بینات کی شکل میں اس سراپا اعجاز کتاب کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں، ایک "ورفعنالک ذکرک" (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کا آوازہ بلند کیا) کی پیشگوئی بھی ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد سے، آپ کی ساری زندگی بھر میں، پھر آپ کے بعد سے تاقیام قیامت، مختلف ملکوں اور زبانوں کے شعراء و ادباء کی زبان و قلم آپ کی مدح و توصیف اور نعت میں مشغول رہے، اور رہیں گے۔

اس سلسلہ میں عربی زبان کا دامن، جس میں کلام اللہ نازل ہوا، اور جو نبوت کی ترجمان تھی، اور جس کے بولنے والوں کی آنکھیں اس جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوئیں، اور جن کی گھٹی میں شاعری پڑی ہوئی تھی۔ نعت کے موتیوں سے بھرپور ہے۔ اس کے بعد سید العرب والعجم کے حضور میں شعرائے عجم کا خراج عقیدت ہے، اور فارسی زبان کا قدم (عربی) کے بعد اس وادی ایمن کی رہ نوردی میں سب سے آگے ہے، اردو چونکہ اسی کی ساختہ پرداختہ ہے، اس کے بعد اسی کا درجہ ہے، سرور کونینؐ کی مدح و توصیف "بہ زبان شعراء عرب و عجم" سیرت شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی "جلد اول" میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اب ہم یہاں اپنا "منتخب نعتیہ کلام" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، جن میں سرور کونینؐ کے مکارم اخلاق و محاسن اعمال کی تشریح و توضیح بیان کی گئی ہے۔

منتخب نعتیہ کلامِ حافظ

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں بھرے نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

منہ سے کسی کے ، نامِ نبی جب نکل گیا
سینے میں عاشقوں کے کلیجہ اچھل گیا

منہ سے صدف کے ، نام نبی جب نکل گیا
شکل گہر میں قطرۂ نیساں بدل گیا

مدت ہوئی تلاش نبی میں نکل گیا
پہلو میں دل ہمارا نہیں آج کل گیا

جب نعت سے مذاق طبیعت بدل گیا
اس کے مزے کے سامنے لطف غزل گیا

آئے ہیں جاکے اتنے میں کہ جتنی دیر میں
" صل علی " زبان فلک سے نکل گیا

محشر میں دستگیری۔ شاہ انام سے
گرتا ہوا صراط کے پل سے سنبھل گیا

حافظ بلا میں یار بھی اغیار بن گئے
قسمت بدل گئی تو زمانہ بدل گیا

سرورِ دو جہاںؐ نے میرے سوئے ہوئے نصیب کو کس طرح جگایا، اور ہم نے اپنا سب کچھ کس لئے کھویا ملاحظہ ہو:۔

دیدار خواب میں جو نبی نے دکھا دیا
سوئے ہوئے نصیب کو میرے جگا دیا

مجھ کو مرے خدا نے بڑا مرتبہ دیا
اپنے حبیب خاص کا عاشق بنا دیا

دیکھا رخِ نبی تو خجالت سے ابر میں
شمس و قمر کو چرخ بریں نے چھپا دیا

وہ اپنے دل سے آپ کا محوِ جمال ہے
موسیٰؑ کو جس نے جلوہ سے بیخود بنا دیا

لے جنس پاک عشقِ نبی، دے متاعِ دل
محشر میں کام آئے گا ایسا لیا دیا

دن رات بےخودی میں گزرتی ہے آج کل
ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا

شوخیِ زباں کی حسن بیاں سے بدل گئی
حافظؔ غزل کو ہم نے قصیدہ بنا دیا

سرورِ عالمؐ کی نکہت زلف سے سارے جہاں کا معطر ہونا، اور آپ کی تر... سے دنیا کا سنورنا، اس نعت شریف میں ملاحظہ فرمائیں:۔

تری زلف کی نکہتِ دلکشا سے
معطر زمانہ ہے سارا محمد

رسائی تو موسیٰ کی تھی طور ہی تک
ہوئے عرش پر جلوہ آرا محمد

گواہی کو اشجار خدمت میں آئے
ترا ہو گیا جب اشارہ محمد

زمانے کے بگڑے ہوئے جاہلوں کو
تری تربیت نے سنوارا محمد

فدا ہوں تصدق ہوں قرباں ہوں حافظ
مجھے جان و دل سے ہے پیارا محمد

(رباعیات)

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
یہ جو کچھ بھی ہے ، ہے برائے محمد

بنا کعبہ قبلہ تو حکم خدا سے
سبب حکم کا ہے ادائے محمد

○○○○○

بقدرِ رحمتِ چشمِ نبی یوں قدرِ عالی ہے
کہ جامی مست ہے ، ہر شعر پر صادِ غزالی ہے
فروغِ جلوۂ شمس و قمر سے خوش جمالی ہے
خدا نے شکلِ احمد نور کے سانچے میں ڈھالی ہے

○○○○○

اللہ جمیلؑ کا جمیل آتا ہے
روشن ہے جہاں عبدِ جلیل آتا ہے

آپ کے وقتِ ولادت یہی غل تھا حافظؔ
کعبے میں خدا کا یہ خلیل آتا ہے

○○○○○

اس نعتِ شریف میں حضورؐ کی شانِ بلند ملاحظہ فرمائیں:۔

کیا شان ہے اللہ غنی شان محمد
کھاتا ہے خدا بھی قسمِ جان محمد

کہتے ہیں ملک جس کو ثنا خوان محمد
قاری ہوں وہ مدحت نازان محمد

چھا جائے گھٹا رحمت حق کی سر محشر
لہرائے جو گیسوئے پریشان محمد

فردوس سے گلدستہ درودوں کا بناکر
لاتے ہیں ملک تحفۂ شایان محمد

اے خیمۂ افلاک ترا کھل گیا پردہ
ہے سایہ فگن گوشۂ دامان محمد

خورشید و قمر عکسِ جمال رخ انور
ہیں نجمِ فلک پرتوِ دندان محمد

اے صل علیٰ سوز غم ہجر کا جلوہ
ہے داغِ جگر شمعِ شبستان محمد

سرورِ کونینؐ کی بعثت کی برکت سے سارا عالم منور ہو گیا، نعت شریف میں اس نور کو ملاحظہ کیجئے:۔

جب ہوا روشن جمال سرور دیں کا چراغ
اس قدر پھیلی تجلی ، بن گئی دنیا چراغ

جگمگا اٹھا جہاں شمع ہدیٰ کے نور سے
خلق میں روشن ہدایت کے ہوئے ہرجا چراغ

اس طرح خورشید ہے روئے نبی کے روبرو
جس طرح بےنور آتا ہے نظر دن کا چراغ

خود شفاعت کو سیہ کاران امت سے ہے ربط
شب نے جونہی آنکھ کھولی سامنے پایا چراغ

اب کہاں وہ گرمیاں حافظؔ دلِ پرداغ کی
سرد مہری سے زمانہ کی ، ہوا ٹھنڈا چراغ

(رباعی)

ترے محبوب کا رتبہ خدایا
سمجھ میں " ادنیٰ منی " ہی سے آیا

کسی کی خواہشوں پر " لن ترانی "
کسی کو یوں قریب اپنے بلایا

سرورِ عالمؐ کے معجزات کی چمک، اس نعت پاک میں ملاحظہ فرمائیں:۔

آدم سے جناب عیسیٰ تک ، پائی نہ کسی نے ایسی جھلک
چمکایا خدا نے حضرت کو اک چاند بناکر تاروں میں

بول اٹھے حجر بھی مثل بشر ، خدمت میں چلے آتے تھے شجر
کیا بات تھی کیا تھا جذب اثر ، امی کے خطابی اشاروں میں

مشرق کو سجایا مثل شفق ، مغرب کو دئے حکمت کے سبق
لالہ تھا وہی صحراؤں میں ، بلبل تھا وہی گلزاروں میں

موجودہ ، گزشتہ ، آئندہ ، ان تینوں زمانوں کی زندہ
تعلیم حیات روحانی ، قرآن کے ہے سی پاروں میں

امت کی نظر ہے حضرت پر ، حضرت کی نظر ہے امت پر
اترائے نہ کیوں وہ قسمت پر ، حافظؔ بھی انہیں کے ہے پیاروں میں

OOOOO

آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت، رحمت و امانت کی نشانیاں اس نعت پاک میں ملاحظہ کیجئے:۔

نبی، خاصہ، خاصاں ، نبوت ہو تو ایسی ہو
رسائی عرش اعظم تک ، رسالت ہو تو ایسی ہو

وہ ہادی ہادیِ دوراں ، وہ رحمت رحمتِ عالم
جو ہادی ہو تو ایسا ہو ، جو رحمت ہو تو ایسی ہو

پکاریں دشمن اسلام صدیق و امیں کہہ کر
صداقت ہو تو ایسی ہو ، امانت ہو تو ایسی ہو

وہ صورت جلوۂ معنیٰ ، وہ معنیٰ جلوۂ صورت
جو معنیٰ ہوں تو ایسے ہوں ، جو صورت ہو تو ایسی ہو

خیال ماسوا ہے غوثؔ گم نور محمد میں
مٹا خود نقشِ ہر باطل ، حقیقت ہو تو ایسی ہو

رحمت عالمؐ کے "سایہ۔انور" کی لطافت کو ان اشعار میں ملاحظہ فرمائیے:۔

تن لطیف کاسایہ نظر نہیں آتا
کمال ہے شہ خوباں کی یہ لطافت کا

OOOOO

سایہ تن انور کے لئے بارگراں تھا
کیا حسن بیاں ہو ، تری نازک بدنی کا

OOOOO

کیا حکمت خالق ہے کہ قامت سے اڑاکر
کی سایہ، محبوب سے پیدا شب معراج

اس نعت میں "ذرہ کا آفتاب بننا" اور آنحضرتؐ کے "وسیلہ" سے دعا کا مستجاب ہونا، اور جذبہء دل کا کامیاب ہو جانا، ملاحظہ کیجئے:۔

در نبی پہ جسے باریاب دیکھا ہے
اس ایک ذرہ کو کُل آفتاب دیکھا ہے

تمہارے ایک ہی معجز نما اشارے میں
دو نیم ہوتے ہوئے ماہتاب دیکھا ہے

خدا سے نام محمد پہ جب دعا مانگی
دعا کو ہوتے ہوئے مستجاب دیکھا ہے

ہمارا کعبہء دل اور رسول کا جلوہ
یہ واقعہ ہے الہیٰ کہ خواب دیکھا ہے

لگائی غوثؔ نے جب دل کی لو محمد سے
ہر ایک جذبہء دل کامیاب دیکھا ہے

OOOOO

ہمارے "مکہ و مدینہ" کو بھی ذرا اس "رباعی" میں ملاحظہ فرمائیے:۔

(رباعی)

عشق شہ طیبہ ہے دفینہ میرا
اک مخزن اسرار ہے سینہ میرا

"اللہ" زبان پر ہے "محمد" دل میں
حافظ ہے وہ "کعبہ"، یہ "مدینہ" میرا

اس گدائے بے نوا "غوث ندوی" کے بلند مرتبہ کو دیکھئے اور حوروں کا، اس کو ساغر کوثر پلانا بھی دیکھئے:۔

مجھ کو مرے خدا نے بڑا مرتبہ دیا
اپنے حبیب خاص کا عاشق بنا دیا

وصف لب نبی کا جناں میں صلا دیا
حوروں نے مجھ کو ساغر کوثر پلا دیا

شوخی زباں کی حسن بیاں سے بدل گئی
قاری غزل کو ہم نے قصیدہ بنا دیا

○○○○○

آنحضرتؐ کے مرتبہ بلند کو دیکھئے اور اپنے مقام کو بھی سمجھئے:۔

سمایا ہے گل روئے محمد جب سے آنکھوں میں
میسر ہے ہمیں گھر بیٹھے ہی نظارہ جنت کا

○○○○○

ملی جگہ شب اسراء خدا کے پہلو میں
بہت بلند ہے رتبہ نبی کی قربت کا

○○○○○

ہیں خادم دربار نبی ، قیصر و کسریٰ
درباں ہے سکندر ، در سلطان غنی کا

حافظ دہن سید امی کی ثنا سے
شہرہ ہے جہاں میں تری شیریں سخنی کا

رحمت و امت کے تعلق کو دیکھئے، اور کعبہ کا سرمہ لگانا بھی ملاحظہ کیجئے:۔

نہ ہوگی یہ جدا اس سے ، نہ ہوگی وہ جدا اس سے
تعلق رحمت و امت میں ہے عرف مشدد کا

ترے روضہ کا نظارہ ہے جب مدنظر اس کو
نہ کیوں کعبے کی آنکھوں میں ہو سرمہ سنگ اسود کا

سرکار دو عالمؐ کی زیارت کو میرا شوق ملاحظہ ہو:۔

عجب کیا ہے نکل جائے جو سینہ چیر کر میرا
ہوا ہے شوق پیدا ان دنوں دل کو زیارت کا

وسیلہ، رحمت عالمؐ کی برکت سے ہماری دعاؤں کا قبول ہونا دیکھئے:۔

لیا دست دعا نے دامن تاثیر بڑھ چڑھ کر
توسل آپ کا، زینہ بنا بام اجابت کا

OOOOO

نہ کر تو ترک شغل نعت گوئی تا دم آخر
یہی حافظؔ وسیلہ ہوگا عفو جرم بیحد کا

OOOOO

دعا حافظؔ کی ہے یہ خاتمہ بالخیر ہو یارب
دم آخر مرے لب پر رہے کلمہ تشہد کا

آنحترمؐ کی ولادت باسعادت کا وقت ملاحظہ فرمائیں:۔

چمک اٹھے شہ انور سے آسمان و زمیں
چراغ خانہء ارض و سما ہوا پیدا

زبان حال سے کہتا ہے یہ دل کعبہ
مری مراد، مرا مدعا ہوا پیدا

نہیں ہے غم مجھے حافظؔ کسی مصیبت کا
کہ آج دافعِ رنج و بلا ہوا پیدا

OOOOO

آنحضرتؐ کی نسبت و تعلق کو ان نعتیہ اشعار میں ملاحظہ فرمائیں:۔

ترے جلوہ کا جو میں دیکھنے والا ہوتا
تو مرا مرتبہ اوروں سے دوبالا ہوتا

یاد دندان نبی میں جو ٹپکتے آنسو
اشک ہر ایک مرا " لولو ولالا " ہوتا

شہ کی درگاہ کے ذروں سے پہنچتا ہے یہ فیض
ورنہ اے مہر فلک منہ ترا کالا ہوتا

اس عالم دنیا پر حضورؐ کی عنایت و مہربانی ملاحظہ ہو:۔

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں، کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

اس ناچیز کو " بلبل فردوس " کا خطاب ملنے کی وجہ دیکھئے:۔

سنائی مدحت روئے نبی جو حافظؔ نے
خدا سے " بلبل فردوس " کا خطاب ملا

ہوا خیال جو وصف نبی کا محشر میں
ہمیں وضو کے لئے چشمۂ گلاب ملا

ثنائے شاہ دو عالم نے دو شرف بخشے
جہاں میں نام ہوا، حشر میں ثواب ملا

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کا وقت ملاحظہ فرمائیے:۔

دنیا بگڑ چکی تھی ہوا جب ظہور پاک
فصل خزاں میں پھول کھلا ہے گلاب کا

رب العالمین نے اپنے حبیب پاک کو کس طرح دیدار سے مشرف فرمایا، ملاحظہ ہو:۔

کیا تھا طور پر جس نے کلام پردے میں
حبیب خاص سے اپنے وہ بے نقاب ملا

رخ انور کو دیکھئے اور شمس و قمر کی بے بسی بھی دیکھئے:۔

دیکھا رخ نبی تو خجالت سے ابر میں
شمس و قمر کو چرخ بریں نے چھپا دیا

سرور کونین کے ایک اشارے سے آفتاب کے، غروب کے بعد واپس آنے اور مہتاب کے دو ٹکڑے ہونے کا حال دیکھئے:۔

رجعت خورشید حکم شاہ عالمؐ سے ہوئی
اک اشارے سے دل مہتاب دوپارہ ہوا

حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری عرش بریں کی طرف جب جارہی تھی، تو اس وقت ملائک کا استقبال دیکھئے:۔

جاتی ہے سرعرش بریں کس کی سواری
اک شور ملائک میں ہے اللہ غنی کا

گلزار دو عالم کی سرسبزی دیکھئے، اور کعبہ کی تقلید بھی دیکھئے:۔

ہوئی منظور سرسبزی جو گلزار دو عالم کی
ازل میں ابر رحمت بن گیا سایہ محمد کا

غلاف اوڑھے ہوئے رہتا ہے کملی کی طرح کالا
ہوا ہے شوق کعبہ کو بھی تقلید محمد کا

گیسوئے محمد کو دیکھئے اور رحمت حق کی گھٹا بھی دیکھئے:۔

چھا جائے گھٹا رحمت حق کی سر محشر
لہرائے جو گیسوئے پریشان محمد

"قد نری تقلب وجھک فی السماء" والی آیت پاک کی شان دیکھئے، اور کعبہ کا قبلہ ہونا بھی دیکھئے:۔

بنا کعبہ قبلہ تو حکم خدا سے
سبب حکم کا ہے ادائے محمد

اب مجھے جینے کا مزہ آنے لگا ہے، اس کی وجہ تو پوچھئے، اور ہمارے قلب کی حالت بھی دیکھئے:۔

مزہ مجھ کو جینے کا آنے لگا ہے
مرے دل میں جب سے سمائے محمد

یہ کہہ کے مناتا ہوں بے چین دل کو
وہ آئے، وہ تشریف لائے محمد

لگالوں میں آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر
میسر ہو گر خاک پائے محمد

اور میری دلی تمنا کو بھی دیکھئے:۔

تقدیر سے مجھ کو جو نظر آئے محمد
آنکھوں سے لگالوں میں کفِ پائے محمد

حسن و جمال مصطفیٰ کو دیکھئے، اور شمس و قمر کی حقیقت کو بھی دیکھئے:۔

کون ہے دونوں جہاں میں آپ سے بڑھ کر حسیں
ڈالئے کس پر نظر نور خدا کو دیکھ کر

تھے بہت مغرور اپنے حسن پر شمس و قمر
کھل گئیں آنکھیں جمال مصطفیٰ کو دیکھ کر

نور لماں بڑھ گیا نور خدا کو دیکھ کر
ہوگئی دل کی صفائی مصطفیٰ کو دیکھ کر

بلبل دل کو ریاض خلد کا دھوکا ہوا
باغ طیبہ کی بہار جانفزا کو دیکھ کر

رحمت دو جہاں کی وسعت رحمت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

دامن رحمت تمہارا یاد آتا ہے مجھے
اے شہ دیں وسعتِ ارض و سماء کو دیکھ کر

ہماری مدحت سرائی کو دیکھئے، اور جبرئیل کی بشارت کو بھی سنئیے:۔

دی بشارت جنت فردوس کی جبریلؑ نے
روز محشر حافظؔ مدحت سرا کو دیکھ کر

اور آنحضرتؐ کے عشق میں مرنے کا صلہ بھی دیکھئے:۔

ملا ہے مرتبہ یہ عشق آنحضرت میں مرنے سے
ملک بہر زیارت آرہے ہیں میرے مدفن پر

شہِ معراج جب "لامکاں" پہنچے تو دیکھو کیسے نازاں و فرحاں تھے:۔

لامکاں میں تھے شہِ معراج نازاں اس طرح
صاحبِ خانہ کو جیسے اپنے ہو گھر پر گھمنڈ

آسماں کا گھمنڈ کس طرح ٹوٹا اور اس مدحت سرائے آقا پر حور و غلمان کا فخر کرنا ملاحظہ فرمائیے:۔

آنکھیں کھل جاتیں جو روئے مصطفیٰ کو دیکھتا
آسماں کو ہے بڑا خورشید انور پر گھمنڈ

فخر سے کرتے ہیں باہم ذکر حافظ خلد میں
حور و غلماں کو نبیؐ کے ہے ثناگر پر گھمنڈ

روئے نبی کے سامنے خورشید کی بے بسی کو بھی دیکھئے:۔

اس طرح خورشید ہے روئے نبی کے روبرو
جس طرح بے نور آتا ہے نظر دن کا چراغ

مدینہ منورہ میں کبھی میرے جو دن گذرے تھے، ان کی کیفیت ملاحظہ ہو:۔

وہ دن بھی عجب دن تھے ، میں اور مدینہ تھا
میں تھا مری آنکھیں تھی ، تربت تھی محمد کی

خود آئے وہ بے پردہ سینے میں مدینہ سے
بیتاب امنگوں میں حسرت تھی محمد کی

میرے مولا نے مجھے کیوں بخش دیا، اس راز کو بھی سمجھ لیجئے:۔

کیوں بخش دیا مجھ کو مولا نے کہ کیا کہئے
تھی بات فقط اتنی الفت تھی محمد کی

رحمت دو جہاں کے اسوہ۔ حسنہ اور خلق عظیم کی شان و عظمت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

کمال خلق سے اپنے سنوارا بزم قدرت کو
عجب انداز سے وہ رونق ارض و سما آئے

امانت کا، کرم کا، عدل کا، الطاف و رحمت کا
نمونہ بن کے اس بزم جہاں میں مصطفیٰ آئے

مٹا دینے کو باطل، روشنی حق کی بڑھانے کو
جہاں میں مرحبا " صل علیٰ " کیا حق نما آئے

نبوت کی، رسالت کی، صداقت کی، شفاعت کی
لئے مہر نبوت تاجدار انبیا آئے

ضلالت سے بچانے کو، رہ مولا دکھانے کو
کہاں ایسے مکمل اور اکمل رہنما آئے

بھلا اس ذات والا کی حقیقت کوئی کیا سمجھے
کہ جان مدعا بن کر وہ شانِ کبریا آئے

"لولاک لما خلقت الأفلاک" والی حدیث کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں:۔

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
یہ جو کچھ بھی ہے ، ہے برائے محمدؐ

ہماری محبت اور قسمت کو بھی ذرا دیکھئے:۔

اسیر عشق احمد ہوں ، جو قسمت ہو تو ایسی ہو
سراپا رحمت جاں ہے ، محبت ہو تو ایسی ہو

سرور عالمؐ کی صداقت و امانت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

پکاریں دشمن اسلام ، صدیق و امیں کہہ کر
صداقت ہو تو ایسی ہو ، امانت ہو تو ایسی ہو

روز محشر اس عاصی و گنہگار پر رحمت دو جہاںؐ کی عنایت ملاحظہ فرمائیں:۔

خورشید قیامت کا قابو نہ چلا مجھ پر
گھیرے ہوئے مجرم کو رحمت تھی محمد کی

کیوں بخش دیا مجھ کو مولا نے کہ کیا کہئے
تھی بات فقط اتنی الفت تھی محمد کی

کیوں روز جزا بخشش حافظ کی نہیں ہوتی
محبوب مرے رب کو مدحت تھی محمد کی

ہمارے جذبہ، دل کی کامیابی بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

لگائی غوثؔ نے جب دل کی لو محمد سے
ہر ایک جذبہ، دل کامیاب دیکھا ہے

دل مضطرب کو دیکھئے اور میرے مقدر کو بھی دیکھئے:۔

نگاہ تمنا جھکی جارہی ہے، نہ جانے یہ کیسا مقام آرہا ہے
دھڑکنے لگا کیوں دل مضطرب اب، محمد کا ہونٹوں پہ نام آرہا ہے

یہ میدان محشر تماشا تو دیکھو، یہ کون آج مست خرام آرہا ہے
فرشتے نگاہیں بچھانے لگے ہیں، تمام انبیاء کا امام آرہا ہے

دم نزع حافظؔ کوئی کہہ رہا ہے، بلاتے ہیں چل تجھ کو طیبہ میں آقا
مقدر تو دیکھو نبی کی طرف سے جواب و سلام و پیام آرہا ہے

حضور پاکؐ کی بارگاہ میں میرے "سلام" کا آخری شعر (جمال جہاں آرا) پر قربان و نثار ہوتے ہوئے عرض پرداز ہے:۔

لطف تو جب سلام کا ہے غوثؔ
جان کے ساتھ ہو نثار "سلام"

آخر میں، ذات اقدسؐ کی حقیقت کو سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے، میرے "منتخب نعتیہ کلام" کے باب کو ختم کرتا ہوں:۔

حقیقت ذات اقدسؐ کی سنادوں صاف میں حافظؔ
دو عالم کا خلاصہ بن کے ختم الانبیاء آئے

ازگدائے بے نوا
محمد غوثؔ ندوی

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات اقدس
کامل واکمل نمونہ ہے

از

امیدوارِ رحمت
محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس، کامل واکمل نمونہ ہے"

"لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ"

سرور کائناتؐ کی زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے لیکر وفات تک آپ کے زمانہ کے لوگوں کے سامنے، اور آپ کی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے، آپؐ کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گذرا جو کہ، اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل رہا ہو۔

آپ کی پیدائش، شیرخوارگی، بچپن، ہوش، تمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، احباب، قبل نبوت، قریش کی لڑائی، اور قریش کے معاہدہ میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کا نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، **حجۃ الوداع**، وفات، ان میں سے کون سا زمانہ ہے، جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں، اور آپ کی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں؟ غرض آپ کی زندگی کا ہر جز الگ الگ موجود ہے، اور اس کو ہر شخص جانتا ہے۔

ایک دوسری حیثیت سے غور فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صرف اپنے معتقدوں ہی کے حلقہ میں نہیں رہے، بلکہ مکہ میں قریش کے مجمع میں رہے،

نبوت سے پہلے چالیس (۴۰) سال آپ کی زندگی انھیں کے ساتھ گذری، پھر تاجرانہ زندگی، لین دین کی زندگی، معاملہ اور کاروبار کی زندگی، جس میں قدم قدم پر بدمعاملگی، بدنیتی، وعدہ خلافی، اور خیانت کاری کے عمیق غار آتے ہیں، مگر آپ اس طرح بے خطر اس راستہ سے گذر گئے، کہ آپ کو ان سے "امین" کا خطاب حاصل ہوا، نبوت کے بعد بھی لوگوں کو آپ پر یہ اعتماد تھا کہ اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھواتے تھے، چنانچہ ہجرت کے موقع پر حضرت علیؓ کو اسی لئے مکہ میں چھوڑا، تاکہ آپ کے بعد وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر سکیں، آپ کے دعوائے نبوت پر تمام قریش نے برہمی ظاہر کی، مقاطعہ کیا، دشمنیاں ظاہر کیں، گالیاں دیں، راستے روکے، نجاستیں ڈالیں، پتھر پھینکے، قتل کی سازشیں کیں، آپ کو ساحر کہا، شاعر کہا، مجنوں کہا، مگر کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ آپ کے اخلاق اور اعمال کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے، حالانکہ نبوت اور پیغمبری کے دعویٰ ہی کے یہ معنی ہیں کہ مدعی اپنی بے گناہی اور معصومیت کا دعویٰ کر رہا ہے، اس دعویٰ کے ابطال کے لئے آپ کے اخلاق و اعمال کے متعلق چند مخالفانہ شہادتیں بھی کافی تھیں، تاہم اس دعویٰ کو توڑنے کے لئے انھوں نے اپنی دولت لٹائی، اپنی اولاد کو قربان کیا، اپنی جانیں دیں، لیکن یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ آپؐ کی ذات پر معمولی خردہ گیری کر کے بھی اسے باطل کر سکیں، کیا اس سے نہیں ثابت ہوتا کہ جو آپ دوستوں کی نظر میں تھے وہی دشمنوں کی نگاہ میں بھی تھے، اور کوئی چیز زیر پردہ اور نامعلوم نہ تھی۔

"غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ میں سب کچھ ہے، حضرت نوحؑ کی زندگی کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے، حضرت ابراہیمؑ کی حیات بت شکنیوں کا منظر دکھاتی ہے، حضرت موسیٰؑ کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد، شاہانہ نظم و نسق اور اجتماعی دستور و قوانین کی مثال پیش کرتی ہے، حضرت عیسیٰؑ کی لائف صرف خاکساری، تواضع، عفو و درگذر اور قناعت کی تعلیم دیتی

ہے، حضرت سلیمانؑ کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کی جلوہ گاہ ہے، حضرت ایوبؑ کی حیات صبر و شکر کا نمونہ ہے، حضرت یونسؑ کی سیرت ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے، حضرت یوسفؑ کی زندگی قید و بند میں بھی دعوت حق اور جوش تبلیغ کا سبق ہے، حضرت داؤدؑ کی سیرت گریہ و بکا، حمد و ستائش اور دعا و زاری کا صحیفہ ہے، حضرت یعقوبؑ کی زندگی امید، خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو دیکھو کہ اس میں نوحؑ اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ، سلیمانؑ اور داؤدؑ، ایوبؑ اور یونسؑ، یوسفؑ اور یعقوبؑ، سب کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں"۔

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (۱)

"اب آؤ! ذرا اس معلم قدس کی درسگاہ کا مطالعہ کریں، یہ کون طالب علم ہیں؟ یہ ابو بکر و عمر، عثمان و علی، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنھم، مکہ کے قریشی طالب العلم ہیں، یہ کون ہیں؟ ابو ذرؓ اور انیسؓ ہیں، مکہ سے باہر تہامہ کے غفاری قبیلہ کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ابو ہریرہؓ اور ابو طفیلؓ بن عمرو ہیں یمن سے آئے ہیں، اور دوسرے قبیلوں کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ضماد بن ثعلبہؓ ہیں قبیلہ ازد کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ خباب بن الارتؓ قبیلہ تمیم کے ہیں، یہ منقذ بنؓ حبان اور منذر بن عائذ ہیں، القبیس عبد القیس کے قبیلہ کے ہیں، اور بحرین سے آئے ہیں، یہ عبیدؓ و جعفرؓ عمان کے رئیس ہیں، یہ فروہؓ ہیں، ملک حبش والے، یہ کون ہیں؟ یہ صہیبؓ رومی کہلاتے ہیں، یہ کون ہیں، یہ ایران کے سلمانؓ فارسی ہیں؟ یہ فیروزؓ دیلمی ہیں، یہ اسیخبؓ، اور مرکنوزؓ ہیں، نسلاً ایرانی ہیں"(۱)۔

---

(۱) ماخوذ، خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندویؒ

حضرات! درسگاہ معلم قدس کی جامعیت کو آپ نے ملاحظہ فرمایا، اس کا جامع و کامل پہلو یہ ہے کہ، اس مقدس درسگاہ میں داخلہ کے لئے رنگ و روپ، ملک و وطن، قوم و نسل، اور زبان و لہجہ کا سوال نہ تھا، بلکہ وہ دنیا کے تمام خانوادوں، تمام قوموں، تمام ملکوں اور تمام زبانوں کے لئے عام تھی،

"صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے"

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، انسانی کمالات اور صفات حسنہ کا ایک مجموعہ تھی اور یہ سب انھیں کی جامعیت و کاملیت کی نیرنگیاں اور جلوہ آرائیاں تھیں، جو کبھی صدیقؓ و فاروقؓ ہو کر چمکتی تھیں، کبھی ذوالنورینؓ اور مرتضیٰؓ ہو کر نمایاں ہوتی تھیں، کبھی خالد اور ابو عبیدہؓ اور کبھی سعدؓ و جعفرؓ طیار ہو کر سامنے آتی تھیں، کبھی ابن عمرؓ اور ابو ذرؓ اور سلمانؓ اور ابو درداءؓ ہو کر مسجد و محراب میں نظر آتی تھیں، کبھی ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی صورت میں علم و فن کی درس گاہ اور عقل و حکمت کا دبستان بن جاتی تھیں، اور کبھی بلالؓ و صہیبؓ اور عمارؓ و خبیبؓ کی امتحان گاہوں میں تسلی کی روح اور تسکین کا پیام بن جاتی تھیں، گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک آفتاب عالمتاب تھا، جس سے اونچے پہاڑ، رتیلے میدان، بہتی نہریں، سرسبز کھیت، اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تابش اور نور حاصل کرتے تھے، یا ابر باراں تھا، جو پہاڑ اور جنگل، میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا، اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا، اور قسم قسم کے درخت اور رنگا رنگ پھول اور پتے جم رہے تھے اور اگ رہے تھے" (۱)۔

غرض ان نیرنگیوں کے ساتھ اور اس اختلاف استعداد کے باوجود ایک چیز تھی

---

(۱) مستفاد خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندویؒ۔

جو مشترک طور سے سب میں نمایاں تھی، وہ ایک بجلی تھی جو سب میں کوند رہی تھی، وہ ایک روح تھی جو سب میں تڑپ رہی تھی، وہ بادشاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا غریب حاکم ہوں یا محکوم، قاضی ہوں یا گواہ، افسر ہوں یا سپاہی، استاد ہوں یا شاگرد، عابد و زاہد ہوں یا کاروباری تاجر، غازی ہوں یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی روح، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت اور رہنمائی کا جذبہ اور بالآخر ہر کام میں خدا کی رضا طلبی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا، وہ جو کچھ بھی ہوں، اور جہاں بھی ہوں، اور جو بھی کر رہے ہوں، یہ فیضان حق سب میں یکساں اور برابر تھا، راستوں، رنگتوں اور مذاقوں کا اختلاف تھا، مگر خدا ایک تھا، قرآن ایک تھا، رسول ایک تھا، قبلہ ایک تھا، غرض، ہر رنگ، ہر راستہ اور ہر کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہمدردی، خدا کے نام کی اونچائی اور حق کی ترقی تھی، اور اس کے سوا کوئی چیز ان کے پیش نظر نہ تھی، یہی وہ مردان حق ہیں جن کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے خوب کہا ہے:-

خاکی و نوری نہاد ، بندہ مولیٰ صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل ، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب ، اس کی نگہ دلنواز

نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو ، پاک دل و پاکباز

اس کے زمانے عجیب ، اس کے فسانے غریب
عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل

آپ کی سیرت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت ایک پیغمبر اپنے پیروؤں کو جو نصیحت فرمائی، اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔

آپ نے لوگوں کو خدا کی یاد اور محبت کی نصیحت کی، صحابہ کی زندگی میں اس تلقین کا جو اثر نمایاں ہوا وہ تو الگ چیز ہے، خود آپ کی زندگی کہاں تک اس کے مطابق تھی، اس پر غور کیجئے، شب و روز میں کم کوئی ایسا لمحہ تھا، جب آپ کا دل خدا کی یاد سے اور آپ کی زبان خدا کے ذکر سے غافل ہو، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کھاتے، پیتے، پہنتے اوڑھتے ہر حالت میں، اور ہر وقت خدا کا ذکر اور اس کی حمد زبان مبارک پر جاری رہتی تھی، آج حدیث کی کتابوں کا ایک کثیر حصہ انھیں مبارک کلمات اور دعاؤں کے بیان میں ہے، جو مختلف حالات اور مختلف وقتوں کی مناسبت سے آپ کی زبان فیض اثر سے ادا ہوئیں، جن کے فقرہ فقرہ سے خدا کی محبت، عظمت، جلالت اور خشیت نمایاں ہے، اور جن سے ہر وقت زبان اقدس تر رہتی تھی، قرآن مجید نے اچھے بندوں کی یہ تعریف کی ہے:۔

"الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبھم"

(جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہر وقت خدا کی یاد کیا کرتے ہیں)۔

یہی آپ کی زندگی کا نقشہ تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، "آپ ہر وقت اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے"۔

آپ نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا، مگر خود آپ کا حال کیا تھا، عام پیروؤں کو پانچ وقتوں کی نماز کا حکم تھا، مگر خود آپ آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد اشراق، کچھ اور دن چڑھنے پر چاشت، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء، پھر تہجد، پھر فجر، عام مسلمانوں پر تو فجر کی دو رکعتیں، مغرب کی تین اور بقیہ اوقات میں چار چار رکعتیں فرض ہیں، گویا کل شب و روز میں سترہ (۱۷) رکعتیں ہیں، مگر آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم ہر روز کم و بیش پچاس (۵۰) ساٹھ (۶۰) رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے، پنجوقتہ نماز کی فرضیت کے بعد، تہجد کی نماز عام مسلمانوں سے معاف ہو گئی تھی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی تمام عمر ہر شب ادا فرماتے رہے، اور پھر کیسی نماز کہ رات بھر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے۔ کھڑے کھڑے پائے مبارک میں ورم آجاتا، حضرت عائشہؓ عرض کرتیں، یارسول اللہؐ! اللہ نے تو آپؐ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے، پھر اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ فرماتے، اے عائشہؓ! کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، یعنی یہ نماز محبت الہیٰ کی وجہ سے ہے۔

آپ نے روزہ کا حکم دیا، عام مسلمانوں پر سال میں تیس (۳۰) دن کے روزے فرض ہیں، مگر خود آپ کی کیفیت کیا تھی، کوئی ہفتہ کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں "جب آپ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے"۔

آپ نے مسلمانوں کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی، مگر خود آپ کا یہ حال تھا، کہ کبھی کبھی دو دو، تین تین دن بیچ میں، کچھ کھائے پیئے بغیر، متصل روزہ رکھتے تھے، اور اس عرصہ میں ایک دانہ بھی منہ میں نہیں جاتا تھا، صحابہ اس کی تقلید کرنا چاہتے تو فرماتے، "تم میں سے کون میرے مانند ہے، مجھ کو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے"، سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان پورے کے پورے روزے میں گزرتے تھے، ہر مہینہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) میں اکثر روزے رکھتے، محرم کے دس دن اور شوال کے چھ دن روزے میں گذرتے، ہفتہ میں دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزوں میں بسر ہوتا، یہ تھا روزوں کے متعلق آپ کا عملی نقشہ۔ زندگی۔

آپ نے لوگوں کو زکاۃ و خیرات کا حکم دیا، تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا حضرت خدیجہؓ کی شہادت ہے کہ انھوں نے کہا، یارسول اللہؐ! "آپ قرضداروں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں" غرض، آپؐ نے یہ حکم

دیا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ دوسروں کو دیکر خدا کا حق بھی ادا کرو۔

"وممارزقناھم ینفقون"

مگر خود آپ کا عمل یہ رہا کہ جو کچھ آیا خدا کی راہ میں خرچ ہوگیا، خود ارشاد فرمایا کرتے۔

"انما أنا قاسم و خازن و اللہ یعطی"

("میں تو بانٹنے والا اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہوں، اصل دینے والا تو اللہ ہے")۔

انسان کی عملی سیرت کا نام خلق (اخلاق) ہے، قرآن مجید کے سوا اور کس مذہب کے صحیفہ نے اپنے شارع کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت دی ہے، کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بھی بدرجہا بلند انسان تھا، لیکن قرآن پاک نے صاف کہا، اور دوست و دشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا:۔

"وان لک لأجرا غیر ممنون ○ وانک لعلیٰ خلق عظیم ○"

(قلم سورہ ۶۸)

(اے نبی! بیشک آپ کی مزدوری نہ ختم ہونے والی ہے، اور بیشک آپ بڑے درجہ کے اخلاق پر فائز ہیں")۔

قرآن مجید نے آپ کے تعلق سے گواہی دی:۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولوکنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (آل عمران ۱۵۹)

("پس خدا کی عنایت سے آپ ان کے لئے نرم ہو، اور آپ اگر کہیں کج خلق اور سخت دل ہوتے تو، یہ لوگ جو (تمہارے آس پاس جمع ہوئے ہیں) تمہارے اردگرد سے چھٹ جاتے")۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا متواتر بیان ہے، جو دعویٰ اور

دلیل کے ساتھ خود صحیفہ الٰہی میں موجود ہے، کہ اگر آپ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے تو یہ وحشی، نڈر، بے خوف، اور درشت مزاج عرب کبھی آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم 0 "۔(توبة۔۱۲۸)

("تمہارے پاس خود تم میں سے ایک پیغمبر آیا، جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے، تمہاری بھلائی کا وہ بھوکا ہے، لمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے")۔

یہ آپ کے عملی اخلاق کے متعلق آسمانی شہادتیں ہیں۔

غرض، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک، در حقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، جو حکم آپ پر اتارا گیا، آپ نے خود اس کو کر کے بتایا اور جو کچھ قرآن مجید میں تھا وہ مجسم ہو کر آپ کی زندگی میں نظر آیا، چند صحابہؓ، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ "یا ام المؤمنین! حضورؐ کے "اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے، ام المؤمنین جواب میں کہتی ہیں: کیا تم نے قرآن پاک نہیں پڑھا؟

"کان خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم القرآن"۔

(آپ کا خلق ہمہ تن قرآن پاک تھا، (ابو داؤد)، قرآن مجید الفاظ و عبارت ہے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس کی عملی تفسیر ہے)۔

غرض، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "رحمة للعالمین" بنا کر بھیجا، تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن مجید نے یہ اعلان کیا:۔

"فقد لبثت فیکم عمرا من قبله أفلا تعقلون "0

(یونس۔رکوع۔۲)

("تو اے مکہ میں رہنے والو!) میں اس دعوائے نبوت سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر رہا ہوں، کیا تم نہیں سمجھتے")۔

اس آیت پاک میں در حقیقت وحی الہٰی نے خود اپنے پیغمبرؐ کی "سوانح عمری" اور "سیرت" کو نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے،۔

○○○○○

حضرات! ہم نے آنے والے ابواب میں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں کی تفصیل پیش کی ہے، اور آپ کے شمائل، عبادات، معمولات، اور اخلاق حسنہ و اوصاف کریمہ پر سیر حاصل بحث کی ہے، آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس نذرانہ۔ عقیدت کو قبول فرمائے، اور اخلاص و توفیق کی نعمت سے مجھ کو مالامال کرے۔آمین۔

امیدوار رحمت

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

از

طالبِ رحمت

محمد غوثؔ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست شمائل نبوی

(۱) حلیہ۔ اقدس
(۲) مہر نبوت
(۳) موئے مبارک
(۴) رفتار
(۵) گفتگو اور خندہ و تبسم
(۶) لباس
(۷) نعلین
(۸) انگوٹھی
(۹) خودوزرہ
(۱۰) غذا اور طریقہ۔ طعام
(۱۱) معمولات طعام
(۱۲) خوش لباسی
(۱۳) مرغوب رنگ
(۱۴) نامرغوب رنگ
(۱۵) خوشبو کا استعمال
(۱۶) نفاست پسندی
(۱۷) سواری کا شوق

شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حلیہء اقدس

آپؐ میانہ قد اور موزوں اندام تھے، رنگ سفید سرخ تھا، پیشانی چوڑی، اور ابرو پیوستہ تھے، بینی مبارک درازی مائل تھی، چہرہ ہلکا یعنی بہت گوشت نہ تھا، دہانہ کشادہ تھا، دندان مبارک بہت پیوستہ نہ تھے، گردن اونچی، سربڑا، اور سینہ کشادہ اور فراخ، سر کے بال نہ بہت پیچیدہ تھے، نہ بالکل سیدھے تھے، ریش مبارک گھنی تھی، چہرا کھڑا کھڑا تھا، آنکھیں سیاہ و سرمگیں اور پلکیں بڑی بڑی تھیں، شانے پر گوشت اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں، سینہ۔ مبارک میں ناف تک بالوں کی ہلکی تحریر تھی، شانوں اور کلائیوں پر بال تھے، ہتھیلیاں پر گوشت اور چوڑی کلائیاں لمبی اور پاؤں کی ایڑیاں نازک اور ہلکی تھیں، پاؤں کے تلوے بیچ سے ذرا خالی تھے، نیچے سے پانی نکل جاتا تھا، (۱)

صحابہ پر آپ کے حسن و خوبروئی کا بہت اثر پڑتا تھا، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ جو پہلے یہودی تھے، پہلے پہل جب چہرۂ اقدس پر ان کی نظر پڑی تو بولے "خدا کی قسم یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں" (۲)، جابرؓ بن سمرہ ایک صحابی ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپؐ کا چہرہ تلوار سا چمکتا تھا؟ بولے نہیں ماہ و خورشید کی طرح"، یہی صحابی روایت کرتے ہیں، کہ ایک شب کو جب مطلق ابر نہ تھا، اور چاند نکلا تھا، میں کبھی آپؐ کو دیکھتا، کبھی چاند کو دیکھتا تھا، تو آپ مجھے چاند سے خوبرو معلوم ہوتے تھے (۳)، حضرت براءؓ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے کسی جوڑے والے کو سرخ (خط) کے لباس میں آپ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا (۴)۔

---

(۱) یہ حلیہ مبارک بہ تفصیل شمائل ترمذی و مسند ابن حنبل میں اور مختصراً بخاری و مسلم باب صفتہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم میں بھی ہے۔ (۲) ترمذی، باب الزہد۔ (۳) ترمذی۔ (۴) صحیح بخاری۔

آپ کے پسینہ میں ایک طرح کی خوشبو تھی، چہرۂ مبارک پر پسینہ کے قطرے موتی کی طرح ڈھلکتے تھے، جسم مبارک کی جلد نہایت نرم تھی، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ کا رنگ نہایت کھلتا تھا، آپ کا پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا، میں نے دیباج اور حریر بھی آپ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھے، اور مشک و عنبر میں بھی آپ کے بدن سے زیادہ خوشبو نہ تھی(۱)۔

مُہر نبوت

شانوں کے بیچ میں کبوتر کے انڈے کے برابر خاتم نبوت تھی، یہ بظاہر سرخ ابھرا ہوا گوشت تھا، صحیح مسلم اور شمائل ترمذی میں حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے:۔

رأیت الخاتم بین کتفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدۃ حمراء مثل بیضۃ الحمامۃ

(میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے بیچ میں خاتم کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے کے برابر سرخ غدود تھا)۔

لیکن ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں شانہ کے پاس لہاسوں کی مجموعی ترتیب سے ایک مستدیر شکل پیدا ہو گئی تھی، اسی کو مہر نبوت کہتے تھے، تمام روایات کی تطبیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان ایک ذرا ابھرا ہوا گوشت کا حصہ تھا، جس پر تل تھے، اور بال اگے ہوئے تھے۔

موئے مبارک

سر کے بال اکثر شانے تک لٹکتے رہتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ (۱)

---

(۱) یہ ساری حدیثیں شمائل ترمذی اور صحیح مسلم و بخاری سے ماخوذ ہیں۔

کفار کے مقابلہ میں اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے، ابتداء میں آپ بھی اہل کتاب کی طرح بال چھوڑے ہوئے رکھتے تھے، پھر مانگ نکالنے لگے، یہ شمائل ترمذی کی روایت ہے، معلوم ہوتا ہے کہ جب مشرکین کا وجود نہ رہا تو ان کی مشابہت کا احتمال بھی جاتا رہا، اخیر اخیر زمانہ میں مانگ نکالنے لگے۔ بالوں میں اکثر تیل ڈالتے تھے، اور ایک دن بعد کنگھی کرتے تھے۔

ریش مبارک میں گنتی کے چند بال سفید ہونے پائے تھے۔

رفتار

رفتار بہت تیز تھی، چلتے تو معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین پر اتر رہے ہیں، بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، یعنی زمین پر جسم اطہر کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

گفتگو اور خندہ و تبسم

گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز تھی، بہت ٹھیر ٹھیر کر گفتگو فرماتے تھے، ایک ایک فقرہ الگ ہوتا کہ سننے والوں کو یاد رہ جاتا، معمول تھا کہ ایک ایک بات کو تین تین دفعہ فرماتے، جس بات پر زور دینا ہوتا، بار بار اس کا اعادہ فرماتے، حالت گفتگو میں اکثر نگاہ آسمان کی طرف ہوتی تھی، آواز بلند تھی، حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں قرآن پڑھتے تھے، اور ہم لوگ گھروں میں پلنگوں پر لیٹے لیٹے سنتے تھے۔ (۱)

حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے ایک صاحبزادے تھے، جن کا نام ہند تھا، اور وہ نہایت خوش تقریر تھے، جس چیز کا بیان کرتے اس کی تصویر کھینچ دیتے، حضرت حسنؓ

---

(۱) ابن ماجہ باب فی القراءۃ فی صلوۃ اللیل۔ (۲) شمائل ترمذی۔

نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تقریر فرماتے تھے، انھوں نے کہا آپ ہمیشہ متفکر رہتے تھے، اکثر چپ رہتے، اور بے ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے، ایک ایک فقرہ الگ اور صاف اور واضح ہوتا تھا، ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اٹھاتے، کسی بات پر تعجب کرتے تو ہتھیلی کا رخ پلٹ دیتے، تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے، بات کرتے کرتے جب کبھی مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو آنکھیں نیچی ہو جاتیں، ہنستے بہت کم تھے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے اور یہی آپ کی ہنسی تھی" (۱)

جریر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا ہو اور مسکرا نہ دیا ہو، روایتوں میں آیا ہے کہ کبھی کبھی جب آپ کو زیادہ ہنسی آتی، تو داڑھ کے دانت (نواجذ) نظر آنے لگتے۔ لیکن علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ طرز ادا کا مبالغہ ہے، ورنہ کبھی آپ اس زور سے نہیں ہنسے کہ نواجذ نظر آئیں، آپ کی پوری زندگی میں صرف دو بار ایسا ہوا تھا۔

لباس

لباس کے متعلق کسی قسم کا التزام نہ تھا، عام لباس چادر، قمیص اور تہمد تھی۔ پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا، لیکن امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ خرید اتھا، حافظ ابن القیمؒ نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ استعمال بھی فرمایا ہوگا، موزوں کی عادت نہ تھی، لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے، آپ نے استعمال فرمائے، بظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چرمی تھے، عمامہ کا شملہ کبھی دوش مبارک پر، کبھی دونوں شانوں کے بیچ میں پڑا رہتا تھا، کبھی تحت الحنک کے طور پر لپیٹ لیتے تھے، عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا،

---

(۱) شمائل ترمذی۔

عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی، اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی، عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا، فرماتے تھے کہ ہم میں اور مشرکین میں یہی امتیاز ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں (۱)۔

لباس میں سب سے زیادہ دھاری دار چادریں پسند تھیں، جن کو عربی میں حیرہ کہتے ہیں، بعض اوقات شامی عبا بھی استعمال کی ہے، جس کی آستین اس قدر تنگ تھی کہ وضو کرنا چاہا تو چڑھ نہ سکی، اور ہاتھ کو آستین سے نکالنا پڑا، نوشیروانی قبا بھی جس کی جیب اور آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی استعمال کی ہے۔

جب انتقال ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور گاڑھے کی ایک تہمد نکال کر دکھائی کہ انھیں کپڑوں میں آپ نے وفات پائی (۲)

روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے حلۂ حمراء بھی استعمال کیا ہے، حمراء کے معنی سرخ کے ہیں، اس لئے اکثر محدثین نے وہی عام معنی لئے ہیں، لیکن ابن القیم نے اصرار کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ سرخ لباس آپ نے کبھی نہیں پہنا اور نہ مردوں کے لئے اس کو جائز رکھتے تھے، حلہ حمراء ایک قسم کی یمنی چادر تھی، جس میں سرخ دھاریاں بھی ہوتی تھیں، اس بناء پر اس کو حمراء کہتے تھے، اور یہی کبھی کبھی آپ استعمال کرتے تھے، عام محدثین کہتے ہیں کہ اس تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، زرقانی میں یہ بحث نہایت تفصیل سے مذکور ہے، مختلف روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے سیاہ، سرخ، سبز، زعفرانی، ہر رنگ کے کپڑے پہنے ہیں، لیکن سفید رنگ بہت مرغوب تھا، (۳) بعض اوقات اس قسم کی چادر بھی استعمال فرمائی ہے جس پر کجاوے کی شکل بنی ہوئی تھی (۴)۔

---

(۱) ابو داؤد کتاب اللباس۔ (۲) صحیح بخاری باب اللباس۔ (۳) ابو داؤد کتاب اللباس۔ (۴) مسند ابن حنبل۔

نعلین

نعلین مبارک اس طرز کے تھے جس کو ہم آج چپل کہتے ہیں، یہ صرف ایک تلا ہوتا تھا، جس میں تسمے لگے ہوتے تھے، پچھونا چمڑے کا گدا ہوتا تھا، جس میں روئی کے بجائے کھجور کے پتے ہوتے تھے، چارپائی بان کی بنی ہوتی تھی، جس سے اکثر جسم مبارک پر بدھیاں پڑجاتی تھیں۔(۱)

انگوٹھی

جب آپ نے نجاشی اور قیصر روم کو خط لکھنا چاہا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ سلاطین مُہر کے بغیر کوئی تحریر قبول نہیں کرتے، اس بناء پر چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں اوپر تلے تین سطروں میں " محمد رسول اللہ " لکھا ہوا تھا، بعض صحابہ سے روایت ہے کہ آپ صرف مہر لگانے کے وقت اس کا استعمال فرماتے تھے، اور داہنے ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے (۲)

خود وزرہ

لڑائیوں میں زرہ اور مغفر بھی پہنتے تھے، احد کے معرکہ میں جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں، تلوار کا قبضہ کبھی چاندی کا بھی ہوتا تھا۔(۳)

غذا اور طریقہء طعام

اگرچہ ایثار اور قناعت کی وجہ سے لذیذ اور پرتکلف کھانے کبھی نصیب نہ ہوتے، یہاں تک کہ تمام عمر آپ نے پراٹھے کی صورت تک نہیں دیکھی، تاہم بعض کھانے آپ کو نہایت مرغوب تھے، سرکہ، شہد، حلوا، روغن زیتون، کدو، خصوصیت کے ساتھ پسند تھے، سالن میں کدو ہوتا تو پیالے میں اس کی قاشیں انگلیوں سے

---

(۱) شمائل ترمذی۔(۲) مسند احمد۔(۳) صحیح بخاری و مسلم۔

ڈھونڈتے، ایک دفعہ حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے، بولیں کہ سرکہ ہے، فرمایا کہ جس گھر میں سرکہ ہو، اس کو نادار نہیں کہہ سکتے، عرب میں ایک کھانا ہوتا ہے جس کو حیس کہتے ہیں، یہ گھی میں پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا ہے، آپ کو یہ بہت مرغوب تھا۔(۱)

ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ اور عبداللہ بن عباسؓ، ام سلمہؓ کے پاس گئے، اور کہا کہ آج ہم کو وہ کھانا پکا کر کھلاؤ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھا، بولیں تم کو وہ کیا پسند آئے گا، ان لوگوں نے اصرار کیا تو انھوں نے جو کا آٹا پیس کر ہانڈی میں چڑھادیا، اوپر سے روغن زیتون، زیرہ اور کالی مرچیں ڈالیں، پک گیا تو ان کے سامنے رکھا کہ یہ آپؐ کی محبوب ترین غذا تھی(۲)

گوشت کے اقسام میں سے آپ نے دنبہ، مرغ، بٹیر، حباری، اونٹ، بکری، بھیڑ، گورخر، خرگوش اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے، دست کا گوشت بہت پسند تھا، شمائل ترمذی میں حضرت عائشہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ دست کا گوشت فی نفسہ آپ کو چنداں مرغوب نہ تھا، بات یہ تھی کہ کئی کئی دن تک گوشت نصیب نہیں ہوتا تھا، اس لئے جب کبھی مل جاتا تو آپ چاہتے تھے کہ جلد پک کر تیار ہوجائے، دست کا گوشت جلدی گل جاتا ہے، اس لئے آپؐ اسی کی فرمائش کرتے، لیکن متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یوں بھی آپ کو یہ گوشت پسند تھا(۳)۔

حضرت صفیہؓ کے نکاح میں جب آپ نے ولیمہ کا کھانا کھلایا، تو صرف کھجور اور ستو تھا، تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے، پتلی ککڑیاں پسند تھیں، ایک دفعہ معوذ بن عفراءؓ کی صاحبزادی نے کھجور اور پتلی ککڑیاں خدمت اقدس میں پیش کیں تو

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاطعمہ۔(۲) مسند احمد۔(۳) شمائل ترمذی۔

بہ رغبت تناول فرمایا، بعض اوقات روٹی کے ساتھ بھی کھجور تناول فرمائی ہے۔

ٹھنڈا پانی نہایت مرغوب تھا، دودھ کبھی خالص نوش فرماتے، کبھی اس میں پانی ملادیتے، کشمش، کھجور، انگور، پانی میں بھگو دیا جاتا، کچھ دیر کے بعد وہ پانی نوش جاں فرماتے، کھانے کے ظروف میں ایک لکڑی کا پیالہ تھا، جو لوہے کے تاروں سے بند ھا ہوا تھا، روایت میں اسی قدر ہے، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹوٹ گیا ہوگا، اس لئے تاروں سے جوڑ دیا ہوگا۔

معمولاتِ طعام

دسترخوان پر جو کچھ کھانا آتا، اگر ناپسند ہوتا تو اس میں ہاتھ نہ ڈالتے، لیکن اس کو برا نہ کہتے، جو سامنے ہوتا، اسی میں ہاتھ ڈالتے، ادھر ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے، اور اس سے اوروں کو بھی منع فرماتے، کھانا کبھی مسند یا تکیہ پر ٹیک لگا کر نہ کھاتے اور اس کو ناپسند فرماتے، میز یا خوان پر کبھی نہیں کھایا، خوان زمین سے کسی قدر اونچی میز ہوتی تھی، عجم اسی پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے، چونکہ یہ بھی فخر اور امتیاز کی علامت تھی، یعنی امراء اور اہل جاہ کے ساتھ مخصوص تھی، اس لئے آپ نے اس پر کھانا پسند نہیں فرمایا، کھانا صرف انگلیوں سے کھاتے، (۱) گوشت کو کبھی کبھی چھری سے کاٹ کر بھی کھاتے تھے، صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

خوش لباسی

گو تکلف اور جاہ پسندی سے آپ کو نفرت تھی، لیکن کبھی کبھی آپ نہایت قیمتی اور خوشنما لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب حروریہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجے گئے تو وہ یمن کے نہایت قیمتی کپڑے پہن کر گئے،

---

(۱) شمائل ترمذی کتاب الاطعمہ۔

حروریہ نے کہا، کیوں ابن عباسؓ یہ کیا لباس ہے؟ بولے کہ تم اس پر معترض ہو، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے(۱)۔

بعض امراء و سلاطین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیش قیمت کپڑے ہدیہ بھیجے، آپ نے قبول فرمایا، اور کبھی زیب تن بھی کئے۔

مرغوب رنگ

رنگوں میں زرد رنگ بہت پسند تھا، حدیثوں میں آیا ہے کہ کبھی کبھی آپ تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی اسی رنگ کا رنگوا کر پہنتے تھے، سفید رنگ بھی بہت پسند تھا، فرماتے تھے کہ یہ رنگ سب رنگوں میں اچھا ہے۔

نامرغوب رنگ

سرخ رنگ ناپسند فرماتے تھے، ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ سرخ کپڑے پہن کر آئے تو فرمایا کہ یہ کیا لباس ہے؟ عبداللہؓ نے جاکر آگ میں ڈال دیا، آپؐ نے سنا تو فرمایا کہ جلانے کی ضرورت نہ تھی، کسی عورت کو دے دیا ہوتا۔

عرب میں سرخ رنگ کی مٹی ہوتی ہے، جس کو مغرہ کہتے ہیں، لوگ اس سے کپڑے رنگا کرتے تھے، یہ رنگ آپؐ کو نہایت ناپسند تھا، ایک دفعہ حضرت زینبؓ اس سے کپڑے رنگ رہی تھیں، آپ گھر آئے اور دیکھا تو واپس چلے گئے، حضرت زینبؓ سمجھ گئیں، کپڑے دھو ڈالے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے، جب دیکھ لیا کہ اس رنگ کی کوئی چیز نہیں تب گھر میں قدم رکھا(۲)

ایک دن ایک شخص سرخ پوشاک پہن کر آیا، تو آپؐ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، ایک دفعہ صحابہؓ نے سواری کے اونٹوں پر سرخ رنگ کی چادریں

---

(۱) قسطلانی ــ شرح بخاری ــ (۲) یہ تمام روایتیں ابو داؤد کتاب اللباس میں ہیں۔

ڈال دی تھیں، آپؐ نے فرمایا میں یہ دیکھنا نہیں چاہتا کہ یہ رنگ تم پر چھا جائے، فوراً صحابہ نہایت تیزی سے دوڑے، اور چادریں اتار کر پھینک دیں۔(۱)

خوشبو کا استعمال

خوشبو آپؐ کو بیحد پسند تھی، کوئی خوشبو کی چیز ہدیۃً بھیجتا تو کبھی رد نہ فرماتے، ایک خاص قسم کی خوشبو یا عطر ہوتا ہے جس کو سکہ کہتے ہیں، یہ ہمیشہ آپؐ کے استعمال میں رہتا تھا، صحابہ کہتے ہیں کہ جس گلی کوچہ سے آپؐ نکل جاتے وہ معطر ہو جاتا۔

بس گئی ہے فضا میں نکہتِ حسن
وہ جہاں بھی جدھر سے گزرے ہیں

اکثر فرمایا کرتے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہئے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے، اور عورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔

نفاست پسندی

مزاج میں لطافت تھی، ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص خراب کپڑے پہنے ہوئے خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے پوچھا تم کو کچھ مقدور ہے؟ بولا ہاں، ارشاد ہوا کہ خدا نے نعمت دی ہے تو صورت سے بھی اس کا اظہار ہونا چاہئے۔

کبھی کبھی مجلس عالی میں خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں، جن میں اگر اور کبھی کبھی کافور ہوتا۔(۲) ایک دفعہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے

---

(۱) ابو داود۔ کتاب اللباس۔(۲) یہ ساری روایتیں ابو داؤد اور شمائل ترمذی سے ماخوذ ہیں۔

پوچھا کہ مہندی کا خضاب لگانا کیسا ہے، بولیں کچھ مضائقہ نہیں، لیکن میں اس لئے ناپسند کرتی ہوں کہ میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حنا (مہندی) کی بو ناگوار تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مشک و عنبر کا استعمال فرماتے تھے۔ ایک دن لوگ مسجد نبویؐ میں آئے، چونکہ مسجد تنگ تھی، اور کاروباری لوگ میلے کپڑوں میں چلے آئے تھے، پسینہ آیا تو تمام مسجد میں بو پھیل گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہاکر آتے تو اچھا ہوتا، اسی دن سے غسل جمعہ ایک حکم شرعی بن گیا۔

بو دار چیز مثلاً پیاز، لہسن، اور مولی سے نفرت تھی، حکم تھا کہ یہ چیزیں کھاکر لوگ مسجد میں نہ آئیں، بخاری شریف میں ہے کہ جو شخص پیاز لہسن کھائے وہ ہمارے پاس نہ آئے، اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

سواری کا شوق

گھوڑے کی سواری آپؐ کو نہایت مرغوب تھی، آپؐ فرمایا کرتے "**الخیل معقود فی نواصیھا الخیر**" گھوڑوں کے علاوہ گدھے، خچر اور اونٹ پر آپ نے سواری فرمائی ہے، آپؐ کی خاص سواری کے گھوڑے کا نام لحیف تھا، گدھے کا نام عفیر، اور خچر کا نام دلدل اور حیہ اور اونٹنیوں کا نام قصواء اور عضباء تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا تھا، جس کا نام سبحہ تھا، ایک دفعہ اس کو آپ نے بازی میں دوڑایا، اس نے بازی جیتی تو آپؐ کو بیحد مسرت ہوئی (۱)۔

---

(۱) یہ ساری روایتیں نسائی، مسند احمد اور دار قطنی سے ماخوذ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عباداتِ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم

از

طالبِ رحمت

محمد غوثؔ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"عباداتِ نبوی"

(فہرستِ عباداتِ نبوی)

(۱) دعا اور نماز
(۲) روزہ
(۳) زکاۃ
(۴) حج
(۵) دوامِ ذکرِ الٰہی
(۶) ذوق و شوق
(۷) میدانِ جنگ میں یادِ الٰہی
(۸) خشیتِ الٰہی
(۹) گریہ و بکاء
(۱۰) محبتِ الٰہی
(۱۱) توکل علی اللہ
(۱۲) صبر و شکر وغیرہ

عباداتِ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم

فاذا فرغت فانصبْ والیٰ ربک فارغب 0 (سورۃ الانشراح)

(اے محمدؐ جب آپ کو فرصت ملے عبادت کے لئے کھڑے ہو جائیے، اور اپنے رب سے دل لگائیے)۔

دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی ایسا پیغمبر نہیں گذرا جس کے متعلق صحیح طور پر یہ معلوم ہوسکے کہ اس کا طریقہ عبادت کیا تھا؟ اس کے کون کون سے اوقات اس کے لئے مخصوص تھے، اور اس کی عبادتوں کی نوعیت کیا تھی؛ گذشتہ انبیاء میں حضرت نوح، بلکہ آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک، عبادات کے حالات ان کی کتابوں میں قطعاً مفقود ہیں، دیگر مذاہب کے پیروؤں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ اس قدر بے اعتنائی برتی ہے کہ یہ ضروری امور بھی جن پر دین و شریعت کا دار ومدار ہے، وہ محفوظ نہیں رکھ سکے، پیروانِ اسلام کو یہ فخر ہے کہ انھوں نے اول سے لیکر آخر تک اپنے پیغمبر کے اوقاتِ عبادات، اس کے طریقے، اس کے انواع، اس کی کیفیات، غرض اس کی ایک ایک جزئیات کو محفوظ رکھا ہے۔

دعا اور نماز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی عباداتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے، اور غارِ حرا میں جاکر مہینوں قیام اور مراقبہ کرتے تھے(۱)، نبوت کے ساتھ

---

(۱) صحیح بخاری باب بدء الوحی۔

آپؐ کو نماز کا طریقہ بھی بتایا گیا، لیکن چونکہ کفار قریش کا ڈر تھا، اس لئے چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے، نماز کا وقت جب آتا کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھ لیتے، ایک دفعہ آپؐ حضرت علیؓ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتفاق سے ابو طالب آنکلے، انھوں نے دیکھا تو پوچھا "بھتیجے "! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی (۱)۔

چاشت کی نماز آپؐ سب کے سامنے حرم ہی میں ادا کرتے تھے، کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جائز تھی، صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن آپؐ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے، روسائے قریش بیٹھے تمسخر کر رہے تھے، ابو جہل نے کہا، کاش اس وقت کوئی جاتا، اور اونٹ کی اوجھڑی نجاست سمیت اٹھالاتا، اور محمدؐ جب سجدہ میں جاتے، تو وہ ان کی گردن پر ڈال دیتا، چنانچہ اس تجویز کے مطابق یہ فرض عقبہ نے انجام دیا، نماز میں جب آپؐ جہر سے قراءت فرماتے تو کفار برا بھلا کہتے۔

ایک دفعہ آپؐ حرم میں نماز ادا کر رہے تھے، بعض اشقیاء نے چاہا کہ آپؐ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں، اس نے آپؐ کے گلے میں پھانسی ڈال دی، لیکن بایں ہمہ مزاحمت لذت شناس یاد الٰہی اپنے فرض سے باز نہیں آتا تھا۔

راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپؐ نمازیں پڑھا کرتے تھے، اس عبادت شبانہ کے متعلق مختلف صحابہؓ سے مختلف روایتیں ہیں، ایک راوی کا بیان ہے کہ آپؐ رات بھر نماز میں کھڑے رہے، حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آپ کچھ دیر سوتے، پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے، پھر سو جاتے، پھر اٹھ بیٹھتے تھے، اور تیرہ رکعتیں ادا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کی روایت ۹ / رکعت کی ہے، محدثین نے ان سب میں تطبیق دی ہے کہ آپؐ ان طریقوں میں سے ہر ایک طریقہ سے نماز ادا کرتے تھے، ہر راوی نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے (۲)۔

---

(۱) مسند احمد (۲) یہ ساری روایتیں شمائل ترمذی، صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبلؒ سے لی گئی ہیں۔

فرائض پنجگانہ کے علاوہ آپؐ کم از کم سنن و نوافل کی ۳۹ / رکعتیں روزانہ معمولاً ادا کرتے تھے، دو صبح، چار چاشت، چھ ظہر، چھ عصر، چار پہلے اور دو بعد نماز (حسب روایت حضرت عائشہؓ)، دو مغرب، چھ عشاء، تیرہ عشاء و وتر، ان کے علاوہ صلاۃ الاوابین، سنت تحیۃ المسجد وغیرہ الگ تھیں، تمام سنن میں سب سے زیادہ صبح کی دو رکعتوں کے آپؐ سختی سے پابند تھے، کسی وقت کی سنت خلاف معمول اگر چھوٹ جاتی تو اس کی قضا پڑھتے۔(۱)

حالانکہ اصل شریعت کی رو سے اس کی ضرورت، عام امت کے لئے نہیں، ایسا واقعہ حضر میں صرف ایک ہی دفعہ پیش آیا ہے، ظہر و عصر کے درمیان ایک وفد خدمت اقدس میں باریاب ہوا، جس کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعت نہ پڑھ سکے، نماز عصر کے بعد آپؐ نے بعض ازواج مطہرات کے حجروں میں جاکر دو رکعت نماز ادا کی، چونکہ یہ نماز بالکل خلاف معمول تھی، اس لئے ازواج مطہرات نے استفسار کیا، آپؐ نے واقعہ بیان فرمایا، عام امت کے لئے ایک نماز کی قضا ایک دفعہ کافی ہے، لیکن آپؐ جس چیز کو شروع کرتے تھے، پھر اس کو ترک کرنا پسند نہیں فرماتے تھے، اس لئے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے، کہ آپؐ نے اس قضا کو تمام عمر ادا کیا(۲)

رمضان کا مہینہ آپؐ کی عبادتوں کے لئے سب سے زیادہ ذوق افزا تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ "آپؐ فیاض تو تھے ہی، لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا اور جبرئیل قرآن سنانے آتے، تو آپؐ کی فیاضی کی کوئی حد نہ رہتی"، آپؐ کی فیاضی بادِ بہاری سے بھی آگے نکل جاتی، (۳) رمضان کے آخری عشرہ میں آپؐ اور زیادہ عبادت گذار ہوجاتے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو

---

(۱) صحیح بخاری ابواب نوافل و سنن۔ (۲) مسند احمد و ابو داؤد۔ (۳) صحیح بخاری کتاب الصوم۔

آپؐ رات رات بھر بیدار رہتے تھے، ازواج سے بے تعلق ہوجاتے تھے، اہل بیت کو نماز کے لئے جگاتے تھے، اس اخیر عشرہ میں آپؐ عموماً اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے، یعنی ہمہ وقت مسجد میں بیٹھ کر یادالہیٰ اور عبادت گذاری میں مصروف رہتے تھے۔(۱)

قرآن مجید کی تلاوت روزانہ فرماتے تھے، ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت کا وقت نماز عشاء کے بعد تھا، روزانہ سورتوں کی تعداد مقرر تھی، اس تعداد کے مطابق آپؐ تلاوت کر لیا کرتے تھے، رمضان میں پورے قرآن پاک کا دور کرتے تھے، (۲) پچھلی رات کو اٹھ کر کوئی موثر سورہ یا چند آیات تلاوت کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں نے دیکھا کہ آپ پچھلے پہر بیدار ہوئے، آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے، رات کے سناٹے میں تارے جھلملا رہے تھے، آپؐ نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، اور سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع کی آیات

" ان فی خلق السماوات والأرض واختلاف اللیل والنهار لآیات لأولی الألباب سے واللہ عندہ حسن الثواب 0 تک کی ۵ آیتیں پڑھیں (۳)

اس موقع پر آپؐ یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے جو سرتاپا روحانیت میں ڈوبے ہوئے ہیں:۔

اللهم لک الحمد ,أنت نور السماوات والأرض و من فیهن , ولک الحمد ,أنت قیم السمٰوات والأرض و من فیهن , ولک الحمد , أنت رب السماوات والأرض و من فیهن ,أنت الحق , و وعدک الحق , وقولک الحق , ولقاؤک الحق , والجنة حق , والنار حق , والساعة حق' اللهم لک أسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت والیک أنبت

---

(۱) صحیح بخاری باب الاعتکاف (۲) بد . لوحی (۳) صحیحین ۔ صلاۃ الیل ۔۔

و بک خاصمت والیک حاکمت ، فاغفرلی ما قدمت و أخرت وأسررت وأعلنت ،أنت الٰھی لاالٰہ الاأنت (۱) ۔

خداوندا! تیری حمد ہو، تو آسمان و زمین کا نور ہے، اور جو کچھ ان میں ہے۔(ان کا نور ہے)، تیری حمد ہو، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا سنبھالنے والا ہے تیری حمد ہو، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے، تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے، تیری بات حق ہے، تجھ سے ملنا حق ہے، جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے، قیامت حق ہے، خداوندا! تیرے ہی آستانہ پر سر جھکایا ہے، تجھی پر ایمان لایا ہوں، تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، تیری ہی طرف رجوع کیا ہوں، تیرے ہی زور پر جھگڑتا ہوں، تجھی سے فیصلہ چاہتا ہوں، تو میرا اگلا اور پچھلا، کھلا اور چھپا، ہر ایک گناہ معاف کر، تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

کبھی گھر کے لوگ جب سو جاتے، آپؐ بستر سے چپ چاپ اٹھتے اور دعا و مناجاتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو آپ کو بستر پر نہ پایا، سمجھی کہ آپ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے، اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی اقدس خاک پر ہے، اور آپ سربسجود دعا میں مصروف ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھ کو اپنے شبہہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا، سبحان اللہ! ہم کس خیال میں ہیں، اور آپ کس عالم میں (۲)۔

کبھی کبھی راتوں کو اٹھ کر آپ تن تنہا قبرستان میں تشریف لے جاتے، اور دعاوزاری کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت عائشہؓ گئیں، تو دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں داخل ہوئے اور دعا مانگی۔

دعا اور نماز کے بعد آپ سو جاتے، یہاں تک کہ خراٹے کی آواز سنائی دیتی کہ

---

(۱) صحیحین باب الدعاء فی صلاۃ اللیل۔(۲) سنن نسائی باب الغیرۃ۔

دفعتاً سپیدۂ صبح نمودار ہوتا، آپؐ بیدار ہوتے، صبح کی سنت ادا کر کے مسجد تشریف لے جاتے، اور اس وقت یہ الفاظ زبان مبارک پر ہوتے۔

"اللھم اجعل فی قلبی نوراً، و فی لسانی نوراً، واجعل فی سمعی نوراً، واجعل فی بصری نوراً، واجعل فی خلفی نوراً ومن امامی نوراً، واجعل من فوقی نوراً، وتحتی نوراً، وأعطنی نوراً" (۱)

("خدایا میرے دل میں نور پیدا کر، میری زبان میں اور میری قوت سامعہ میں نور پیدا کر، میری آنکھوں میں نور پیدا کر اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور پیدا کر، میرے اوپر اور میرے نیچے نور پیدا کر، اور مجھے نور عطا کر")۔

ارکان نماز میں سب سے کم وقفہ رکوع کے بعد قیام میں ہوتا ہے، لیکن حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد اتنی دیر کھڑے رہتے تھے، کہ ہم لوگ سمجھتے تھے کہ آپ سجدہ میں جانا بھول گئے (۲)۔

جو چیز نماز کی حضوری میں خلل ڈالتی تھی اس سے احتراز فرماتے تھے، ایک دفعہ چادر اوڑھ کر نماز ادا فرمائی، جس میں دونوں طرف حاشیے تھے، نماز میں اتفاق سے حاشیوں پر نظر پڑ گئی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ یہ لیجا کر فلاں شخص (ابو جہیم) کو دے آؤ، اور ان سے انبجانی مانگ لاؤ، حاشیوں نے نماز کی حضوری میں خلل ڈالا (۳)۔

ایک دفعہ دروازے پر منقش پردہ پڑا ہوا تھا، نماز میں اس پر نگاہ پڑی تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کو ہٹا دو، اس کے نقش و نگار قلب میں خلل انداز ہوئے (۴)۔

---

(۱) صحیح مسلم باب الدعا فی صلاۃ اللیل۔ (۲) مسند ابن حنبل۔ (۳) صحیح بخاری کتاب الصلوۃ، نوٹ: انبجانی ایک کپڑے کا نام ہے۔ (۴) صحیح بخاری کتاب اللباس والصلوۃ۔

روزہ

انبیاءؑ اور داعیانِ مذہب نے تکمیل روحانیت کے لئے تقلیل غذا بلکہ ترک غذا (روزہ) کو اسباب ضروری میں شمار کیا ہے، داعی اسلام کا طرز عمل اس باب میں افراط و تفریط کے بیچ میں تھا۔

اسلام سے پہلے اہل عرب عاشورا، کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی معمولاً اس دن روزہ رکھتے تھے، بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے قیام کے زمانہ میں آپ متواتر کئی کئی مہینوں تک روزہ رکھتے تھے، لیکن مدینہ آکر اس معمول میں فرق آگیا، مدینہ میں یہود بھی عاشورا، کا روزہ رکھتے تھے، آپ نے بھی رکھا، بلکہ تمام مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی، لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا، کا روزہ نفل رہ گیا۔

رمضان کے علاوہ پورے مہینہ کا روزہ مدینہ میں آپ نے کبھی نہیں رکھا، صرف ایک شعبان مستثنیٰ ہے، اس میں قریب قریب پورے مہینہ بھر آپؐ روزہ سے رہتے تھے، اس طرح سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان تو پورے روزوں میں گذرتے تھے، سال کے بقیہ مہینوں میں یہ کیفیت رہتی تھی کہ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ کبھی روزہ نہ توڑیں گے، پھر روزہ توڑ دیتے تو معلوم ہوتا کہ اب کبھی روزہ نہ رکھیں گے، مہینہ کے نصف اول میں جن کو ایام بیض کہتے تھے، آپ اکثر روزوں سے رہتے تھے، مہینہ میں تین دن کے علاوہ دوشنبہ اور جمعرات کو معمولاً روزے رکھا کرتے تھے، بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کا روزہ بھی معمولات میں سے تھا، ان کے علاوہ محرم کے دس دن، یکم سے عاشورا، تک اور شوال کے آغاز میں چھ دن دوسرے ساتویں تک آپ روزوں میں گذارتے تھے (۱)۔

---

(۱) ابو داؤد اور صحیح مسلم کتاب الصوم۔

اتفاقی روزے ان کے علاوہ تھے، آپؐ کبھی گھر میں تشریف لاکر پوچھتے تھے کہ کچھ کھانے کو ہے، جواب ملتا" کچھ نہیں "آپ فرماتے، تو میں آج روزے سے ہوں، (۱) کبھی کبھی آپ صوم وصال بھی رکھتے تھے، یعنی متواتر کئی کئی دن تک روزے رکھتے تھے، بیچ میں مطلق افطار نہیں کرتے تھے، یا برائے نام کچھ کھالیتے تھے، جب صحابہؓ نے اس میں آپ کی تقلید کرنی چاہی تو آپ نے منع فرمایا، بعض لوگوں نے اس ممانعت کو صرف اس معنی پر محمول کیا کہ آپ حکماً نہیں، بلکہ شفقت سے منع فرماتے ہیں، اس لئے اس ممانعت کے باوجود آپ کے ساتھ انھوں نے بھی اس قسم کے روزے رکھنے شروع کئے، آپ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو دو دن متصل روزہ رکھا، تیسرے دن اتفاق سے چاند ہوگیا، آپ نے فرمایا، "اگر مہینہ بڑھ سکتا تو میں لگاتار (مسلسل) روزے رکھتا کہ مذہب میں غلو کرنے والوں کا سارا غلو جاتا رہتا، صحابہ نے عرض کیا" یا رسول اللہ! پھر حضور کیوں کئی کئی دن تک افطار نہیں کرتے؟" ارشاد ہوا، تم میں مجھ جیسا کون ہے، مجھ کو تو ایک کھلانے والا ہے، جو کھلاتا ہے، اور ایک پلانے والا ہے، جو پلاتا ہے (۲)۔

بعض روایتوں میں الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں، "تم میں مجھ جیسا کون ہے، میں شب بسر کرتا ہوں تو میرا خدا مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے" (۳)۔

عام مسلمانوں کے لئے آپ اس قسم کی مذہبی سختیوں کو ناپسند فرماتے تھے، اور عام طور پر خود بھی ان چیزوں سے احتراز کرتے تھے۔

زکاۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام سے پہلے بھی بہت کچھ خیرات اور مبرات کیا

---

(۱) ابو داؤد باب النیۃ فی الصیام (۲) صحیح مسلم۔ (۳) صوم وصال کی یہ روایتیں صحیح مسلم سے لی گئی ہیں۔

کرتے تھے، جیسا کہ آغاز اسلام میں حضرت خدیجہؓ نے شہادت دی ہے، (۱) اسلام کے بعد آپؐ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی چیز نقد اپنے پاس رہنے نہیں دیتے تھے، جو کچھ آتا، مستحقین میں تقسیم فرمادیتے، لیکن بایں ہمہ زکاۃ کا ادا کرنا آپ سے ثابت نہیں، اس سے بعض فقہاء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکاۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن یہ صحیح نہیں، اصل بات یہ ہے کہ "زکاۃ" کے یہاں دو مفہوم ہیں، ایک مطلق صدقہ و خیرات اور اس باب میں جو آپ کی کیفیت تھی، وہ کس سے مخفی ہے، دوسرا یہ کہ سونا چاندی یا جانور وغیرہ کی مخصوص مقدار و تعداد پر جو حاجت اصلیہ سے زائد ہو، اور سال بھر تک مالک کے قبضہ میں رہی ہو، ایک خاص شرح رقم ادا کی جائے، یہ مصطلحہ زکاۃ کبھی آپ پر فرض ہی نہیں ہوئی، کاشانہ نبوت میں کوئی قابل زکاۃ چیز سال بھر تک تو کیا رہتی، یہ بھی پسند خاطر نہ تھا کہ شب گذر جائے، اور مال و دولت کا کوئی نشان گھر کے اندر رہ جائے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک ختم نہ ہو سکی، آپ نے رات بھر مسجد میں آرام فرمایا، اور کاشانہ اقدس میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا، جب تک حضرت بلالؓ نے آکر یہ اطلاع نہ دی کہ "یارسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کیا" (۲)۔

حج

اسلام سے پہلے آپؐ نے جس قدر حج کئے ان کی تعداد صحیح متعین نہیں کی جا سکتی، ابن الاثیرؒ نے لکھا ہے کہ چونکہ قریش معمولاً ہر سال حج کیا کرتے تھے، اس لئے قرینہ غالب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر سال حج ادا کئے ہوں گے، ترمذی شریف میں ہے کہ قیام مکہ کے زمانے میں، آپؐ نے دو حج کئے تھے، اور

---

(۱) صحیح بخاری بد. الوحی۔ (۲) ابو داؤد۔

ابن ماجہ و حاکم میں ہے کہ تین حج کئے تھے، لیکن یہ سب روایتیں مرسل ہیں، مدنیہ کے زمانہ قیام میں متفقاً ثابت ہے کہ صرف ایک حج ۱۰ھ ہجری میں کیا، اور اسی کو **حجۃ الوداع** کہتے ہیں۔

حج کے علاوہ آپ نے عمرے بھی ادا کئے ہیں، ہجرت کے بعد چار عمرے ثابت ہیں، ایک عمرہ ذی قعدہ کے مہینہ میں، ایک عمرہ حدیبیہ کی قضا کا، ایک غزوۂ حنین کے بعد، اور چوتھا **حجۃ الوداع** کے ساتھ (۱)، حضرت انس کہتے ہیں: **حجۃ الوداع** والے عمرہ کے سوا تمام عمرے آپؐ نے ذی قعدہ کے مہینے میں ادا کئے، ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے، ؟ انھوں نے جواب دیا، "چار عمرے" ان میں سے ایک ماہ رجب میں"، حضرت عائشہؓ نے یہ سنا تو کہا، "خدا ابو عبدالرحمن (۲) پر رحم فرمائے، آپؐ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا، جس میں وہ شریک نہ ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا" (۳)

سالِ حدیبیہ میں سب سے پہلی دفعہ جب آپؐ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، تو کفار قریش نے قدم قدم پر روکنے کی کوشش کی، صحابہؓ ان کی مدافعت میں آپ سے بچھڑ گئے، لیکن آپ کو خانہ کعبہ کی زیارت کا یہ شوق و ذوق تھا کہ اپنے ہمراہیوں کا انتظار کئے بغیر بے خطر آپ سب سے آگے بڑھے چلے جارہے تھے، آخر جاں نثاروں نے ابو قتادہ انصاریؓ کو بھیجا کہ وہ جاکر ہماری جانب سے سلام عرض کریں اور یہ درخواست کریں کہ "آپ ذرا توقف فرمائیں، ہمیں ڈر ہے کہ دشمن ہمارے اور آپ کے درمیان حائل نہ ہوجائیں"، بارے آپ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی، (۴)۔

---

(۱) صحیح مسلم و ابوداؤد حجۃ الوداع، و ترمذی باب کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) حضرت ابن عمرؓ کی کنیت ہے۔ (۳) بخاری و مسلم کتاب الحج۔ (۴) مسند ابن حنبل

دوامِ ذکرِ الٰہی

قرآن مجید نے اہل ایمان کا یہ وصف خاص بیان کیا ہے:۔

"الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم" (آل عمران ۔۲۰)

(جو خدا کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے میں یاد کرتے ہیں)۔

"لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ" (نور ۔۵)

(جن کو اشتغال دنیوی، خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتا)

اور قرآن کا مبلغ ان اوصاف کا خود بہترین مظہر تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے، ربیعہ بن کعب اسلمی رات کو آپ کے آستانہ پر پہرہ دیتے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی تسبیح و تہلیل کی آواز، میں سنتا جاتا تھا اور مجھے نیند آجاتی تھی (۱)، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے، پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، اور سفر میں جاتے، واپس آتے، گھر میں داخل ہوتے، مسجد میں قدم رکھتے، غرض ہر حالت میں دل و زباں سے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے، چنانچہ اسی بناء پر احادیث میں مختلف اوقات و حالات کے لئے کثرت سے ادعیۂ ماثورہ منقول ہیں، اخیر زندگی میں جب سورہ "اذا جاء نصر اللہ" اتری، جس میں تحمید و تسبیح کا حکم ہے، تو امہات المؤمنین کا بیان ہے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں زبان مبارک پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی (۲)۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آپ اکثر یہ دعا "رب اغفر لی وتب علیّ انک أنت التواب الغفور" تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پڑھا کرتے تھے، ہم نے گنا

---

(۱) مسند ابن حنبل۔(۲) ترمذی و ابن ماجہ باب الدعوات۔

تو ایک ایک نشست میں سو سو دفعہ یہ الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوئے، (۱) سفر اور کوچ کی بے اطمینانی میں بھی آپ یاد الہیٰ سے غافل نہیں ہوتے تھے، سواری پر بیٹھے بیٹھے نفل ادا کرتے تھے، اور اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ قبلہ کی طرف رخ ہے یا نہیں، سواری کا جانور جدھر چل رہا ہوتا، آپ ادھر ہی منہ کئے، نماز کی نیت کر لیتے کہ "أینما تولوا فثم وجه الله" (جدھر رخ کرو ادھر ہی خدا کا منہ ہے) (۲)۔

ذوق و شوق

آپؐ اصحابؓ کی محفل میں یا امہات المؤمنینؓ کے حجروں میں بات چیت میں مشغول ہوتے کہ دفعتہً اذاں کی آواز آتی، آپ اٹھ کھڑے ہوتے، رات کا معتد بہ حصہ گو شب بیداری میں گذرتا تھا، تاہم صبح کے وقت ادھر موذن نے اللہ اکبر کہا، ادھر آپ بستر سے اٹھ بیٹھے، شب کے وقت جس ذوق و شوق اور وجد کی حالت میں نماز پڑھتے، اس کا نقشہ حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے، "کبھی پوری پوری رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہتے، سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، جو قرآن پاک کی سب سے بڑی سورتیں ہیں، پڑھتے، جب کوئی خوف اور خشیت کی آیت آتی خدا سے پناہ طلب کرتے، کوئی رحمت اور بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے" قرأت اتنی زور سے فرماتے کہ دور تک آواز جاتی، اور لوگ اپنے بستروں پر پڑے پڑے آپ کی آواز سنتے، کبھی رحمت کی کوئی آیت آجاتی تو آپ اس کے ذوق و شوق میں محو ہو جاتے، حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے نماز میں یہ آیت پڑھی:۔

---

(۱) صحیح مسلم و ابو داؤد۔ (۲) صحیح بخاری۔

ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفر لهم فانک أنت العزیز الحکیم0 (مائدہ-۱۹)

(اگر تو سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو غالب اور حکمت والا ہے)۔

تو یہ اثر ہوا کہ صبح تک آپ یہی آیت پڑھتے رہ گئے۔

زیدؓ بن خالد جہنی ایک صحابی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ آج شب میں آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھوں گا، (غالباً یہ سفر کا واقعہ ہے) نماز کا وقت آیا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے دو رکعتیں معمولی (ہلکی) ادا کیں، پھر دو رکعتیں بہت لمبی اور بڑی دیر تک پڑھیں، پھر دو دو رکعتیں کر کے آٹھ رکعتیں بتدریج چھوٹی پڑھیں، اور سب کے آخر میں وتر ادا کی، حضرت خبابؓ کی روایت ہے کہ ایک شب آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو صبح تک نماز میں مصروف رہے۔(۱)

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک شب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا، آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی (قرآن پاک کی سب سے بڑی سورت ہے)، میں سمجھا کہ آپ سو آیتوں تک پڑھیں گے، لیکن آپ اس سورہ کو پڑھ کر اور آگے بڑھے، میں نے دل میں کہا شاید پوری سورت آپ ایک ہی رکعت پر ختم کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ نے جب اس سورہ کو ختم کیا تو میں نے خیال کیا کہ آپ اب رکوع کریں گے، لیکن آپ نے فوراً ہی سورۂ آل عمران شروع کر دی، یہ بھی ختم ہو چکی تو سورۂ نساء شروع کی، (یہ تینوں سورتیں مل کر پانچ پاروں کے قریب ہیں)، بہت ٹھیر ٹھیر کر نہایت سکون اور اطمینان سے آپ قراءت کر رہے تھے، اور ہر

---

(۱) یہ ساری روایتیں صحیح بخاری و مسلم، ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلوٰۃ اللیل، اور موطا ابو داؤد و نسائی فی احیاء اللیل سے لی گئی ہیں۔

آیت کے مضمون کے مطابق بیچ بیچ میں تسبیح اور دعا کرتے جاتے تھے، اس کے بعد آپ نے رکوع کیا، رکوع میں قیام ہی کے برابر توقف فرمایا، پھر کھڑے ہوئے اور اتنی ہی دیر تک کھڑے رہے، پھر سجدہ کیا، اور سجدہ میں بھی اسی قدر تاخیر فرمائی، (۱)۔

میدانِ جنگ میں یادِ الٰہی

عین اس وقت جب دونوں طرف سے فوجیں برسرپیکار ہوتیں، تیر و سنان اور تیغ و خنجر کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتیں اور ہر طرف سے شور دار و گیر برپا ہوتا، آپ نہایت خشوع و خضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ دعا و زاری اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے، سپاہی شجاعت کے فخر و غرور سے پیشانیوں پر بل ڈالے ہوئے دشمنوں کے مقابلہ میں ہوتے، لیکن خود سپہ سالار کی جبینِ نیاز زمین پر ہوتی، بدر، احد، خندق، خیبر، تبوک تمام بڑے بڑے معرکوں میں آپ کی یہی کیفیت رہی، معرکہ ہائے جنگ میں سپہ سالاروں کو اپنے بہادر سپاہیوں کی قوت پر ناز ہوتا ہے، لیکن اسلام کے قائد اعظم کو صرف خدائے ذوالجلال کی قوت پر ناز تھا، عالم اسباب کے لحاظ سے گو آپ نے اصول جنگ کے مطابق ہر میدان میں اپنی فوجیں مرتب کیں، لیکن اصلی اعتماد اور بھروسہ اسباب کائنات سے ماورا، قادر مطلق کی ذات پر تھا، بدر میں دو صحابی حاضر ہوتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ، ہم کو کافروں نے اس شرط پر رہا کیا ہے کہ ہم جنگ میں شرکت نہ کریں، ارشاد ہوتا ہے کہ "ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے" (۲) بدر کا میدان خون سے لالہ زار ہو رہا ہے، اور خشوع و خضوع سے دونوں ہاتھ پھیلا کر بارگاہ ایزدی میں عرض کر رہے ہیں "خدایا اپنا وعدۂ نصرت پورا کر" محویت اور بیخودی میں ردائے مبارک کندھے سے گر پڑتی ہے، اور آپ کو

---

(۱) صحیح مسلم و نسائی صلوٰۃ اللیل۔ (۲) صحیح مسلم باب الوفاء بالعہد۔

خبر تک نہیں ہوتی، کبھی سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ "خدایا! اگر آج یہ چند نفوس مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا" اسی اثناء میں حضرت علیؓ تین دفعہ میدان جنگ سے حاضر خدمت ہوتے ہیں، اور ہر دفعہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ مقدس پیشانی خاک پر ہے (۱)۔

غزوہ احد کے خاتمہ پر ابو سفیان مسرت سے ہبل کی جے پکارتا ہے، لیکن آپ اس دل شکستگی کے عالم میں بھی حضرت عمرؓ کو حکم دیتے ہیں کہ، تم بھی کہو:۔

"اللہ مولانا لا مولیٰ لکم اللہ أعلیٰ وأجل"۔

(خدا ہمارا آقا ہے، تمہارا کوئی آقا نہیں، خدا بڑا اور بلند ہے) (۲)۔ غزوۂ احزاب میں آپؐ خود اپنے دست مبارک سے خندق کھودنے میں مصروف تھے اور لبِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ۔ فاغفر للأنصار والمھاجرۃ۔

("خدایا بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے، انصار اور مہاجرین کو بخشش عطا کر")۔

دشمن اس شدت سے حملہ پر حملہ کر رہے تھے کہ کسی مسلمان کا اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا، اور یہ محاصرہ، ۲۰ یا ۲۲ دن تک قائم رہا، لیکن اس مدت میں صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ چار وقت کی نمازیں قضا ہوئیں، ایک دن عصر کے وقت دشمنوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مہلت نہ مل سکی، آخر عصر کا وقت ختم ہو گیا، آپ کو سخت رنج ہوا، حملہ رکنے پر سب سے پہلے باجماعت نماز ادا کی، (۳)۔

غزوۂ خیبر میں جب آپ شہر کے قریب پہنچے تو زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے، اللہ اکبر خربت خیبر (اللہ اکبر خیبر ویران ہو چکا) عمارتیں نظر آئیں تو صحابہؓ سے

(۱۔۲۔۳) صحیح بخاری بدر، احد، احزاب۔

ارشاد کیا کہ ٹھیر جاؤ، پھر یہ دعا مانگی:۔

" اللھم انا نسئلک خیر ھذہ القریۃ و خیر أھلھا و خیر ما فیھا ونعوذبک من شرھا و شر أھلھا و شر ما فیھا "۔

(" اے خدا ہم تجھ سے اس آبادی کی، اس آبادی والوں، اور اس آبادی کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں، اور ان سب کی برائیوں سے تیری پناہ کے طلب گار ہیں ")۔

حنین کے معرکہ میں بارہ ہزار فوج آپؐ کے ساتھ تھی، لیکن اول ہی حملہ میں اس کے پاؤں اکھڑ گئے، اس فوج کے سپہ سالار کو جس ذات وحدہ لاشریک کی قوت پر اعتماد تھا، آپؐ کو اس تنہائی میں بھی اسی طرح ناصر و مددگار سمجھتے تھے جس طرح فوج و لشکر کے ساتھ، عین اس وقت جب دس (۱۰) ہزار قدر انداز، تیروں کا مینہ برساتے ہوئے سیلاب کی طرح بڑھتے چلے آتے تھے، اور آپ کے پہلو میں چند جاں نثاروں کے سوا کوئی اور باقی نہیں رہا تھا، آپ سواری سے اتر آئے اور فرمایا" میں خدا کا بندہ اور پیغمبر ہوں "۔ پھر بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو کر نصرت موعودہ کی درخواست کی، دفعتہً ہوا کا رخ پلٹ گیا، اور نسیم فتح علم اسلام کو لہرانے لگی، دس ہزار دشمن کے بے پناہ تیروں کو یکہ و تنہا مناجات و زاری کی سپر پر روکنے کی جرأت پیغمبروں کے سوا اور کس سے ظاہر ہو سکتی ہے(۱)۔

اس مرقع کا سب سے موثر منظر غزوۂ بنی مصطلق میں نظر آتا ہے، سامنے دشمن پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں، اور غفلت کے منتظر ہیں کہ دفعتہً نماز کا وقت آجاتا ہے، اور آپ امام بن کر آگے کھڑے ہو جاتے ہیں، صحابہؓ کی ایک جماعت مقتدی ہو کر نماز میں مصروف ہو جاتی ہے، اور دوسرے دشمنوں کا سامنا روک لیتی ہے، صلح حدیبیہ

---

(۱) صحیح بخاری و مسلم، حنین۔

کے زمانے میں اس سے بھی زیادہ خطرناک موقع پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے پاس غسفان میں خیمہ زن تھے، قریش کے مشہور جنرل خالد بن ولید آس پاس کی پہاڑیوں میں دشمنوں کی فوج کا ایک دستہ لئے ہوئے موقع کی تاک میں تھے، آخر قریش کی یہ رائے قرار پائی کہ مسلمان جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو عین اس وقت ان کی بے خبری میں حملہ کیا جائے، خداوند کارساز کی بارگاہ سے قصر صلاۃ کی ایک عمدہ تقریب پیدا ہو گئی، چنانچہ قصر کی آیتیں نازل ہوئیں، عصر کا وقت آیا تو آپ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، دشمن اپنی فوج کا پرا لئے آپؐ کے سامنے تھے، صحابہؓ دو حصوں میں منقسم ہوئے، ایک حصہ نے آپؐ کے پیچھے آکر نماز کی صفیں قائم کر لیں، اور دوسرا حصہ دشمنوں کے مقابل کھڑا ہو گیا، پہلی جماعت فارغ ہو کر بتدریج دشمنوں کے مقابل اور دوسری ترتیب کے ساتھ پیچھے ہٹ کر آپؐ کے ساتھ نماز میں جا ملی، یہ تمام تبدیلیاں مقتدیوں کی صفوں میں ہو رہی ہیں، لیکن خود سپہ سالار خون آشام تلواروں کے سایہ میں تمام خطرات سے بے پروا عبادتِ الٰہی میں مصروف ہے، اور اس کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوتی (۱)۔

ان واقعات کو پڑھ کر اندازہ ہو گا کہ اس حکم الٰہی کی کہاں تک تعمیل ہوئی:۔

"یا أیھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا و اذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون" 0 (انفال۔رکوع۔۶)

(مسلمانو! جب کسی گروہ سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور بار بار خدا کا نام لیتے جاؤ، تم کامیاب ہو گے)۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں جب کسی ٹیکری (ٹیلہ) پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے، (۲)۔

(۱۔۲) ابو داؤد باب صلوٰۃ المسافرین والتکبیر عند الحرب۔

خشیتِ الٰہی

آپؐ خاتم الانبیاء تھے، افضل رسل تھے، محبوب خاص تھے، تاہم خشیت الٰہی کا یہ اثر تھا کہ فرمایا کرتے کہ مجھ کو کچھ نہیں معلوم کہ میرے اوپر کیا گزرے گی، حضرت عثمانؓ بن مظعون نے جب وفات پائی تو آپ تعزیت کو گئے، لاش دھری تھی، ایک عورت نے لاش کی طرف مخاطب ہو کر کہا، خدا گواہ ہے، کہ خدا نے تجھ کو نوازا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم کو کیونکر معلوم ہوا" بولیں خدا نے ان کو نہیں نوازا تو اور کس کو نوازے گا؟ ارشاد ہوا کہ " ہاں مجھ کو بھی ان کی نسبت بھلائی کی توقع ہے، لیکن میں پیغمبر ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا"(۱)۔

جب کبھی زور سے ہوا چلتی تو آپ سہم جاتے، کسی ضروری کام میں ہوتے، اس کو چھوڑ کر قبلہ رخ ہو جاتے،(۲) اور فرماتے "خدایا تیری بھیجی ہوئی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں" جب مطلع صاف ہو جاتا یا پانی برس جاتا تو مسرور ہوتے، اور خدا کا شکر ادا فرماتے، ایک دفعہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا، تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں مضطرب ہو جاتے ہیں؟ ارشاد ہوا عائشہ! تجھے کیا معلوم کہ قوم ہود کا واقعہ نہ پیش آئے، جس نے بادل دیکھ کر کہا کہ ہماری کھیتیوں کو سیراب کرنے والا ہے، حالانکہ وہ عذاب الٰہی تھا(۳)۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے بال پکنے لگے، فرمایا مجھے سورۂ ہود و واقعہ و مرسلات اور عم یتساءلون نے بوڑھا کر دیا(۴)، (ان سورتوں

---

(۱) صحیح بخاری۔(۲) ابن ماجہ۔(۳) یہ واقعہ بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی مذکور ہے، اخیر فقرہ قرآن کی آیت کا ترجمہ ہے۔(۴) شمائل ترمذی۔

میں قیامت کے واقعات کثرت سے مذکور ہیں)، حضرت ابی بنؓ کعب سے روایت ہے کہ "جب دو ثلث شب گذر چکتی، باآواز بلند یہ الفاظ ادا فرماتے، "لوگو! خدا کو یاد کرو، زلزلہ آرہا ہے، اس کے پیچھے آنے والا آرہا ہے، موت اپنے سامان کے ساتھ آپہنچی" (۱)۔

فرمایا کرتے تھے لوگو! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تم کو ہنسی کم اور رونا زیادہ آتا، ایک مرتبہ آپؐ نے نہایت موثر طرز سے خطبہ میں فرمایا، "اے معشر قریش! اپنی آپ خبر لو، میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا، اے بنی عبد المناف! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا، اے عباس بن عبد المطلب، میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا، اے صفیہ! رسول خدا کی پھوپھی! میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا، اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ! میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا،"۔ (صحیحین)۔

گریہ و بکاء

گریہ و بکاء و خشیت الہیٰ کی وجہ سے اکثر آپ پر رقت طاری ہوتی، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب آپ کے سامنے "**فکیف اذا جئنا من کل أمة بشهید و جئنابک علیٰ هؤلاء شهیدا**" پڑھی، تو بے اختیار چشم مبارک سے آنسو جاری ہوگئے، اکثر نماز میں رقت طاری ہوتی اور آنسو جاری ہوجاتے، ایک دفعہ جب سورج گہن پڑا تو نماز کسوف میں آپ ٹھنڈی سانسیں بھرتے اور فرماتے تھے، خدایا تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو لوگوں پر میرے ہوتے عذاب نہیں نازل کرے گا (۲)۔

عبداللہؓ بن شخیر ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ، میں ایک بار خدمت نبوی

---

(۱) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی باب البکاء والخوف۔ (۲) صحیح بخاری تفسیر آیت مذکورہ۔

میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں، معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے، یا ہانڈی ابل رہی ہے۔(۱)

ایک بار آپ ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ قبر کے کنارہ بیٹھ گئے، یہ منظر دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں سے زمین نم ہو گئی، پھر فرمایا بھائیو! اس دن کے لئے سامان کر رکھو(۲)۔

ایک دفعہ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، راہ میں ایک پڑاؤ ملا، کچھ لوگ بیٹھے تھے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کون ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں، ایک عورت بیٹھی چولھا سلگا رہی تھی، پاس ہی اس کا لڑکا تھا، آگ خوب روشن ہو گئی، اور بھڑک گئی، تو وہ بچہ کو لے کر آپؐ کی خدمت میں آئی، اور بولی، آپ رسول اللہ ہیں! ارشاد ہوا ہاں! بیشک، پھر اس نے پوچھا کیا ایک ماں اپنے بچہ پر جس قدر مہربان ہے خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا بیشک، اس نے کہا تو ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی، آپؐ پر گریہ طاری ہو گیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا، خدا اس بندہ کو عذاب دے گا جو سرکش اور متمرد ہے، یعنی جو خدا سے سرکشی کرتا ہے، اور اس کو ایک نہیں کہتا(۳)۔

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا پڑھی:۔

رب انهن أضللن كثيرا من الناس فمن تبعني فانه مني " (پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، ان میں سے جس نے میری پیروی کی وہی میری جماعت میں ہے)۔ پھر حضرت عیسیٰؑ والی دعا پڑھی:۔

---

(۱) ابو داؤد صلوٰۃ الکسوف۔(۲) ترمذی و ابو داؤد باب البکاء فی صلوٰۃ اللیل۔(۳) سنن ابن ماجہ باب الحزن والبکاء۔

"ان تعذبهم فانهم عبادک و ان تغفر لهم فانک أنت العزیز الحکیم"0

(اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر معاف کر دے تو، تو غالب و دانا ہے)۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھاکر "اللھم اُمتی اُمتی" فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے(۱)۔

محبتِ الٰہیٰ

دنیا میں دو قسم کے پیغمبر آئے ہیں، ایک وہ جن کی آنکھوں کے سامنے صرف خدا کا جلال و کبریائی کا جلوہ تھا، اس لئے وہ صرف خدا کے خوف و خشیت کی تعلیم دیتے تھے، مثلاً حضرت نوح و حضرت موسیٰ علیہما السلام، دوسرے وہ جو محبت الٰہیٰ سے سرشار تھے، اور وہ لوگوں کو اسی خمخانہ عشق کی طرف بلاتے تھے، مثلاً حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام، پہلی راہ اخلاص و محبت کی منزل تک پہنچاتی ہے، اور دوسری عبودیت اور آداب و احترام کی منزل سے دور پھینک دیتی ہے، لیکن اسلام دونوں جلوؤں کو یکساں نمایاں کرنا چاہتا ہے، یہی سبب ہے کہ حامل شریعت اسلامیہ کی ذات مبارک میں دونوں پہلو بہ یک دفعہ نظر آتے ہیں، قرآن مجید نے کمال ایمان کا وصف یہ بیان کیا ہے:۔

"والذین آمنوا أشد حبا لله" (بقرہ آیت ۔۱۶۵)

(جو ایمان لائے ہیں، ان کو سب سے زیادہ خدا پیارا ہے)۔

صحیح روایتوں میں ہے کہ آپؐ راتوں کو اتنی دیر تک نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا، یہ دیکھ کر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ

---

(۱) صحیح مسلم باب بکاء النبی صلی اللہ علیہ و سلم لأمتہ۔

آپ کی مغفرت تو خدا کر چکا ہے، آپ یہ زحمت کیوں اٹھاتے ہیں" ؟ ارشاد ہوا کہ " کیا میں عبد شکور نہ بنوں" ؟ ارباب باطن کہتے ہیں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ آپ کی عبادتیں خشیت الہیٰ سے ہیں، اور چونکہ آپ گناہوں سے پاک کر دیئے گئے تھے، اس لئے آپ کو ریاضات شاقہ کی ضرورت نہ تھی، آپ نے جواب میں اسی شبہہ کو دفع فرمایا اور بتایا کہ ان کا مقتضیٰ محبت الہیٰ ہے، اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے (۱)

" وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ " ۔ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)۔

راتوں کو سناٹے میں اٹھ کر آپ کبھی دعا و زاری میں مصروف ہوتے، کبھی قبرستان کی طرف نکل جاتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ نصف شب کے سکوت میں خدا سمائے دنیا پر نزول فرماتا ہے، عبادت شبانہ کا خاتمہ صبح کی دو رکعتوں پر ہوتا تھا، جن کی نسبت آپ کا ارشاد تھا کہ " ان کے معاوضہ میں دنیا و مافیہا کی نعمتیں بھی میرے سامنے ہیچ ہیں" (۲)۔

ایک دفعہ ایک غزوہ میں کوئی عورت گرفتار ہو کر آئی، اس کا بچہ گم تھا، محبت کا یہ جوش تھا کہ کوئی بچہ مل جاتا تو وہ سینے سے لگا لیتی، اور اس کو دودھ پلاتی، آپؐ نے دیکھا تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ " کیا یہ ہو سکتا ہے، کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے " لوگوں نے عرض کیا، " ہرگز نہیں " فرمایا تو خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت ہے، جتنی اس کو اپنے بچے سے ہے " (۳)۔

آپ محبت الہیٰ کے سامنے دنیا کی تمام محبتوں کو ہیچ سمجھتے تھے، وفات سے پانچ دن پہلے آپ نے صحابہؓ کے مجمع میں ایک خطبہ دیا، اس میں فرمایا " میں خدا کے سامنے اس بات سے براءت کرتا ہوں کہ تم میں سے (یعنی انسانوں میں سے) کوئی میرا

---

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ۔ (۳) صحیح بخاری باب رحمتہ الولی

دوست ہو، کیونکہ خدا نے مجھے اپنا دوست بنالیا، جس طرح ابراہیمؑ کو اس نے اپنا دوست بنالیا تھا، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بناسکتا تو ابو بکرؓ کو بناتا"۔(۱)

وفات کے وقت زبان مبارک سے جو فقرہ بار بار ادا ہو رہا تھا، وہ یہ تھا:۔ "اللھم الرفیق الأعلیٰ" یہ الفاظ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ "اب آپ ہم کو چھوڑ دیں گے"۔(۲)

توکل علی اللہ

توکل کے یہ معنی ہیں کہ انسان کوششوں کے نتائج اور واقعات عالم کے فیصلہ کو خدا کے سپرد کر دے، اسباب و علل کے پردے اس کے سامنے سے اٹھ جائیں اور براہ راست ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں نظر آئے، بظاہر اسباب و علل گو ناموافق ہوں، مگر یہ غیر متزلزل یقین ہو کہ یہ ناموافق حالات ہمارے کام میں ذرہ بھر موثر نہیں ہوسکتے، بلکہ اصلی قوت و قدرت عالم اسباب سے ماورا ہستی کے ہاتھ میں ہے، انسان کا استقلال، عزم و جرأت و بیباکی کی یہ تمام باتیں اسی ایک اصل کی پرتو ہیں، اسی بدولت مشکل سے مشکل اوقات میں بھی زمام صبر اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتی، پر خطر سے پر خطر راستوں میں بھی جبن اور ضعف ہمت اس کے قلب میں راہ نہیں پاتا، شدید سے شدید حالات میں بھی اس کے دل پر مایوسی کا بادل نہیں چھاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح زندگی کا ایک ایک حرف پڑھ جاؤ، تم کو صاف نظر آئے گا کہ آسماں کے نیچے شدائد اور مصیبتوں کی کوئی صنف نہ ہوگی، جو آپ کی راہ میں حائل نہ ہوئی ہو، لیکن آپؐ کا دل کبھی اضطراب و انتشار، مایوسی و

---

(۱) صحیح مسلم۔(۲) صحیح بخاری باب الوفاۃ۔

ناامیدی، اور خوف و بیم سے آشنا نہ ہوا، مکہ مکرمہ کی تنہائیوں میں، مصائب کے ہجوم میں، دشمنوں کے نرغہ میں، حنین واحد کے خونریز معرکوں میں، ہر جگہ توکل و اعتماد علی اللہ کا ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے، ابو طالب سمجھاتے ہیں کہ جانِ عم! اس کام سے ہاتھ اٹھاؤ، آپؐ فرماتے ہیں، "عم محترم! میری تنہائی کا خیال نہ کیجئے، حق زیادہ دیر تک تنہا نہیں رہے گا، عجم و عرب ایک دن اس کے ساتھ ہوگا" ایک دوسرے شخص کے جواب میں آپؐ فرماتے ہیں کہ "خدا مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا" مکہ میں ایک مصیبت زدہ مایوس صحابی سے ارشاد ہوتا ہے، خدا کی قسم عنقریب وہ وقت آرہا ہے، جب دین مرتبہ کمال کو پہنچ جائے گا، اور خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہیں رہے گا(۱)۔

ایک دفعہ حرم میں بیٹھ کر کفار نے باہم مشورہ کیا کہ محمدؐ اب جیسے ہی یہاں قدم رکھیں ان کی بوٹی بوٹی اڑا دی جائے، حضرت فاطمہؓ ان کی یہ گفتگو سن رہی تھیں، وہ روتی ہوئی آپ کے پاس آئیں، اور واقعہ عرض کیا، آپ نے ان کو تسکین دی، اور وضو کے لئے پانی مانگا، وضو کر کے آپ بے خطر حرم کے سمت روانہ ہوگئے، جب خاص صحن حرم میں پہنچے، اور کفار کی نظر آپ پر پڑی تو خود بخود ان کی نگاہیں جھک گئیں(۲)۔

شب ہجرت کا واقعہ یاد کرو کہ قریش کے بہادر خون آشام ارادوں کے ساتھ کاشانہ اقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، لیکن آپؐ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے عزیز قوت بازو علی مرتضیٰؓ کو اپنی جگہ بستر پر لٹا دیا، حالانکہ اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ قتل گاہ ہے، بستر خواب نہیں، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم تھا کہ ایک قادر کل ہستی ہے، جو تختہ مقتل کو فرشِ گل بنا سکتی ہے، ان کو لٹاتے ہوئے نہایت اعتماد سے فرمایا کہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا(۳)۔

گھر کے چاروں طرف دشمنانِ قریش محاصرہ کئے ہوئے تھے، اور خیال ہو سکتا

(۱-۲) صحیح بخاری۔ (۳) مسند احمد۔

تھا کہ صبح امید کے انتظار میں مکہ کے جواں و پیر عجب نہیں کوچوں اور گلیوں میں مشتاقِ خبر پھر رہے ہوں، لیکن آپؐ نے اذن الہیٰ کے اعتماد پر ان تمام ناموافق حالات کی موجودگی میں گھر سے باہر قدم نکالا، اس وقت سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیتیں زبان مبارک پر تھیں، جن میں نبوت کی، اور اپنے راہ راست پر ہونے کی تصدیق ہے، آخری آیت یہ تھی:۔

" و جعلنا من بین أیدیھم سداً و من خلفھم سداً فأغشیناھم فھم لایبصرون "

(ہم نے ان کے آگے اور ان کے پیچھے دیواریں کھڑی کر دی ہیں، ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ نہیں دیکھتے ہیں)۔اور یہ بالکل سچ تھا۔

مکہ سے نکل کر آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ لی، قریش میں خون آشامی کے ساتھ، اب اپنی ناکامی کا غصہ بھی تھا، اور اس لئے اس وقت ان کے انتقام کے جذبات میں غیر معمولی تلاطم ہوگا، وہ آپ کے تعاقب میں نشان قدم کو دیکھتے ہوئے ٹھیک اسی غار کے پاس پہنچ گئے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس پر خطر حالت میں کسی کے حواس باقی رہ سکتے ہیں، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! دشمن اس قدر قریب ہیں کہ اگر ذرا نیچے جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے تو ہم پر نظر پڑ جائے گی" لیکن آپ نے روحانیت کی پر سکون آواز میں فرمایا، "ان دو کو کیا غم ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو"(۱) پھر جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، فرمایا:۔"لاتحزن ان اللہ معنا" (توبہ۔۶) (غم نہ کر، خدا ہمارے ساتھ ہے)۔سینۂ نبوت کے سوا اس روحانی سکون کا جلوہ اور کہاں نظر آسکتا ہے"(۲)

---

(۱) صحیح بخاری و مسلم باب الھجرۃ۔(۲) شب ہجرت کا یہ واقعہ، سیرت النبیؐ از علامہ شبلی سے ماخوذ ہے۔

قریش کے اس اعلان کے بعد کہ جو محمدؐ کو زندہ یا ان کا سر کاٹ کر لائے گا، اس کو سو (۱۰۰) اونٹ ملیں گے، سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا اور اس قدر قریب پہنچ گیا کہ وہ آپ کو پا سکتا تھا، حضرت ابو بکرؓ بار بار گھبرا کر ادھر دیکھ رہے تھے، لیکن آپؐ نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا کہ سراقہ کس ارادہ سے آرہا ہے، یہاں دل پر وہی سکینت ربانی طاری تھی، اور لب ہائے مبارک تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مدینہ آکر آپؐ کی زندگی ہر قسم کے خطروں سے محفوظ ہو گئی تھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ گو اسلام کو یہاں اعوان و انصار کی ایک معتد بہ تعداد مل گئی تھی، لیکن اسی کے ساتھ ان دشمنوں کا سامنا بھی تھا، جو دشمنان مکہ سے زیادہ خطرناک تھے، مکہ میں قریش گو آپ کے دشمن تھے، لیکن ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نسبی تعلقات تھے، جو کبھی کبھی کسی کو غم خواری اور مؤاسات پر بھی مائل کر دیتے تھے، لیکن مدینہ کے منافقین اور یہود کو مؤاسات اور ہمدردی کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی، علاوہ بریں یہود و منافقین مدینہ اور قریش میں باہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل و جلاوطنی کی سازشیں شروع ہو گئی تھیں۔ اس بناء پر صحابہ جاں نثاری کی بناء پر آکر راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے، اسی زمانہ میں ایک رات صحابہ آپ کے خیمہ کا پہرہ دے رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی :۔"واللہ یعصمک من الناس" (مائدہ) (اور اللہ لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا)۔ آپ نے اسی وقت خیمہ سے باہر سر نکال کر صحابہ سے فرمایا (۱) "أیھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ" (لوگو واپس جاؤ میری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے،)

احد اور حنین کے معرکوں میں جب میدان جنگ تھوڑی دیر کے لئے

---

(۱) جامع ترمذی، تفسیر مائدہ۔

جاں نثاروں سے خالی ہو گیا تھا، آپ کا استقلال، توکل علی اللہ و سکینتِ روحانی کی معجزانہ مثال ہے۔

غرض یہ توکل اور اعتماد علی اللہ کی یکرخی تصویر ہے، اس مرقع کا دوسرا رخ بھی کچھ اس سے کم نہیں ہے، آپ پر فقر و غنی کے مختلف دور گزرے، کوئی دن ایسا آتا کہ مسجد نبویؐ کا صحن زر و مال سے معمور ہو جاتا، اور پھر متصل کئی کئی دن ایسے آتے کہ فاقہ سے شکم مبارک پر دو دو، تین تین پتھر بندھے ہوتے، حالانکہ بالکل ممکن تھا کہ آج کا سرمایہ کل کے مصارف کے لئے اٹھا کر رکھا جائے، لیکن تمام عمر آپ کا طرز عمل اس کے خلاف رہا، کبھی ایک دن کی آمدنی دوسرے دن کے لئے اٹھا کر نہیں رکھی گئی۔ ضروری اور بقدر کفاف اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جاتا وہ شام تک اہل استحقاق پر صرف کر دیا جاتا تھا(۱)۔

صبر و شکر

رنج و غم کے متعاقب اور توأم دور کس کی زندگی میں نہیں آتے، لیکن انسان کے روحانی کمال کا جوہر یہ ہے کہ ایک طرف حصول مقصد اور کامیابی کے نشہ میں سرشار اور از خود رفتہ نہ ہو، تو دوسری طرف مصائب و آلام کی تلخی کو خندہ جبینی اور کشادہ دلی کے ساتھ گوارا کر لے، اور یقین رکھے کے انسان کا فرض صرف عمل ہے۔ کامیابی و ناکامی کا سررشتہ ایک بالاتر ہستی اللہ کے ہاتھ میں ہے، قرآن مجید نے اس نکتہ کی طرف اشارہ اس طرح کیا ہے۔

(" جتنی مصیبتیں زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہیں، وہ ان کے وجود سے پہلے دیوان قضا میں لکھ لی گئی ہیں، یہ بات خدا کے لئے آسان ہے، یہ اس لئے کیا گیا،

---

(۱) مسند احمد و ابو داؤد۔

تاکہ تم ناکامی پر غم اور حصول مقصد پر فخر نہ کرو، خدا مغرور اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا") (حدید ۔۳م)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں وہ بڑی سے بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں، جو اس آسمان کے نیچے نوع انسان کے کسی فرد کو حاصل ہو سکتی تھیں، تاہم آپ کے آئینۂ دل میں کبھی فخر و غرور نے اپنا عکس نہیں ڈالا، آپ نے ارشاد فرمایا" "انا سید ولد آدم ولا فخر" "میں آدم کے بیٹوں کا سردار ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں" عدی بن حاتم طائی نے جو مذہباً عیسائی تھے، آپ کے جو حالات سنے تھے، ان کی بناء پر ان کو شک تھا کہ آپ بادشاہ ہیں یا پیغمبر؟ جب وہ اپنے قبیلہ کا وفد لے کر حاضر خدمت ہوئے تو عین اسی وقت ایک مسکین سی عورت اپنی کسی غرض کے لئے بارگاہ اقدس میں آئی، اور مجمع سے ذرا ہٹ کر کچھ سن لینے کی درخواست کی، آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، اور اس وقت تک گلی میں کھڑے رہے، جب تک وہ خود اپنی مرضی سے چلی نہیں گئی، عدی کہتے ہیں کہ آپ کی تواضع اور خاکساری کا یہ عالم دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا، کہ آپ پیغمبر ہیں، بادشاہ نہیں، (۱)۔

آپ کو جب وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا، اس پر خدا درود بھیجے گا، تو اس رفع منزلت پر آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا (۲)۔

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے، اور جب مقام ذوعرا کے قریب پہنچے تو حضور اکرم سواری سے اتر گئے، اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک بارگاہ الٰہی میں دعا کی، پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک اسی حالت میں پڑے رہے، پھر سر اٹھا کر بدستور دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے، پھر دیر تک سجدہ میں رہے، پھر اٹھ کر تضرع کے ساتھ دعا شروع کی۔ اور اس

---

(۱) سیرت ابن ہشام۔ (۲) ابو داؤد کتاب السجود۔

کے بعد جبینِ نیاز خاک پر رکھی، اس دعا و سجود سے فارغ ہو کر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا "میں نے اپنی امت کی مغفرت کے لئے خدا سے دعا مانگی تھی، جس کا ایک حصہ مقبول ہوا، میں شکر کے لئے سجدہ میں گرا، پھر مزید درخواست کی، اس نے وہ بھی قبول کی، میں سجدہ میں شکر بجالایا، اور پھر دعا و زاری کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی درجہ قبولیت بخشا، اور پھر میں سجدہ میں گر پڑا"(۱)

صبر کا مفہوم بالکل شکر کے مخالف ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں یہ دونوں متضاد اوصاف ایک ساتھ جمع ہو گئے تھے، اور آپؐ کو عملاً دونوں کے اظہار کا موقع ملا، حدیث شریف میں ہے، ایک صحابی نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آئی ہے؟ ارشاد ہوا کہ پیغمبروں پر پھر اسی طرح درجہ بدرجہ لوگوں پر، (۲) واقعات بھی اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں، آپ سرور انبیاءؑ تھے، اس بناء پر دنیا کے شدائد اور مصائب کا بار اس مقدس گروہ میں سب سے زیادہ آپ کے دوش مبارک پر تھا، اسی لئے قرآن مجید میں بار بار آپ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے، سورۂ احقاف میں ہے:۔

"واصبر کما صبر أولوا العزم من الرسل"۔(اے پیغمبر! جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا، تم بھی صبر کرو)۔

"آپ ابھی پیدا نہ ہوئے تھے کہ والد نے انتقال کیا، عہد طفولیت میں تھے کہ سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا، اس کے دو برس کے بعد دادا نے جن کی نگاہ لطف زخم یتیمی کا مرہم تھی، وفات پائی، نبوت کے بعد ابو طالب جو قریش کے ظلم و ستم کے سپر تھے، مفارقت کی، محرم اسرار ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰؓ جو اس ہجوم مصائب میں آپ کی تنہا مونس و غم خوار تھیں، موت نے ان کو بھی اسی زمانہ میں آپ سے علیحدہ کر دیا،

---

(۱) مسند احمد۔(۲) سنن ابن ماجہ باب الصبر۔

والدین اور بیوی کے بعد انسان کو سب سے زیادہ محبت اولاد سے ہوتی ہے، جس کی مفارقت کا زخم تمام عمر مندمل نہیں ہوتا، آپ کی اولاد ذکور حسب اختلاف کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار تھیں، اور لڑکیوں کی تعداد بھی چار تھی، لیکن ایک حضرت فاطمہؓ کے سوا سب نے کمسنی یا جوانی میں آپ کی نگاہوں کے سامنے جان دی، ان واقعات پر اگرچہ کبھی کبھی آپ کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں، لیکن زبان و دل پر ہمیشہ صبر و سکینت کی مہر لگی رہی، اور کبھی کوئی کلمہ زبان مبارک سے ایسا نہیں نکلا جس سے کارکنانِ قضا و قدر کی شکایت کا پہلو نکلتا ہو" (۱)۔

آپؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے سنہ ۸ ھ میں وفات پائی تو تجہیز و تکفین کے متعلق آپ نے خود بہ نفس نفیس ہدایات دیں، جنازہ قبر کے سامنے رکھا گیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، لیکن زبان مبارک سے ایک لفظ بھی نہ نکلا، حضرت زیدؓ پروردۂ خاص اور حضرت جعفرؓ ابن عم دونوں آپ کو بہت محبوب تھے، غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت کی خبر آئی، تو چشم مبارک اشک آلود ہو گئی، لیکن اسی اثنا، حضرت جعفرؓ کے گھر میں نوحہ کی آواز آئی تو آپ نے منع کرا بھیجا، آپ کا ایک نواسا جس سے آپ کو محبت تھی، مبتلائے نزع ہوا، تو صاحبزادی نے بلا بھیجا، لیکن آپ نے اس کے جواب میں سلام کے بعد یہ پیغام بھیجا کہ "اللہ نے جو لیا وہ اسی کا تھا اور جو دیا ہے وہ بھی اسی کا ہے، اس کا ہر کام وقت مقررہ پر ہوتا ہے، صبر کرو، اور اس سے خیر طلب کرو"۔ (صحیح بخاری)۔

صاحبزادی نے دوبارہ بہ اصرار بلایا، آپ چند صحابہؓ کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے، بچہ آپ کی گود میں رکھ دیا گیا، وہ دم توڑ رہا تھا، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ایک صحابیؓ نے کہا! یا رسول اللہ یہ کیا ہے، فرمایا جذبۂ محبت ہے، جو اللہ تعالیٰ

---

(۱) ماخوذ سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ

نے اپنے بندوں کے دل میں رکھا ہے، خدا اپنے بندوں میں سے رحم دلوں پر رحم کرتا ہے۔

بہرحال یہ واقعات آنی جانی ہیں، یعنی ان کا اثر ایک خاص وقت تک انسان پر رہتا ہے، پھر مٹ جاتا ہے، لیکن مسلسل اور غیر منقطع مصائب و حوادث کو اس طرح برداشت کرنا کہ کبھی پیمانہ صبر لبریز نہ ہونے پائے، سخت مشکل ہے، ہجرت سے پہلے تیرہ (۱۳) سال تک طائف و مکہ کے اشقیاء نے دعوت حق کا جس تحقیر و استہزاء، سب و شتم، تعذیب و ایذا رسانی کے ساتھ جواب دیا، اس کے دہرانے کی حاجت نہیں مدینہ منورہ میں آٹھ نو برس تک جن خونی معرکوں کا ہمیشہ سامنا رہا، اور دشمنوں نے آپ کی جلاوطنی اور قتل و شکست کے جو منصوبے باندھے ان کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں، لیکن ان تمام تیروں کی بوچھار صبر کے سوا آپ نے کس سپر پر روکی؟

اس سے بھی زیادہ مشکل، ان واقعات پر صبر ہے، جو خود اختیاری ہوں، فتوحات کی کثرت گو ہر دفعہ بیت المال کو معمور کر دیتی تھی، لیکن دست کرم کو اسی وقت آرام ملتا، جب سارا خزانہ ارباب حاجت اور فقراء میں لٹ چکا ہوتا، چنانچہ اسی بناء پر خود آپ کا کوئی دوسرا جوڑا لباس نہیں ہوتا تھا، تاہم یہ تمام شدائد اس لئے گوارا تھے کہ صبر کی لذت الوان نعمت کی خوشگواری اور لباس ہائے فاخرہ کی مسرت سے کہیں زیادہ تھی۔

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلہ و أصحابہ و أزواجہ و ذریاتہ و أھل بیتہ أجمعین وبارک وسلم۔

○○○○○

۲۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معمولاتِ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کی
فہرست

(۱) صبح سے شام تک کے معمولات
(۲) خواب
(۳) عبادت شبانہ
(۴) معمولات نماز
(۵) معمولات جمعہ
(۶) معمولات سفر و جہاد
(۷) معمولات عیادت و عزاء
(۸) معمولات ملاقات
(۹) معمولات عامہ

معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ترمذی نے شمائل میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوقات کے تین حصے کر دیئے تھے، ایک عبادت الہیٰ کے لئے، دوسرا عام خلق کے لئے، تیسرا اپنی ذات کے لئے۔

صبح سے شام تک کے معمولات

معمول تھا کہ نماز فجر پڑھ کر جانماز پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح نکل آتا(۱)، اور یہی وقت دربار نبوت کا ہوتا، لوگ پاس آکر بیٹھتے، اور آپ ان کو مواعظ و نصائح تلقین فرماتے(۲)۔

اکثر صحابہ سے پوچھتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ کسی نے دیکھا ہوتا تو عرض کرتا، آپؐ اس کی تعبیر بیان فرماتے(۳)، اس کے بعد ہر قسم کی گفتگو ہوتی، لوگ جاہلیت کے قصے بیان کرتے، شعر پڑھتے، ہنسی خوشی کی باتیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکرا دیتے، اکثر اسی وقت مال غنیمت اور وظائف و خراج وغیرہ کی تقسیم فرماتے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب دن کچھ چڑھ جاتا تو چاشت کی کبھی چار کبھی آٹھ رکعت نماز ادا فرماتے، گھر جاکر گھر کے دھندے میں مشغول رہتے، پھٹے کپڑوں کو سیتے، جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، دودھ دوہتے(۴)۔

بعد ظہر کچھ دیر استراحت فرماتے، پھر دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد، اور گھر کے ضروری کاموں میں مشغول ہو جاتے(۵)۔

---

(۱) صحیح مسلم و ابوداؤد۔ (۲) جامع ترمذی۔ (۳) صحیح بخاری۔ (۴) بخاری و مسلم۔ (۵) صحیح بخاری و مسند عائشہؓ

نماز عصر پڑھ کر ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے پاس ذرا ذرا دیر ٹھیرتے، پھر جس کی باری ہوتی، وہیں رات بسر فرماتے، تمام ازواج مطہرات وہیں جمع ہوجاتیں، عشا تک صحبت رہتی (۱)۔ پھر نماز عشا کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے اور واپس آکر سو رہتے، ازواج مطہرات رخصت ہوجاتیں، نماز عشا کے بعد بات چیت کرنی ناپسند فرماتے (۲)۔

خواب

عام معمول تھا کہ آپ اول وقت نماز عشا پڑھ کر آرام فرماتے تھے، سوتے وقت التزاماً قرآن مجید کی سورتوں (بنی اسرائیل، زمر، حدید، حشر، تغابن، جمعہ، ملک) میں سے کوئی سورہ پڑھ کر سوتے، شمائل ترمذی میں ہے کہ آرام فرماتے وقت یہ الفاظ فرماتے (۳):۔

"اللھم باسمک أموت وأحیی"۔ (خدایا تیرا نام لے کر مرتا ہوں اور زندہ رہوں گا)۔ جاگتے تو فرماتے:۔ "الحمد للہ الذی أحیانا بعد ما أماتنا والیہ النشور" (۴)۔ (اس خدا کا حمد و شکر جس نے موت کے بعد زندہ کیا، اور اسی کی طرف حشر ہوگا)۔

آدھی رات یا پہر رات رہے جاگ اٹھتے، مسواک ہمیشہ سرہانے رہتی تھی، اٹھ کر پہلے مسواک فرماتے، پھر وضو کرتے، اور عبادت میں مشغول ہوجاتے (۵)۔

ہمیشہ داہنی کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے، لیکن جب کبھی سفر میں پچھلے پہر منزل پر اتر کر آرام فرماتے تو معمول تھا کہ دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ پر ٹیک کر سوتے کہ گہری نیند آجائے، نیند میں کسی قدر خراٹے کی آواز آتی تھی،

---

(۱) مسند عائشہ صدیقہؓ — از احقر محمد غوث ندوی۔ (۲۔ ۳۔ ۵) صحیح مسلم (۴) صحیح بخاری۔

بچھونے میں کوئی التزام نہ تھا، کبھی معمولی بستر پر، کبھی کھال پر، کبھی چٹائی اور کبھی خالی زمین پر آرام فرماتے۔(۱)

عبادتِ شبانہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معمولات اور اوراد سے حضرت عائشہؓ کے برابر کوئی واقف نہ تھا، ان سے مروی ہے کہ جب سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، تو آپ نے اس قدر نمازیں پڑھیں کہ پاؤں پر ورم آگیا، بارہ مہینے تک باقی آیتیں رکی رہیں، سال بھر کے بعد جب بقیہ آیتیں اتریں تو قیام لیل جو اب تک فرض تھا نفل رہ گیا۔

شب کو آٹھ (۸) رکعت متصل پڑھتے، جن میں صرف آٹھویں رکعت میں قعدہ کرتے، پھر ایک رکعت پڑھتے اور اس میں بھی جلسہ کرتے، پھر دو رکعت اور ادا کرتے، اس طرح گیارہ (۱۱) رکعتیں ہوجاتیں، لیکن جب عمر زیادہ ہوگئی، اور جسم ذرا بھاری ہوگیا تو سات (۷) رکعتیں پڑھتے جن کے بعد دو رکعتیں اور ادا کرتے، کبھی کبھی رات کو اتفاقاً نیند کا غلبہ ہوتا، آنکھ نہ کھلتی اور معمول میں بھی فرق آتا تو دن میں بارہ (۱۲) رکعتیں پڑھ لیتے تھے (۲)۔

ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک اور روایت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر گھر میں چلے آتے اور یہاں چار رکعتیں پڑھ کر خواب راحت فرماتے، وضو کا پانی اور مسواک سرہانے رکھ دی جاتی، سو کر اٹھتے، پہلے مسواک فرماتے، پھر وضو کرتے اور جانماز پر آکر آٹھ رکعتیں ادا کرتے" (۳)۔

---

(۱) شمائل ترمذی۔ (۲) سنن ابوداؤد باب صلوٰۃ اللیل۔ (۳) ابوداؤد مسند عائشہؓ سے از احقر محمد غوث ندوی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی خالہ میمونہؓ (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں) کے یہاں خاص اس غرض سے رہا کہ دیکھوں آپ رات کو کس طرح نماز پڑھتے ہیں، زمین پر فرش بچھا ہوا تھا، آپ نے اس پر آرام فرمایا، میں سامنے آڑا سویا، قریباً رات ڈھلے آپ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے، آل عمران کی اخیر دس آیتیں پڑھیں، پانی کی مشک لٹکی ہوئی تھی، اس سے وضو کیا، پھر نماز شروع کی، میں بھی وضو کر کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، آپ نے ہاتھ پکڑ کر داہنی جانب پھیر دیا، تیرہ (۱۳) رکعتیں پڑھ کر آپ سو رہے، یہاں تک کہ سانس کی آواز آنے لگی، صبح ہوتے ہی حضرت بلالؓ نے اذاں دی، آپ اٹھے، فجر کی سنتیں ادا کیں پھر مسجد میں تشریف لے گئے۔

معمولات نماز

ابتداء میں آپ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے تھے، جب یہ گراں گزرنے لگا تو صرف پنجوقتہ مسواک رہ گئی، فتح مکہ میں آپ نے سب سے پہلے ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں، تاہم عادتاً آپ اکثر نئے وضو کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے، وضو میں عام معمول یہ تھا کہ پہلے تین بار ہاتھ دھوتے، پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے، اس کے بعد تین تین بار منہ ہاتھ دھوتے، سر کا مسح کرتے، اور تین بار پاؤں کو دھوتے، آپؐ سے بعض اوقات اعضاء کا دو بار اور ایک بار دھونا بھی ثابت ہے۔

سنن و نوافل زیادہ تر گھر میں ادا فرماتے، اذان صبح کے ساتھ ہی اٹھتے اور فجر کی دو رکعت سنت نہایت اختصار کے ساتھ ادا کرتے، یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ مجھے بعض اوقات یہ خیال ہوتا تھا کہ آپؐ نے سورۂ فاتحہ پڑھی یا نہیں (۱)۔

---

(۱) صحیح مسلم۔

لیکن فرض کی دو رکعتوں میں عموماً طویل سورتیں پڑھتے، حضرت عبداللہ بن سائب سے مروی ہے کہ ایک بار آپ نے مکہ میں نماز فجر میں سورہ مؤمنون پڑھی، اسی طرح کبھی سورۂ کورت اور کبھی سورۂ ق پڑھتے، صحابہؓ کا اندازہ ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ساٹھ (۶۰) سے لے کر سو (۱۰۰) آیتوں تک پڑھتے تھے۔

ظہر و عصر میں اگرچہ بہ نسبت فجر کے تخفیف فرماتے تھے، تاہم ابتداء کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ اتنی بڑی سورہ پڑھتے کہ آدمی بقیع تک جاتا تھا، پھر پلٹ کر گھر آتا تھا، اور وضو کرتا تھا، اور پہلی رکعت میں جاکر شامل ہوجاتا تھا، صحابہؓ نے اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ ظہر کی اول دو رکعتوں میں آپ اس قدر قیام فرماتے ہیں جس میں الم سجدہ کے برابر سورہ پڑھی جاسکتی ہے، اخیر کی دو رکعتوں میں یہ مقدار نصف رہ جاتی تھی، عصر کی دونوں پہلی رکعتوں میں ظہر کی آخری رکعتوں کے برابر قیام فرماتے تھے، اور اخیر کی دو رکعتوں میں پہلی رکعتوں کی نصف مقدار رہ جاتی تھی حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیتوں کے برابر، اور دوسری رکعت میں پندرہ آیتوں کے یا اس کے نصف کے برابر، اور عصر میں پندرہ آیتوں کے برابر پڑھا کرتے تھے، جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں کہ ظہر میں آپ "سبح اسم ربک الأعلیٰ" پڑھتے تھے(۱)۔

مغرب کی نماز میں "والمرسلات" اور سورۂ طور پڑھتے تھے۔ عشاء کی نماز میں "والتین والزیتون" اور اسی کے برابر کی سورتیں پڑھتے تھے۔

تہجد کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے، مثلاً سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورہ نساء۔

جمعہ کی پہلی رکعت میں "سورۂ جمعہ" اور دوسری رکعت میں سورۂ

---

(۱) صحیح مسلم باب القراءۃ فی الفجر والظہر والعصر وغیرہما۔

منافقون اور کبھی سورۃ الأعلیٰ اور سورۃ الغاشیۃ ،پڑھتے تھے ،اتفاق سے اگر عید اور جمعہ ایک ساتھ پڑجاتے تو دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن نماز فجر میں سورہ الم سجدہ اور سورۃ الدھر پڑھنے کا معمول تھا(۱)۔

معمولاتِ جمعہ

وعظ و پند اور ارشاد و ہدایت کے لئے آپؐ اکثر خطبہ دیا کرتے تھے ، بالخصوص جمعہ کے لئے تو خطبہ لازمی تھا ، جمعہ کے خطبات میں معمول تھا کہ جب لوگ جمع ہوجاتے تو آپ نہایت سادگی کے ساتھ گھر سے نکلتے ، مسجد میں داخل ہوتے اور لوگوں کو سلام کرتے ، پھر منبر پر تشریف لے جاتے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے سلام کرتے اور اذاں کے بعد فوراً خطبہ شروع کر دیتے ،پہلے ہاتھ میں ایک عصا ہوتا تھا ، لیکن منبرؐ بن گیا تو ہاتھ میں عصا لینا چھوڑ دیا ، خطبہ ہمیشہ نہایت مختصر اور جامع ہوتا تھا ، فرمایا کرتے تھے کہ نماز کا طول اور خطبہ کا اختصار آدمی کے تفقہ کی دلیل ہے ،جمعہ کے خطبہ میں عموماً سورۂ "ق" پڑھتے تھے ،اس میں قیامت اور حشر و نشر کا بہ تفصیل ذکر ہے۔

خطبہ ہمیشہ حمد خداوندی کے ساتھ شروع کرتے تھے ،اگر اثنائے خطبہ کوئی اہم کام پیش آجاتا تو منبرؐ سے اتر کر اس کو کر لیتے ، پھر منبر پر جا کر خطبہ پورا فرماتے ، ایک بار آپؐ خطبہ دے رہے تھے ،اسی حالت میں ایک آدمی نے آکر کہا "یا رسول اللہ! میں مسافر آدمی ہوں ، اپنے دین کی حقیقت سے ناواقف ہوں ، اس کے متعلق پوچھنے آیا ہوں" ،آپ منبرؐ سے اتر آئے ، ایک کرسی رکھ دی گئی ، اس پر بیٹھ گئے اور اس کو تعلیم و تلقین کی ، پھر جا کر خطبہ پورا کیا ، ایک بار آپ خطبہ دے رہے تھے ، امام حسینؓ

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ، کتاب الجمعۃ والعیدین۔

مسجد میں آگئے، چونکہ بچپن کی وجہ سے لڑکھڑاتے آئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ضبط نہ ہو سکا، منبر سے اتر آئے، اور ان کو گود میں اٹھالیا، اور یہ آیت پڑھی "انما أموالکم و أولادکم فتنة"۔

غرض! وعظ و ارشاد کے لئے عموماً ناغہ دیکر خطبہ دیا کرتے تھے، تاکہ لوگ گھبرا نہ جائیں (۱)۔

معمولاتِ سفر و جہاد

حج، عمرہ اور زیادہ تر جہاد کی وجہ سے آپؐ کو اکثر سفر کی ضرورت پیش آتی تھی، سفر میں معمول یہ تھا کہ پہلے ازواج مطہراتؓ پر قرعہ ڈالتے، جس کے نام قرعہ پڑتا وہ ہمسفر ہوتیں، (۲)

جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے اور صبح تڑکے روانہ ہو جاتے تھے، افواج کو جب کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اسی وقت روانہ فرماتے۔

جب سواری سامنے آتی اور رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے، اور جب جانور پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے، اس کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھتے:۔

" سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین 0 و انا الی ربنا لمنقلبون 0 "۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور (سواری) کو ہمارا فرمبردار بنادیا، حالانکہ ہم خود اس کو مطیع نہیں کر سکتے تھے، اور ہم اپنے خدا کی طرف پلٹنے والے ہیں)۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ سوار ہو جانے کے بعد تین تین بار تکبیر و تحمید کرتے، پھر یہ دعا پڑھتے " سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفر لی ،

---

(۱) یہ ساری روایتیں صحیح بخاری و مسلم سے ماخوذ ہیں۔ (۲) بخاری باب حدیث الافک۔

انه لایغفر الذنوب الاأنت " (ابوداؤد۔کتاب الجهاد)۔

پھر یہ دعا کرتے:۔

" اللهم انا نسئلک فی سفرنا هذاالبر والتقویٰ ومن العمل ماترضیٰ ، اللهم هوّن علینا سفرنا واطو عنا بُعده ، اللهم أنت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الأهل ،اللهم انی أعوذبک من وعثاء السفر وکآبة المنقلب وسوءالمنظر فی الأهل والمال "۔

(" خداوندا! اس سفر میں ہم تجھ سے نیکی ، پرہیزگاری اور عمل پسندیدہ کی درخواست کرتے ہیں ، خداوندا! ہمارے اس سفر کو آسان کردے ، اور مسافت کو طئے کردے ، خداوندا! سفر میں تو ہمارا رفیق ہے ، بال بچوں کے لئے تو ہمارا قائم مقام ہے ، خداوندا میں سفر اور واپسی کے آلام ، مصائب ، اور گھربار کے مناظر قبیحہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں ")

جب سفر سے واپس ہوتے تو اس قدر اضافہ کردیتے ، " " آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون " راستے میں کسی چوٹی و بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے ، اور جب اس سے نیچے اترتے تو ترنم ریز تسبیح ہوتے ، صحابہ بھی آپ کے ہم آواز ہو کر تکبیر و تسبیح کا غلغلہ بلند کرتے (۱)۔

مدینہ پہنچتے تو پہلے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا فرماتے ، پھر مکان کے اندر تشریف لے جاتے ، تمام لوگوں کو حکم تھا کہ سفر کے آنے کے ساتھ ہی گھر کے اندر نہ چلے جائیں ، تاکہ عورتیں اطمینان کے ساتھ خود درست ہوجائیں اور گھر کا سامان بھی درست کرلیں (۲)۔

جب کسی کو آپ رخصت کرتے تو ، یہ الفاظ فرماتے:۔

(۱۔۲) ابوداؤد کتاب الجہاد۔

"أستودع الله دینکم وامانتکم و خواتیم أعمالکم"۔

(میں تمہارے دین کو امانت کو، اور تمہارے اعمال کے نتائج کو خدا کے حوالے کرتا ہوں)۔

معمولاتِ عیادت و عزاء

بیماروں کی عیادت و غم خواری آپؐ ضرور فرماتے تھے، اور صحابہؓ کو ارشاد ہوتا تھا، کہ عیادت بھی مسلمانوں پر واجب ہے، ہجرت کے ابتدائی زمانے میں معمول شریف یہ تھا کہ جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آجاتا تو صحابہؓ آپ کو اس کی اطلاع دیتے، آپ اس کے انتقال سے پہلے تشریف لاتے، اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے، اور اخیر دم تک اس کے پاس بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ دم واپسیں کے انتظار میں آپ کو اس قدر دیر ہو جاتی کہ آپ کو تکلیف ہونے لگتی، صحابہؓ نے تکلیف کا احساس کیا، اور اب ان کا یہ معمول ہو گیا کہ جب کوئی شخص انتقال کر جاتا تو آپ کو اس کی موت کی خبر دیتے، آپ اس کے مکان پر تشریف لے جاتے، اس کے لئے استغفار فرماتے، جنازہ کی نماز پڑھتے، اس کے بعد اگر مٹی دینا چاہتے تو ٹھیر جاتے، ورنہ واپس چلے آتے، لیکن صحابہؓ کو آخر آپ کی یہ تکلیف بھی گوارا نہ ہوئی، اس لئے خود جنازہ آپ کے مکان تک لانے لگے، اور یہی عام معمول ہو گیا(۱)۔

عیادت کے لئے جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے، تو اس کو تسکین دیتے، پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، اس کی صحت کے لئے دعا فرماتے اور کہتے "ان شاء اللہ طھور" "خدا نے چاہا تو خیریت ہے"۔ کوئی بدفالی کے فقرے کہتا تو ناپسند فرماتے۔(۲)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل۔(۲) ابو داؤد و ترمذی باب عیادۃ المریض۔

معمولاتِ ملاقات

معمول یہ تھا کہ کسی سے ملتے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے، کوئی شخص اگر جھک کر آپؐ کے کان میں کچھ کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹالے، مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا، یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے، اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے، مجلس میں بیٹھتے تو آپ کے زانو کبھی ہمنشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جو شخص حاضر خدمت ہونا چاہتا، دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے سلام کہتا، پھر پوچھتا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

جب آپؐ خود کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازہ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور السلام علیکم کہہ کر اذن طلب فرماتے، اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے، چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعدؓ بن عبادہ کے گھر تشریف لائے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا، حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعدؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہؐ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو، رسول اللہؐ بار بار سلام کریں گے جو ہمارے لئے برکت کا سبب ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ "السلام علیکم" کہا، اور سعدؓ نے پھر اسی طرح جواب دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار پھر اسی طریقہ سے اذن طلب کیا، اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلے، حضرت سعدؓ نے آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے، اور عرض کیا کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا، لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ ہم پر بار بار سلام فرمادیں۔(۱)

---

(۱) ابو داؤد کتاب الادب۔

کسی گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے، ایک بار آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا، لیکن آپ زمین پر بیٹھ گئے، اور گدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے درمیان آگیا۔(۱)

معمولاتِ عامہ

تیمن، یعنی داہنی طرف سے یا داہنے ہاتھ سے کام کرنا آپ کو محبوب تھا، جوتا پہلے داہنے پاؤں میں پہنتے، مسجد میں پہلے داہنا پاؤں رکھتے، مجلس میں کوئی چیز تقسیم فرماتے تو داہنی طرف سے تقسیم فرماتے، اسی طرح کسی کام کو شروع کرنا چاہتے، تو پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہہ لیتے۔(۲)

○○○○○

---

(۱) الأدب المفرد للبخاریؒ۔(۲) مسند احمد و ابو داؤد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کا جامع بیان

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) تمہید 216

(۲) اخلاق نبوی کا جامع بیان 218

(۳) مداومت عمل 220

(۴) حسن خلق 223

(۵) حسن معاملہ 224

(۶) عدل و انصاف 225

(۷) جود و سخا 227

(۸) ایثار 228

(۹) مہمان نوازی 229

(۱۰) گداگری اور سوال سے نفرت 230

(۱۱) صدقہ سے پرہیز 231

(۱۲) ہدایا اور تحفے قبول کرنا 232

(۱۳) ہدایا اور تحفے دینا 232

(۱۴) عدم قبول احسان 233

(۱۵) عدم تشدد 233

(۱۶) تقشف ناپسند تھا 235

(۱۷) عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی 236

(۱۸) سادگی اور بے تکلفی 236

(۱۹) امارت پسندی سے اجتناب 237

(۲۰) مساوات 238

(۲۱) تواضع 239

(۲۲) تعظیم اور مدح مفرط کی ناپسندیدگی 240

(۲۳) شرم و حیا 241
(۲۴) اپنے ہاتھ سے کام کرنا 242
(۲۵) دوسروں کے کام کر دینا 243
(۲۶) عزم و استقلال 243
(۲۷) شجاعت و بہادری 245
(۲۸) راست گفتاری 246
(۲۹) ایفائے عہد 247
(۳۰) عفو و حلم 248
(۳۱) دشمنوں سے عفو و درگزر اور حسن سلوک 249
(۳۲) کفار و مشرکین کے ساتھ برتاؤ 251
(۳۳) یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ 251
(۳۴) غریبوں کے ساتھ شفقت و محبت 252
(۳۵) دشمنان جان سے عفو و درگزر اور ان کے حق میں دعائے خیر 254
(۳۶) بچوں پر شفقت 256
(۳۷) غلاموں پر شفقت 258
(۳۸) مستورات کے ساتھ برتاؤ 258
(۳۹) حیوانات پر رحم 260
(۴۰) رحمت و محبت عام 261
(۴۱) رقیق القلبی 262
(۴۲) عیادت و تعزیت و غم خواری 263
(۴۳) لطف طبع 263
(۴۴) اولاد سے محبت 264

OOOOO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاقِ نبوی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

"انک لعلیٰ خلق عظیم"

تمہید

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا یہ وہ حصہ ہے جہاں آکر، آپ کی زندگی تمام انبیائے کرام اور مصلحین عالم سے علانیہ ممتاز نظر آتی ہے، تاریخی ہستی کا ثبوت ایک طرف، اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان اخلاقی واعظوں کا خود عملی نمونہ کیا تھا، تو دنیا اس کے جواب سے عاجز رہ جائے گی۔ دنیا کے تمام مصلحین اخلاق کی زندگی کا ایک واقعہ بھی ہم کو ان کے زریں مقولوں کی تائید میں نہیں معلوم لیکن مکہ کا معلم امی پکار کر کہتا ہے:۔

"لم تقولون مالاتفعلون" (صف ۔۱)۔(جو نہیں کرتے وہ کہتے کیوں ہو؟)۔

وہ خود اپنی تعلیم کا آپ نمونہ تھا، انسانوں کے مجمع عام میں وہ جو کچھ کہتا، گھر کے خلوت کدہ میں وہ اسی طرح نظر آتا تھا، اخلاق و عمل کا جو نکتہ وہ دوسروں کو سکھاتا تھا، وہ خود اس کا عملی پیکر بن جاتا تھا، بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا کون رازداں ہوسکتا ہے، چند صاحبوں نے آکر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے درخواست کی کہ حضرتؐ کے اخلاق بیان کیجئے، انھوں نے پوچھا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ "ان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن"۔(آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا)(۱)

---

(۱) ابو داؤد باب الصلوٰۃ فی اللیل۔

قرآن مجید لاکھوں مخالفین و اہل عناد کی بھیڑ میں اپنے داعیِ حق کی نسبت گویا تھا:۔"**انک لعلیٰ خلق عظیم**"۔(۱) (اے نبیؐ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہو)۔

ایک جگہ قرآن مجید آپ کی نرم مزاجی کی نسبت شہادت دیتا ہے:۔

فبما رحمة من الله لنت لهم و لوكنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك (آل عمران ۔۱۶۰) (خدا کی عنایت سے تم ان سے بہ نرمی پیش آتے ہو، اگر تم کہیں کج خلق اور سخت دل ہوتے، تو یہ لوگ تمہارے پاس سے ہٹ جاتے)۔

دوسری جگہ کہتا ہے:۔

"**لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم** 0 (توبة ۔۱۶) ۔("تمہارے پاس تم میں سے خود ایک پیغمبر آیا، اس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے، تمہاری بھلائی کا وہ بھوکا ہے، اہل ایمان پر نہایت نرم اور مہربان ہے)۔

مسئلہ اخلاق کی نسبت ایک بڑی غلطی یہ کی گئی ہے، کہ صرف رحمت و رافت اور تواضع و خاکساری و پیغمبرانہ اخلاق کا مظہر قرار دے دیا گیا، حالانکہ اخلاق وہ چیز ہے جو زندگی کی ہر تہ میں اور واقعات کے ہر پہلو میں نمایاں ہوتی ہے، دوست و دشمن عزیز و بیگانہ، صغیر و کبیر، مفلس و تونگر، صلح و جنگ، خلوت و جلوت غرض ہر جگہ اور ہر ایک تک دائرۂ اخلاق کی وسعت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان اخلاق پر اسی حیثیت سے ہم کو نظر ڈالنی ہے، اور آئندہ اوراق میں، انھیں مکارمِ اخلاق و محاسنِ اعمال کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

---

(۱) ن والقلم ۔رکوع ۔۱۔

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع بیان

اس سے پہلے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کے جزوی اور تفصیلی واقعات لکھے جائیں، ان صاحبوںؓ کے بیانات زیر تحریر آتے ہیں، جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سالہاسال اور مدت ہائے دراز بسر کی ہیں، اور جو آپ کے اخلاق و عادات کے دفتر کے ایک ایک حرف سے واقف تھے، انسان کے حالات کا واقف کار بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کون ہو سکتا ہے، حضرت ام المؤمنین **خدیجۃ الکبریٰؓ** جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد پچیس (۲۵) برس تک آپ کی خدمت زوجیت میں تھیں، زمانۂ آغاز وحی میں آپ کو ان الفاظ میں تسلی دیتی تھیں "ہرگز نہیں، خدا کی قسم! خدا آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں"۔

امہات المؤمنین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر کسی نے آپ کے اوصاف تفصیل سے نہیں بیان کئے ہیں، فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے، بلکہ درگزر کرتے تھے، اور معاف فرمادیتے تھے، آپ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا، تو ان میں جو آسان ہوتی، اس کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، ورنہ آپ اس سے بہت دور ہوتے، آپ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا، لیکن جو احکام الہیٰ کی خلاف ورزی کرتا، خدا اس سے انتقام لیتا تھا، یعنی خدا کی طرف سے بموجب احکام ربانی آپؐ اس پر حد جاری فرماتے تھے، آپ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی، آپ نے کبھی کسی غلام کو، لونڈی کو،

کسی عورت کو ، جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔[1]

آپ نے کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی بشرطیکہ کہ وہ ناجائز نہ ہو، آپ جب گھر کے اندر تشریف لاتے، تو نہایت خنداں اور مسکراتے ہوئے، دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے، باتیں ٹھیر ٹھیر کر اس طرح فرماتے تھے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے، تو رکھ لے (۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت کے تربیت یافتہ تھے، اور آغاز نبوت سے آخر عمر تک کم از کم ۲۳/ برس آپ کی خدمت اقدس میں رہے تھے، ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ نے ان سے آپ کے اخلاق و عادات کی نسبت سوال کیا، فرمایا "آپ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے، بات بات پر شور نہیں کرتے تھے، کوئی برا کلمہ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے، عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے، کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کو ناپسند ہوتی، تو اس سے اغماض فرماتے تھے، کوئی آپ سے اس کی امید رکھتا تو نہ اس کو مایوس بناتے تھے، اور نہ منظوری ظاہر فرماتے تھے، یعنی صراحتاً انکار و تردید نہیں کرتے تھے، بلکہ خاموش رہتے تھے، اور مزاج شناس آپ کے تیور سے آپ کا مقصد سمجھ جاتے تھے، اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کر دی تھیں، بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا، دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے، کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے، وہی باتیں کرتے تھے، جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا، جب آپ کلام کرتے ، صحابہؓ اس طرح خاموش ہوکر اور سر جھکا کر سنتے ،

---

(۱) یہ تفصیل بخاری و مسلم اور ابو داؤد و شمائل ترمذی کی روایات میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔(۲) صحیح مسلم۔

گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، جب آپ چپ ہو جاتے تو پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے ، کوئی دوسرا بات کرتا ، تو جب تک وہ بات ختم نہ کر لیتا ، چپ سنا کرتے (۱) ، لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے ، جن پر لوگ تعجب کرتے ، آپ بھی کرتے ، کوئی باہر کا آدمی اگر بیباکی سے گفتگو کرتا ، تو آپؐ تحمل فرماتے ، دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے ، لیکن اگر کوئی آپ کے احسان و انعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے ، جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا آپ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے ، نہایت فیاض ، نہایت راست گو ، نہایت نرم طبع ، اور نہایت خوش صحبت تھے ، اگر کوئی دفعتہً آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا ، لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا" (۲) ۔

ہندؓ بن ابی ہالہ جو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش پروردہ تھے ، وہ بیان کرتے ہیں کہ "آپ نرم خو تھے ، سخت مزاج نہ تھے ، کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے ، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار شکر فرماتے تھے ، کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے ، کھانا جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے ، اور اس کو برا بھلا نہ کہتے ، کوئی اگر کسی امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ کو غصہ آجاتا ، اور اس کی پوری حمایت کرتے ، لیکن خود اپنے ذاتی معاملہ پر کبھی آپؐ کو غصہ نہیں آیا ، اور نہ کسی سے انتقام لیا" (۳) ۔

مداومتِ عمل

"اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر اس قدر استقلال کے ساتھ قائم رہے کہ گویا وہ اس کی فطرت ثانیہ

---

(۱) صحیح بخاری و مسلم و ابو داؤد ۔ (۲) یہ پوری تفصیل شمائل ترمذی بیانِ اخلاق میں ہے ۔ (۳) یہ "ٹکڑا" شمائل ترمذی بیانِ حلیہ مبارکؐ میں ہے

بن جائے، انسان کے سوا تمام دنیا کی مخلوقات صرف ایک ہی قسم کا کام کر سکتی ہے، اور وہ فطرۃً اس پر مجبور ہے، آفتاب صرف روشنی بخشتا ہے، اس سے تاریکی کا صدور نہیں ہو سکتا، رات تاریکی ہی پھیلاتی ہے، وہ روشنی کی علت نہیں، درخت اپنے موسم ہی میں پھلتے ہیں، اور پھول ایام بہار ہی میں کھلتے ہیں، حیوانات کا ایک ایک فرد اپنے نوعی افعال و اخلاق سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتا، لیکن انسان خدا کی طرف سے مختار پیدا ہوا ہے، وہ آفتاب بھی ہے اور رات کی تاریکی بھی، اس کے جوہر کا درخت ہر موسم میں پھلتا ہے، اور اس کے اخلاق کے پھول ایام بہار کے پابند نہیں، وہ حیوانات کی طرح کسی ایک ہی خاص قسم کے اعمال و اخلاق پر مجبور نہیں، اس کو اختیار دیا گیا ہے اور یہی اختیار اس کے مکلف اور ذمہ دار ہونے کا راز ہے"(۱)

لیکن اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے لئے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی شدت سے پابندی کرے، اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر عمل کرے کہ گویا وہ اپنے اختیار کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور ہے، اور لوگ دیکھتے دیکھتے یہ یقین کر لیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی، گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہیں، جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل، پھول سے خوشبو، کہ یہ خصوصیات ان سے کسی حالت میں الگ نہیں ہو سکتیں، اسی کا نام استقامت حال اور مداومت عمل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے، جس کام کو جس طریقہ سے جس وقت آپ نے شروع فرمایا، اس پر برابر شدت کے ساتھ قائم رہتے تھے، سنت کا لفظ ہماری شریعت میں اسی اصول سے پیدا ہوا ہے، سنت وہ فعل ہے، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مداومت فرمائی ہے،

---

(۱) سیرۃ النبی از علامہ شبلیؒ

اور بغیر کسی قوی مانع کے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا" اس بناء پر جس قدر سنن ہیں، وہ در حقیقت آپ کی استقامت حال اور مداومت عمل کی ناقابل انکار مثالیں ہیں، آپ کے معمولات کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، جس سے معلوم ہوا ہوگا کہ آپ کے تمام اخلاق و اعمال کس قدر پختہ اور مستحکم تھے، کہ کبھی تمام عمر ان میں ایک ذرہ فرق نہیں پیدا ہوا، ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات و اعمال کے متعلق حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کسی خاص دن یہ کرتے تھے، انھوں نے جواب دیا "لا! کان عمله دیمة" "(آپ کا عمل جھڑی ہوتا تھا)" یعنی جس طرح بادل کی جھڑی برسنے پر آتی ہے، تو نہیں رکتی، اسی طرح آپ کا حال تھا کہ جو بات ایک دفعہ آپ نے اختیار کر لی، ہمیشہ اس کی پابندی کی، پھر فرمایا" "وأیکم یستطیع ماکان النبی صلی الله علیه وسلم یستطیع" (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کر سکتے تھے وہ تم میں سے کون کر سکتا ہے؟) دوسری روایت میں ہے، "وکان اذا عمل عملا أثبته" (جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتے تھے، تو اس پر مداومت فرماتے تھے)۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد ہے:۔

"ان أحب العمل الی الله أدومه"۔ (خدا کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے، جس پر انسان سب سے زیادہ مداومت کرے۔)

آپؐ راتوں کو اٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی رات کی عبادت ترک نہیں کی، اگر کبھی مزاج اقدس ناساز یا سست ہوا، تو بیٹھ کر ادا کرتے تھے، جابر بن عبداللہؓ ایک صحابی ہیں، جن کو دیکھ کر آپ محبت سے مسکرا دیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں، اور آپ نے مسکرا نہ دیا ہو (۱)۔

---

(۱) یہ ساری روایتیں صحیح بخاری و مسلم اور ابو داؤد سے لی گئی ہیں۔

حسنِ خلق

حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت انسؓ، حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ وغیرہ جو مدتوں آپ کی خدمت میں رہے تھے، ان سب کا متفقہ بیان ہے کہ آپ نہایت نرم مزاج، خوش اخلاق، اور نکو سیرت تھے، آپ کا چہرہ ہنستا تھا، وقار و متانت سے گفتگو فرماتے تھے، کسی کی خاطر شکنی نہیں کرتے تھے۔

معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام و مصافحہ فرماتے، کوئی شخص جھک کر آپ کے کان میں کچھ کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹالے، مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا، یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے، اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے، مجلس میں بیٹھتے تو آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

اکثر نوکر چاکر، لونڈی، غلام خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے کہ آپ اس میں ہاتھ ڈال دیں تاکہ متبرک ہوجائے، جاڑوں کا دن اور صبح کا وقت ہوتا، تاہم آپ انکار نہ فرماتے۔

ایک دفعہ نجاشی کے ہاں سے ایک سفارت آئی، آپ نے اس کو اپنے ہاں مہمان رکھا، اور خود بہ نفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دیئے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ خدمت ہم انجام دیں گے، ارشاد ہوا کہ ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گذاری کی ہے، اس لئے میں خود ان کی خدمت گذاری کرنا چاہتا ہوں۔(۱)

مجالس صحبت میں لوگوں کی ناگوار باتوں کو برداشت فرماتے، اور اس کا اظہار نہ کرتے، حضرت زینبؓ سے جب نکاح ہوا، اور دعوت ولیمہ کی، تو کچھ لوگ

---

(۱) یہ ساری روایتیں صحیح مسلم، ابوداؤد و ترمذی سے منقول ہیں۔

کھانا کھاکر وہیں بیٹھے رہے، اس وقت پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اور حضرت زینبؓ بھی مجلس میں شریک تھیں، آپ چاہتے تھے کہ لوگ اٹھ جائیں، لیکن زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے، لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا، آپؐ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ تک گئے، واپس آئے تو مجمع اسی طرح موجود تھا، پھر واپس چلے گئے، اور دوبارہ تشریف لائے، پردہ کی آیت اسی موقع پر اتری (۱)۔

حضرت ابوذرؓ مشہور صحابی ہیں، ایک دن ان کو بلا بھیجا تو وہ گھر میں نہیں ملے، تھوڑی دیر بعد حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے، ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے، اور اپنے سینہ سے لگالیا۔(۲)

حضرت جعفرؓ جب حبشہ سے واپس آئے تھے، تو ان کو گلے لگالیا، اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔(۳)

سلام میں پیش دستی فرماتے، راستہ میں جب چلتے تو مرد، عورتیں، بچے جو سامنے آتے ان کو سلام کرتے، ایک دفعہ آپ راستہ سے گذر رہے تھے، ایک مقام پر مسلمان اور منافق و کافر یکجا بیٹھے ملے، آپ نے سب کو سلام کیا۔(۴)

کسی کی کوئی بات بری معلوم ہوتی تو مجلس میں نام لے کر اس کا ذکر نہیں کرتے تھے، بلکہ صیغہ۔ تعمیم کے ساتھ فرماتے تھے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں، لوگ ایسا کہتے ہیں، بعض لوگوں کی یہ عادت ہے، یہ طریقہ۔ ابہام اس لئے اختیار فرماتے تھے کہ شخص مخصوص کی ذلت نہ ہو، اور اس کے احساس غیرت میں کمی نہ آجائے۔

حسن معاملہ

اگرچہ غایت فیاضی کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ من بھر غلہ پر ایک یہودی کے ہاں گروی تھی، لیکن ہر حال

---

(۱) صحیح بخاری۔ (۲) ابوداؤد۔ (۳) بخاری و ابوداؤد۔ (۴) بخاری و ابوداؤد۔ باب السلام۔

میں حسنِ معاملت کا سخت اہتمام تھا، مدینہ میں دولتمند عموماً یہودی تھے، اور اکثر انھیں سے آپ قرض لیا کرتے تھے، یہودی عموماً دنی الطبع اور سخت گیر ہوتے ہیں، آپ ان کی ہر قسم کی بدمزاجیاں برداشت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص سے کچھ کھجوریں قرض کے طور پر لیں، چند روز کے بعد وہ تقاضے کو آیا، آپؐ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کر دیں، انصاری نے اس کو کھجوریں دیں، لیکن ویسی عمدہ نہ تھیں جیسی اس نے دی تھیں، اس شخص نے لینے سے انکار کیا، انصاری نے کہا کہ تم رسول اللہؐ کی عطا کردہ کھجور کے لینے سے انکار کرتے ہو، بولا ہاں، رسول اللہؐ عدل نہ کریں گے، تو اور کس سے توقع رکھی جائے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملے سنے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔(۱)

ایک دفعہ کسی شخص سے ایک پیالہ مستعار لیا، سو اتفاق سے وہ گم ہو گیا، تو اس کا تاوان ادا فرمایا۔(۲)

عموماً فرمایا کرتے تھے کہ میں تین دن سے زیادہ اپنے پاس ایک دینار بھی رکھنا پسند نہیں کرتا، بجز اس دینار کے جس کو قرض ادا کرنے کے انتظار میں اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہوں۔(۳)

عدل و انصاف

کوئی شخص گوشہ نشیں ہو کر بیٹھ جائے تو اس کے لئے عدل و انصاف سے کام لینا نہایت آسان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے سینکڑوں قبائل سے کام پڑتا تھا، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک کے موافق فیصلہ کیا

---

(۱) مسند احمد بن حنبلؒ (۲) ترمذی شریف (۳) ترمذی شریف۔ أبواب الکلام

جاتا تو دوسرا دشمن بن جاتا، اسلام کی اشاعت کی غرض سے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تالیف قلوب سے کام لینا پڑتا، ان سب مشکلات میں عدل کا پلہ کبھی کسی طرف جھکنے نہ پاتا۔

ایک دفعہ ایک عورت نے جو خاندان مخزوم سے تھی، چوری کی، قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے، اور معاملہ دب جائے، حضرت اسامہ بن زیدؓ رسول اللہؐ کے محبوب خاص تھے، لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ سفارش کیجئے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی کی درخواست کی، آپ نے غضب آلود ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غربا پر حد جاری کرتے تھے، اور امراء سے درگزر کرتے تھے۔(۱)

حضورؐ کے اس عدل و انصاف کا یہ اثر تھا کہ مسلمان تو ایک طرف، یہود بھی جو آپ کے شدید دشمن تھے، اپنے مقدمات آپ ہی کی بارگاہ عدالت میں لاتے تھے، اور ان کی شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ ہوتا تھا، چنانچہ قرآن مجید میں اس واقعہ کا بصراحت ذکر ہے۔ اسلام سے پہلے یہودیان بنی نضیر و بنی قریظہ میں عزت و شرافت کی عجیب و غریب حد قائم تھی، کوئی قرظی اگر بنی نضیر کے کسی شخص کو قتل کرتا تو قصاص میں مارا جاتا، لیکن اگر کوئی قرظی کسی نضیری کے ہاتھ مارا جاتا تو اس کے خون کی قیمت سو بار شتر چھوہارا تھی، اسلام میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو بنی قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا، آپ نے فوراً قرآن پاک کے مطابق "النفس بالنفس" کے حکم سے دونوں قبیلوں میں برابر کا قصاص جاری کر دیا۔(۲)

مرض الموت میں آپؐ نے مجمع عام میں اعلان کیا کہ اگر میرے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو، اگر میں نے کسی کی جان و مال یا آبرو کو صدمہ پہنچایا ہو تو میری جان و مال

---

(۱) بخاری کتاب الحدود۔ (۲) ابو داؤد کتاب الدیات۔

وآبرو حاضر ہے، اسی دنیا میں وہ انتقام لے لے، مجمع میں سناتا تھا، صرف ایک شخص نے چند درہم کا دعویٰ کیا جو دلوادئے گئے۔(۱)

جود وسخا

جود وسخا آپؐ کی فطرت تھی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور خصوصاً رمضان کے مہینہ میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے، تمام عمر کسی کے سوال پر "نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے کچھ مانگا، آپ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، تم میرے ساتھ آؤ، حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے، عرض کیا کہ آپ کے پاس کچھ موجود نہیں ہے، تو پھر آپ پر کیا ذمہ داری ہے؟ ایک صاحب حاضر تھے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ دئے جائیے، اور عرش والے خدا سے نہ ڈریئے، وہ آپ کو محتاج نہ کرے گا، آپ فرطِ بشاشت سے مسکرا دیئے۔(۲)

عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا: اگر آپ کے پاس کچھ سرمایہ موجود ہوتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے، ورنہ وعدہ فرماتے، اس معمول کی بناء پر لوگ اس قدر دلیر ہوگئے تھے کہ ایک مرتبہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا، آپ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری ایک معمولی سی حاجت باقی رہ گئی ہے، خوف ہے کہ میں بھول نہ جاؤں، اس کو پورا کر دیجئے، چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے، اور اس کی حاجت براری کر کے آئے تو نماز پڑھی۔(۳)

کھانے پینے کی چیزوں میں معمولی سے معمولی چیز بھی تنہا نہ کھاتے، بلکہ تمام صحابہ کو شریک فرمالیتے، کسی غزوہ میں ایکسو تیس (۱۳۰) صحابہؓ ہمراہ تھے آپ نے ایک

---

(۱) ابو داؤد۔(۲۔) صحیح بخاری کتاب الأدب حسن الخلق۔(۳) صحیح بخاری

بکری خرید کر ذبح کروائی اور کلیجی کو بھوننے کا حکم دیا، وہ تیار ہوئی تو تمام صحابہ میں تقسیم فرمایا، جو لوگ موجود نہ تھے، ان کا حصہ الگ محفوظ رکھا۔

جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی، جب تک وہ صرف نہ ہو جاتی، آپ کو چین نہ آتا، اور بیقراری سی رہتی، ام المؤمنین ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خیر ہے؟ فرمایا: کل جو سات دینار آئے تھے، شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے۔(۱)

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ ایک شب کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک راستہ سے گذر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوذر! اگر احد کا پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے، تو میں کبھی یہ پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گذر جائیں، اور میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے، لیکن ہاں وہ دینار جسے کو میں ادائے قرض کے لئے چھوڑ دوں (۲)

ایثار

آپ کے اخلاق و عادات میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں اور جس کا اثر ہر موقع پر نظر آتا تھا، وہ ایثار تھا، اولاد سے آپ کو بے انتہا محبت تھی، اور ان میں حضرت فاطمہ زہراء اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ آتیں تو فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے، پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے، تاہم حضرت فاطمہؓ کی عسرت اور تنگدستی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، خود چکی پیستیں، خود ہی پانی کی مشک بھر لاتیں، چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں۔ اور مشک کے اثر سے سینہ پر نیل پڑ گئے تھے، ایک دن خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، خود تو پاس حیا سے عرض حال نہ کر سکیں، جناب امیرؓ نے ان کی طرف سے یہ حال عرض کیا، اور درخواست کی کہ فلاں غزوہ میں

---

(۱) صحیح مسلم۔(۲) مسند احمد

جو کنیزیں آئی ہیں، ان میں سے ایک کنیز مل جائے، آپ نے ارشاد فرمایا، ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا، اور جب تک ان کا بندوبست نہ ہو جائے، میں اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کی صاحبزادیاں اور حضرت فاطمہ زہراؓ خدمت اقدس میں گئیں اور اپنے افلاس و تنگدستی کی شکایت کر کے عرض کیا کہ اب کی غزوہ میں جو کنیزیں آئی ہیں، ان میں سے ایک دو ہم کو مل جائیں، آپ نے فرمایا کہ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے۔(۱)

مہمان نوازی

عرب میں مختلف اطراف اور صوبوں سے جوق در جوق لوگ، بارگاہ نبویؐ میں آتے تھے، رملہؓ ایک صحابیہ تھیں ان کا گھر دار الضیوف تھا، یہیں لوگ مہمان اترتے تھے، ام شریکؓ جو ایک دولتمند اور فیاض انصاریہ تھیں، ان کا گھر بھی گویا ایک مہمان خانہ تھا، مخصوص لوگ مسجد نبویؐ میں اتارے جاتے تھے، چنانچہ وفد ثقیف یہیں اترا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس ان مہمانوں کی خاطرداری اور تواضع فرماتے تھے، یوں بھی جو لوگ حاضر ہوتے تھے، بغیر کچھ کھائے پیئے واپس نہ جاتے تھے۔

فیاضی میں کافر و مسلمان کا امتیاز نہ تھا، مشرک و کافر سب آپ کے مہمان ہوتے، اور آپ یکساں ان کی مہمان نوازی کرتے، جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپ نے خود اپنے ہاں ان کو مہمان اتارا، اور خود بہ نفس نفیس ان کی خدمت کی۔

---

(۱) یہ روایت کتب احادیث سنن ابو داؤد وغیرہ میں مختلف طریقوں سے مروی ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ کو ایک دعا بتادی کہ یہ لونڈی سے بڑھ کر ہے۔

صحابہؓ میں سب سے مفلس اور نادار گروہ اصحاب صفہ کا تھا، وہ مسلمانوں کے مہمان عام تھے، لیکن ان کو زیادہ تر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

اصحاب صفہ میں حضرت ابوہریرہؓ اپنے فقر و فاقہ کی داستان نہایت دردانگیز طریقہ سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز شدتِ گرسنگی کی حالت میں گذرگاہ عام پر بیٹھ گیا، حضرت ابوبکرؓ راستہ سے گذرے تو میں نے بطورِ حسنِ طلب ان سے قرآن پاک کی ایک آیت پوچھی، سن کر وہ گزر گئے، اور میری حالت کی طرف توجہ نہ کی، حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا، اور وہی نتیجہ ہوا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، تو آپ مجھ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ میرے ساتھ ساتھ آؤ، آپ گھر میں پہنچے تو دودھ کا ایک پیالہ نظر آیا، آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ کسی نے ہدیۃً بھیجا ہے، آپ نے مجھ سے کہا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ، میں ان کو بلالایا، تو آپؐ نے مجھ کو دودھ کا پیالہ دیا کہ سب میں تقسیم کردو۔(۱)

گداگری اور سوال سے نفرت

باوجود اس کے کہ آپ کا ابرکرم ہر وقت برستا رہتا تھا، تاہم کسی کا بے ضرورت شدید سوال کرنا، آپ پر سخت گراں ہوتا تھا، ارشاد فرماتے کہ "اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد لائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے، تو اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے"۔(۲)

ایک دفعہ ایک انصاری آئے اور کچھ سوال کیا، آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟ بولے کہ بس ایک بچھونا ہے جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں اور کچھ

---

(۱) یہ تمام روایتیں صحیح بخاری و مسلم سے ماخوذ ہیں (۲) کتاب الصدقات۔بخاری

بچھالیتا ہوں، اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے، آپ نے دونوں چیزیں منگوائیں، پھر فرمایا یہ چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے ایک درہم دام لگائے، آپ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر بھی کوئی دام لگاتا ہے؟ ایک صاحب نے ایک کے دو کر دیئے، آپ نے دونوں چیزیں دے دیں، اور درہم انصاری کو دے دیئے کہ ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ، اور دوسرے سے رسی خریدو، اور جنگل سے لکڑیاں لاکر شہر میں بیچو، پندرہ دن کے بعد وہ خدمت اقدس میں آئے، تو دس درہم ان کے پاس جمع ہو گئے تھے، اس سے کچھ کپڑا خریدا، کچھ غلہ مول لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں چہرہ پر گدائی کا داغ لگا کر جاتے"؟(۱)

ایک مرتبہ چند انصاری آئے اور سوال کیا، آپ نے عنایت فرمایا، پھر جب تک کچھ رہا تو آپ نے ان کی درخواست رد نہیں فرمائی، جب کچھ نہیں رہا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جب تک کچھ رہے گا میں تم لوگوں کو دیتا رہوں گا، لیکن جو شخص اللہ سے یہ دعا مانگے کہ وہ اس کو سوال اور گداگری کی ذلت سے بچائے تو وہ اس کو بچادیتا ہے، اور جو خدا سے غنیٰ کا طالب ہوتا ہے، وہ اس کو غنیٰ مرحمت فرماتا ہے، اور جو صبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنادیتا ہے، اور صبر سے کوئی بہتر اور وسیع تر دولت کسی کو نہیں دی گئی ہے۔(۲)

صدقہ سے پرہیز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور اپنے خاندان کے لئے صدقہ و زکاۃ لینے کو سخت موجب ننگ و عار سمجھتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میں گھر میں آتا ہوں تو کبھی کبھی اپنے بستر پر کھجور پاتا ہوں، جی میں آتا ہے کہ اٹھا کر منہ میں ڈال لوں، پھر خیال ہوتا ہے کہ کہیں صدقہ کی کھجور نہ ہو، اس لئے پھینک دیتا ہوں(۳)

---

(۱) ابو داؤد و ترمذی کتاب الصدقات (۲-۳) صحیح بخاری کتاب الصدقات کتاب اللقط

ایک دفعہ راستہ میں ایک کھجور پاتھ آگئی، فرمایا اگر صدقہ کا شبہہ نہ ہوتا تو میں اس کو کھا جاتا، ایک بار امام حسنؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی، آپ نے ڈانٹ کر کہا" کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا؟ پھر منہ سے اگلوادیا۔(۱)

آپ کے سامنے جب کوئی شخص کوئی چیز لے کر آتا تو دریافت فرماتے کہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر ہدیہ کہتا تو قبول فرماتے، اور اگر یہ کہتا کہ صدقہ ہے، تو آپ ہاتھ روک لیتے، اور دوسرے صاحبوں کو عنایت فرمادیتے۔

ہدایا اور تحفے قبول کرنا

دوست احباب کے ہدایا اور تحفے آپ قبول فرماتے تھے، بلکہ آپ نے اس کو ازدیاد محبت کا بہترین ذریعہ فرمایا ہے۔

تھادوا تحابوا (حدیث) (ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجو، تو باہم محبت ہوگی)۔اسی لئے صحابہ کرامؓ عموماً کچھ نہ کچھ روز آپ کے گھر ہدیہ بھیجا کرتے تھے، اور خصوصیت کے ساتھ اس وقت بھیجتے تھے، جس دن آپ حجرہ عائشہؓ میں قیام فرماتے تھے۔(۲)

ہدایا اور تحفے دینا

جن لوگوں کے ہدایا اور تحفے قبول فرماتے تھے، ان کو ان کا صلہ بھی ضرور عطا فرماتے تھے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے "**کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا**" (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے، اور اس کا معاوضہ دیتے تھے)، یمن کا مشہور بادشاہ ذی یزن جس نے حبشی حکومت مٹاکر ایران کے زیر اثر عربی حکومت قائم کی تھی، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قیمتی حلہ بھیجا،

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الصدقات۔(۲) بخاری مناقب عائشہؓ

جس کو اس نے تینتیس (۳۳) اونٹوں کے بدلہ میں خریدا تھا، آپ نے قبول فرمایا، اور پھر اس کو ایک حلہ ہدیۃً بھیجا، جو تیس (۳۰) سے کچھ زیادہ اونٹ دے کر خریدا گیا تھا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ جن کے مکان میں آپ کچھ مہینہ تک فروکش رہے تھے، آپ اکثر ان کو بچا ہوا کھانا بھیجا کرتے، ہمسایوں اور پڑوسیوں کے گھروں میں بھی تحفے بھیجتے تھے، اصحاب صفہ اکثر آپ کے تحفوں سے مشرف ہوا کرتے تھے۔(۱)

عدمِ قبولِ احسان

کبھی کسی کا احسان گوارا نہ فرماتے، حضرت ابو بکرؓ سے بڑھ کر جاں نثار کون ہو سکتا تھا، تاہم ہجرت کے وقت جب انھوں نے سواری کے لئے ناقہ پیش کیا تو آپؐ نے قیمت ادا کی، مدینہ میں مسجد کے لئے جو زمین درکار تھی، مالکانِ زمین نے مفت نذر کرنی چاہی تھی، لیکن آپ نے قیمت دے کر لی۔

ایک دفعہ عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں ہمسفر تھے، عبداللہ بن عمرؓ کی سواری کا اونٹ سرکش تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ سے آگے نکل جاتا تھا، عبداللہ بن عمرؓ روکتے تھے، لیکن وہ قابو کا نہ تھا، حضرت عمرؓ بار بار عبداللہ بن عمرؓ کو ڈانٹتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ ڈالو، انھوں نے کہا نذر ہے، آپ نے فرمایا نہیں دام لو، انھوں نے دوبارہ عرض کیا کہ یوں ہی حاضر ہے، آپ نے انکار کیا، بالآخر حضرت عمرؓ نے دام لینے منظور کئے، آپ نے خرید کر عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیا کہ اب یہ تمہارا ہے۔(۲)

عدمِ تشدد

حضرت معاذ بن جبلؓ جو اکابر صحابہ میں سے تھے، ایک محلہ میں امامت کرتے

---

(۱) مسلم کتاب الاطعمہ۔(۲) یہ ساری روایتیں صحیح بخاری سے منقول ہیں۔

تھے، اور نماز فجر میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ اس قدر لمبی نماز پڑھتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے قاصر ہوں، ابن مسعود انصاریؓ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس قدر غضبناک نہیں دیکھا، جس قدر اس موقع پر دیکھا، آپ نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا: بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کو متنفر کر دیتے ہیں، جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے، کیونکہ نماز میں بوڑھے، کمزور، کام کرنے والے سبھی طرح کے آدمی ہوتے ہیں (۱)۔

ایک دفعہ قبیلہ غامد کی ایک عورت آئی، اور اظہار کیا کہ میں نے بدکاری کی، آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ، دوسرے دن پھر آئی اور بولی کہ کیا آپ مجھ کو ماعز کی طرح چھوڑ دینا چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم مجھ میں حمل رہ گیا ہے، پھر فرمایا واپس جاؤ، وہ چلی گئی، تیسرے دن پھر واپس آئی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ بچہ کے پیدا ہونے تک انتظار کرو، جب بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو گود میں لئے ہوئے آئی، (یعنی اب زنا کی سزا دینے میں کیا تامل ہے)، آپ نے فرمایا دودھ پینے کی مدت تک انتظار کرو، جب وہ دودھ چھوڑ دے تب آنا، جب رضاعت کا زمانہ گذر گیا تو پھر حاضر ہوئی، اب آپ نے مجبور ہو کر سنگسار کرنے کا حکم دیا، لوگوں نے اس پر پتھر برسانے شروع کئے، ایک صاحب کا پتھر اس کے چہرہ پر لگا، اور خون کی چھینٹیں اڑ کر ان کے چہرہ پر آئیں، انھوں نے اس کو گالی دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان روکو، خدا کی قسم! اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جبراً محصول لینے والا بھی اگر یہ توبہ کرتا تو بخش دیا جاتا۔(۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ "اگر اس توبہ کو مدینہ کے تمام لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا، تو سب کی مغفرت ہو جاتی"۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ۔(۲) ابو داود کتاب الحدود۔

تقشف ناپسند تھا

رہبانیت اور تقشف کو ناپسند فرماتے تھے، صحابہ میں سے بعض بزرگ میلان طبعی کے اثر سے رہبانیت پر آمادہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باز رکھا، بعض صحابہ ناداری کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتے تھے، اور ضبط نفس پر بھی قادر نہ تھے، انھوں نے قطع اعضاء کرنا چاہا، آپ نے سخت ناراضی ظاہر کی، قدامہؓ بن مظعون اور ایک اور صحابی آئے کہ ہم میں سے ایک نے ترک حیوانات اور دوسرے نے ترک نکاح کا عزم کر لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ "میں تو دونوں سے ممتع ہوتا ہوں" آپ کی مرضی نہ پاکر دونوں صاحبان اپنے ارادہ سے باز رہے، عرب میں صوم وصال کا طریقہ مدت سے جاری تھا، یعنی کئی کئی دن متصل روزے رکھتے تھے، صحابہؓ نے بھی اس کا ارادہ کیا، لیکن آپ نے سختی سے روکا، حضرت عبداللہؓ بن عمرو نہایت مرتاض زاہد تھے، انھوں نے عہد کر لیا تھا کہ ہمیشہ دن کو روزے رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو بلا بھیجا اور پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ عرض کیا "ہاں" فرمایا: "تم پر تمہارے جسم کا حق ہے، آنکھ کا حق ہے، مہینہ میں تین دن کے روزے کافی ہیں"، عبداللہؓ بن عمرو نے کہا کہ مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے، فرمایا کہ اچھا ہر تیسرے دن، بولے میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں، ارشاد فرمایا کہ ایک دن آڑ کہ یہی داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا، اور یہی افضل الصیام ہے، انھوں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ قدرت ہے، ارشاد ہوا کہ بس! اس سے زیادہ بہتر نہیں۔(۱)

کسی غزوہ میں ایک صحابی کا ایک غار پر گزر ہوا، جس میں پانی تھا، اور

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الصوم۔

آس پاس کچھ جنگلی پھل کے درخت تھے، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو عرض کیا، "یا رسول اللہ! مجھ کو ایک غار مل گیا ہے، جس میں ضرورت کی سب چیزیں ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ نشین ہو کر ترک دنیا کر لوں" آپؐ نے فرمایا: "میں یہودیت یا نصرانیت لے کر دنیا میں نہیں آیا، میں آسان اور سہل ابراہیمی مذہب لے کر آیا ہوں" (۱)

عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی

مداحی اور تعریف کو بھی گو دل سے ہو، ناپسند فرماتے، ایک دفعہ مجلس اقدس میں ایک شخص کا تذکرہ نکلا، حاضرین میں سے ایک شخص نے ان کی بہت تعریف کی، آپؐ نے فرمایا "تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹی"، یہ الفاظ چند بار فرمائے، پھر ارشاد کیا کہ تم کو اگر کسی کی مدح کرنی ہو تو یوں کہو کہ میرا ایسا خیال ہے،

ایک دفعہ ایک شخص کسی حاکم کی مدح کر رہا تھا، حضرت مقدادؓ بھی موجود تھے، انھوں نے زمین سے خاک اٹھا کر اس کے منہ میں جھونک دی، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک بھر دیں، ۔(۲)

سادگی اور بے تکلفی

معمول تھا کہ مجلس سے اٹھ کر گھر میں تشریف لے جاتے تو کبھی کبھی ننگے پاؤں چلے جاتے، اور جوتی وہیں چھوڑ جاتے، یہ اس بات کی علامت تھی کہ پھر واپس تشریف لائیں گے ۔(۳)

روز کنگھا کرنا ناپسند فرماتے، ارشاد تھا کہ ایک دن چھوڑ کر کنگھا کرنا چاہیئے، (۴)

---

(۱) صحیح بخاری کتاب النکاح ۔(۲) الادب المفرد للبخاری ۔ (۳) ابو داؤد ۔(۴) شمائل ترمذی ۔

کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے، کسی چیز میں تکلف نہ تھا، کھانے میں جو سامنے آتا تناول فرماتے، پہننے کو موٹا جھوٹا جو مل جاتا پہن لیتے، زمین پر، چٹائی پر، فرش پر، جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے، آپ کے لئے آٹے کی بھوسی کبھی صاف نہیں کی جاتی تھی، کرتہ کا تکمہ اکثر کھلا رکھتے تھے، لباس میں نمائش کو ناپسند فرماتے، سامان آرائش سے طبعاً نفرت تھی، غرض ہر چیز میں سادگی اور بے تکلفی پسند خاطر تھی۔(۱)

امارت پسندی سے اجتناب

اسلام رہبانیت اور جوگی پن کا مخالف ہے، "لا رھبانیۃ فی الاسلام" (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)، اسی بناء پر آپ ہر قسم کے جائز حظوظ دنیوی سے متمتع ہونا جائز رکھتے تھے، اور خود بھی کبھی کبھی ان چیزوں سے تمتع اٹھاتے تھے، تاہم ناز و نعمت، تکلف و عیش پرستی کو ناپسند فرماتے، نیز اوروں کو بھی اس سے روکتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی دعوت کی اور کھانا پکوا کر بھیج دیا، حضرت فاطمہ زہراؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لاتے، اور ہمارے ساتھ کھاتے، تو خوب ہوتا، حضرت علیؓ گئے اور آپ سے جا کر عرض کیا، آپ تشریف لائے، لیکن دروازے پر پہنچے تو یہ دیکھ کر کہ گھر میں دیواروں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، واپس چلے گئے، حضرت علیؓ نے واپسی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی زیب و زینت کے مکان میں داخل ہو۔(۲)

فرمایا کرتے کہ گھر میں ایک بستر اپنے لئے، ایک بیوی کے لئے، اور ایک مہمان کے لئے کافی ہے، چوتھا شیطان کا حصہ ہے۔

جس طرح آپؐ خود سادگی پسند فرماتے تھے، اسی طرح آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ

---

(۱) صحاح ستہ کتاب اللباس۔(۲) ابو داؤد کتاب اللباس۔

آپؐ کے اہل و عیال بھی سادہ زندگی بسر کریں، اور تکلف و تنعم سے پاک رہیں، عورتوں کو شریعت میں سونے کے زیور کا استعمال مباح ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کرام کے لئے اس بات کو بھی خلاف اولیٰ تصور فرماتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا کہ تم کو یہ ناگوار نہ ہوگا جب لوگ کہیں گے کہ پیغمبر کی لڑکی کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔(۱)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے تو فرمایا کہ اگر اس کو اتار کر ورس کے کنگن کو زعفران سے رنگ کر پہن لیتیں تو بہتر ہوتا، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔(۲)

سنہ ۹ھ میں جب کہ یمن سے شام تک صرف اسلامی حکومت تھی، فرمانروائے اسلام کے گھر میں صرف ایک کھردری چارپائی، اور چمڑے کا سوکھا ہوا مشکیزہ تھا، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آپ نے وفات پائی تو تھوڑے سے جو کے سوا گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔(۳)۔ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں انسان کے لئے اتنا کافی ہے جتنا ایک مسافر کو زاد راہ کے لئے اشیاء درکار ہوں (۴) ایک دفعہ ایک بوریے پر آرام فرما رہے تھے، اٹھے تو لوگوں نے دیکھا کہ پہلوئے مبارک پر نشان پڑگئے ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ کوئی گدا بنوا کر حاضر کریں، ارشاد ہوا کہ مجھ کو دنیا سے کیا غرض؟ مجھ کو دنیا سے اس قدر تعلق ہے جس قدر اس سوار کو جو تھوڑی دیر کے لئے راہ میں کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔(۵)

مساوات

آپ کی نظر میں امیر و غریب، صغیر و کبیر، آقا و غلام سب برابر تھے، سلمانؓ

---

(۱) نسائی شریف۔ (۲) مسند احمد بن حنبلؒ۔ (۳) صحیح بخاری کتاب اللباس۔ (۴) ابن ماجہ کتاب الزہد۔ (۵) ترمذی کتاب الزہد۔

وصہیبؓ و بلالؓ کہ سب کے سب غلام رہ چکے تھے، آپ کی بارگاہ میں قریش سے کم رتبہ نہ تھے، ایک دفعہ حضرت سلمانؓ و بلالؓ ایک موقع پر جمع تھے، اتفاق سے ابو سفیان آنکلے، ان لوگوں نے کہا ابھی تلوار نے اس دشمن خدا کی گردن پر پورا قبضہ نہیں پایا ہے، حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ سردار قریش کی شان میں یہ الفاظ! پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کیا؟ ان لوگوں کو ناراض کیا تو خدا کو ناراض کیا، حضرت ابو بکرؓ نے فوراً جاکر ان بزرگوں سے کہا: بھائیو! آپ لوگ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوئے؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں خدا تم کو معاف کرے۔(۱)

غزوۂ بدر میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہوکر آئے تھے، قیدیوں کو زر فدیہ لے کر رہا کیا جاتا تھا، بعض نیک دل انصار نے اس بنا پر کہ وہ آپ سے قرابت قریبہ رکھتے تھے، عرض کیا: یارسول اللہ! اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا زر فدیہ معاف کر دیں، آپ نے فرمایا کہ نہیں، ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔(۲)

مجلس میں جو چیزیں آتیں ہمیشہ داہنی طرف سے اس کی تقسیم شروع فرماتے، اور ہمیشہ اس میں امیر و غریب، صغیر و کبیر، سب کی مساوات کا لحاظ ہوتا۔

تواضع

گھر کا کام کاج خود کرتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے، گھر میں خود جھاڑو دیتے، دودھ دوہ لیتے، بازار سے سودا لاتے، جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے، گدھے کی سواری سے آپؐ کو عار نہ تھا، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ

---

(۱) صحیح بخاری۔(۲) بخاری باب فداء المشرکین۔

کھانا کھانے سے پرہیز نہ تھا، ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے، لوگ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے، فرمایا کہ "اہل عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اٹھو"۔

غریب سے غریب بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے، مفلسوں اور فقیروں کے پاس جاکر ان کے سامنے بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کی بنا پر کوئی آپ کو پہچان نہ سکتا، کسی مجمع میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔

ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن نبوت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ کانپنے لگا، آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں، میں بادشاہ نہیں، ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکاکر کھایا کرتی تھی۔(۱)

انسان کے غرور و ترفع کا اصلی موقع وہ ہوتا ہے، جب وہ اپنے چپ و راست جلو میں ہزاروں آدمیوں کو چلتے ہوئے دیکھتا ہے، جو اس کے ایک اشارہ پر اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار ہوجاتے ہیں، خصوصاً جب وہ فاتحانہ ایک جرار و پرجوش لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوتا ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع و خاکساری کا منظر اس وقت اور نمایاں ہوجاتا ہے، فتح مکہ کے موقع پر جب آپ شہر میں داخل ہوئے، تو تواضعاً سر مبارک کو اس قدر جھکادیا کے کجاوہ سے آکر مل گیا، خیبر میں جب آپؐ کا داخلہ ہوا تو آپ ایک گدھے پر سوار تھے، جس میں لگام کی جگہ کھجور کی چھال بندھی تھی، حجۃ الوداع میں جس کجاوہ پر آپ سوار تھے اس کی قیمت کیا تھی؟ صرف ایک درہم۔(صحیح بخاری)۔

تعظیم اور مدحِ مفرط کی ناپسندیدگی

شرک کا پہلا دیباچہ انبیاء اور صلحاء کی مبالغہ آمیز تعظیم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ

---

(۱) "تواضع" عنوان کے تحت ... ساری روایتیں، شمائل ترمذی اور مسند احمد ابن حنبلؒ سے ماخوذ ہیں۔

علیہ و سلم اس نکتہ کا بڑا لحاظ فرماتے تھے، حضرت عیسیٰؑ کی مثال پیش نظر تھی، فرمایا کرتے تھے کہ میری اس قدر مبالغہ آمیز مدح نہ کیا کرو جس قدر نصاریٰ ابن مریمؑ کی کرتے ہیں، میں تو خدا کا بندہ اور اس کا فرستادہ ہوں۔(۱)

قیس بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حیرہ گیا، وہاں لوگوں کو دیکھا کہ رئیس شہر کے دربار میں جاتے ہیں تو اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا، اور عرض کیا کہ آپ کو سجدہ کیا جائے کہ آپ اس کے مستحق ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم میری قبر پر گزروگے تو کیا سجدہ کروگے؟ کہا نہیں، فرمایا تو جیتے جی بھی سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔(۲)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے، وضو کا پانی جو دست مبارک سے گرتا، فدائی برکت کے خیال سے اس کو چلو میں لے کر بدن پر مل لیتے، آپ نے پوچھا، کہ تم یہ کیوں کر رہے ہو، انھوں نے عرض کیا کہ خدا اور خدا کے رسول کی محبت میں، فرمایا اگر کوئی اس بات کی خوشی حاصل کرنا چاہے کہ وہ خدا اور خدا کے رسول سے محبت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ جب باتیں کرے تو سچ بولے، جب امین بنایا جائے تو ادائے امانت کرے اور کسی کا پڑوسی ہے، تو ہمسائگی کو اچھی طرح نبھائے۔(۳)

شرم و حیا

صحاح میں ہے کہ آپؐ دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے، اور شرم و حیا کا آپ کی ایک ایک ادا سے اظہار ہوتا تھا، کبھی کسی کے ساتھ بدزبانی نہیں کی، بازاروں میں جاتے تو چپ چاپ گذر جاتے، تبسم کے سوا کبھی لب مبارک خندہ و

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الانبیاء۔(۲) صحیح مسلم۔(۳) مشکوٰۃ شریف بحوالہ شعب الایمان۔

قہقہہ سے آشنا نہیں ہوئے۔

بھری محفل میں کوئی بات ناگوار ہوتی تو لحاظ کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ فرماتے، چہرہ کے اثر سے ظاہر ہوتا اور صحابہؓ متنبہ ہو جاتے۔

عرب میں اور ممالک کی طرح شرم و حیا کا بہت کم لحاظ تھا، ننگے نہانا عام بات تھی، حرم کعبہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالطبع یہ باتیں سخت ناپسند تھیں، ایک دفعہ فرمایا کہ حمام سے پرہیز کرو، لوگوں نے عرض کیا کہ حمام میں نہانے سے میل چھوٹتا ہے، اور بیماری میں فائدہ ہوتا ہے، ارشاد فرمایا کہ نہاؤ تو پردہ کر لیا کرو۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

اگرچہ تمام صحابہ آپ کے جاں نثار خادموں میں داخل تھے، بایں ہمہ آپ خود اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو پسند کرتے تھے، حضرت عائشہؓ، ابو سعید خدریؓ اور امام حسنؒ سے روایت ہے کہ "**کان یخدم نفسه**" (یعنی آپ اپنے ہاتھ سے، اپنا کام انجام دیا کرتے تھے) ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ جواب دیا کہ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے، کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے خود پیوند لگا لیتے تھے، گھر میں خود جھاڑو دے لیتے تھے، دودھ دوہ لیتے تھے، بازار سے سودا خرید لاتے تھے، جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے تھے، ڈول میں ٹانکے لگا دیتے تھے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے تھے، اس کو چارہ دیتے، غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ بن مالک خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو دیکھا، آپ خود اپنے ہاتھ سے ایک اونٹ کے بدن پر تیل مل رہے ہیں، ان سے دوسری روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ آپ صدقہ کے اونٹوں کو داغ رہے ہیں، تیسری روایت میں وہ کہتے ہیں کہ آپ بکریوں کو داغ لگا رہے تھے، ایک دفعہ

مسجد نبویؐ میں تشریف لے گئے تو دیکھا تو مسجد میں کسی نے ناک صاف کی ہے، آپ نے خود دست مبارک سے ایک پتھر لے کر اس کو کھرچ ڈالا، اور آئندہ لوگوں کو اس فعل سے منع کیا۔(۱)

دوسروں کے کام کر دینا

خبابؓ بن ارت ایک صحابی تھے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی غزوہ میں بھیجا، خباب کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا، اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا، اس بنا پر آپ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے، کفار ثقیف جنھوں نے طائف میں آپ کے پائے مبارک کو زخمی کر دیا تھا، سنہ ۹ ھ میں وفد لے کر آئے تو آپ نے ان کو مسجد نبویؐ میں اتارا اور بہ نفس نفیس ان کی مہمانی کے فرائض ادا کئے، اور حبش سے جو مہمان آئے تھے، صحابہؓ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گزاری کریں، لیکن آپ نے ان کو روک دیا، اور فرمایا کہ "انھوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے، اس لئے میں خود ان کی خدمت گزاری کا فرض انجام دوں گا"۔(۲)

عزم و استقلال

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "اُولوا العزم من الرسل" کہہ کر انبیاء کبارؑ کی مدح فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم الرسل تھے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ اللہ نے یہ وصف آپ کی ذات میں ودیعت کیا تھا، ابتداء سے انتہاء تک اسلام کا ایک ایک کارنامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و استقلال کا مظہرِ اتم ہے، عرب کے کفرستان میں ایک شخص تنہا کھڑا ہوتا ہے،

---

(۱) "اپنے ہاتھ سے کام کرنا" والے عنوان کی یہ ساری روایتیں، صحیح بخاری کتاب الادب سے ماخوذ ہیں۔(۲) صحیح بخاری۔ کتاب الادب

بے یار و مددگار ، دعوت حق کی صدائیں بلند کرتا ہے ، ریگستان کا ذرہ ذرہ اس کی مخالفت پر پہاڑ بن کر سامنے آتا ہے ، لیکن وقار نبوت اور عزم ربانی سے ٹھوکر کھا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے ، اور مخالفتوں کی تمام قوت اس کے سامنے چور چور ہو جاتی ہے ۔

تیرہ برس کی متواتر ناکامیوں کے بعد بھی ذات اقدس جبن و یاس سے آشنا نہیں ہوتی اور بالآخر وہ دن آتا ہے ، جب ایک تنہا انسان تقریباً پانچ لاکھ جاں نثاروں کو چھوڑ کر دنیائے فانی کو الوداع کہتا ہے ، ہجرت سے قبل ایک دفعہ صحابہؓ نے کفار کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر خدمت مبارک میں عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے کیوں دعا نہیں فرماتے ؟ آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا ، اور فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا ، ان کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں ، جس سے گوشت پوست علیحدہ ہو جاتا تھا ، لیکن یہ آزمائشیں بھی ان کو مذہب سے برگشتہ نہیں کر سکی تھیں ، خدا کی قسم ! دین اسلام اپنے مرتبہ کمال کو پہنچ کر رہے گا ، یہاں تک کہ صنعاء سے حضرموت تک ایک سوار اس طرح بے خطر چلا آئے گا کہ اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا ۔(۱)

"مکہ میں روسائے قریش جب ہر قسم کی تدبیروں سے تھک گئے تو انھوں نے آپ کے سامنے حکومت کا تخت اور زر و جواہر کا خزانہ اور حسن کی دولت پیش کی ، ان میں سے ہر چیز بہادر سے بہادر انسان کے قدم کو ڈگمگا دینے کے لئے کافی تھی ، لیکن آپ نے ذلت کے ساتھ ان کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور بالآخر وہ وقت آیا جب آخری ہمدم و دمساز یعنی ابو طالب نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا تو یہ غور و فکر کا آخری لمحہ اور عزم و استقلال کا آخری امتحان تھا ، اس وقت جواب میں ، آپ نے جو فقرے ارشاد فرمائے ، عالم کائنات میں ثبات و پامردی کے اظہار کا سب سے آخری طریقہ تعبیر ہے ، آپ نے

---

(۱) صحیح بخاری مالقی النبیؐ

فرمایا "چچاجان! اگر قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی اپنے اعلان حق سے باز نہ آؤں گا"۔(۱)

غزوۂ بدر میں جب تین سو تیرہ بے سرو سامان مسلم ایک ہزار ساز و سامان سے لیس دشمن سے معرکہ آرا تھے، کفار قریش اپنے زور و کثرت سے بپھرتے آتے تھے، اس وقت مسلمان سمٹ سمٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آجاتے تھے، اور بایں ہمہ نبوت کا کوہ وقار اپنی جگہ پر قائم تھا۔(۲)

شجاعت و بہادری

یہ وصف انسانیت کا اعلیٰ جوہر اور اخلاق کا سنگ بنیاد ہے، عزم و استقلال، حق گوئی، راست گفتاری، یہ تمام باتیں شجاعت ہی سے پیدا ہوتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سینکڑوں مصائب و خطرات اور بیسیوں معرکے اور غزوات پیش آئے، لیکن کبھی پامردی اور ثبات کے قدم نے لغزش نہیں کھائی، غزوۂ بدر کی گھمسان لڑائی میں تین سو تیرہ، نہتے مسلمانوں کے قدم جب ایک ہزار مسلح فوج کے حملوں سے ڈگمگاجاتے تھے تو دوڑ کر مرکز نبوت ہی کے دامن میں پناہ لیتے تھے، حضرت علیؓ جن کے دست و بازو نے بڑے بڑے معرکے سر کئے، کہتے ہیں کہ جب بدر میں زور کا رن پڑا تو ہم لوگوں نے آپ ہی کی آڑ میں آکر پناہ لی، آپ سب سے زیادہ شجاع تھے، مشرکین کی صف سے اس دن آپ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا۔(۳)

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع تھے ایک دفعہ مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آگئے، لوگ مقابلے کے لئے تیار ہو گئے، لیکن سب سے پہلے جو آگے بڑھ کر نکلا وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے،

---

(۱) ماخوذ سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ۔(۲) سیرۃ ابن ہشام۔(۳) مسند ابن حنبلؒ۔

جلدی میں آپ نے اس کا بھی انتظار نہیں کیا کہ گھوڑے پر زین کسی جائے، گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہو کر آپ تمام خطروں کے مقامات میں گشت لگا آئے، اور واپس آکر لوگوں کو تسکین دی کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔(۱)

راست گفتاری

راست گفتاری پیغمبر کی ایک ضروری صفت ہے، اور اس کا وجود ان کی ذات سے کبھی منفک نہیں ہو سکتا، اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے عنوان میں اس کی جزئیات کی تفصیل ضروری نہ تھی، لیکن اس موقع پر ہم صرف ان شہادتوں کو قلم بند کرنا چاہتے ہیں جو دشمنوں کے اعتراف سے ہاتھ آسکی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو کفار میں جو لوگ آپ سے واقف تھے، انھوں نے آپ کو کاذب اور دروغ گو یقین نہیں کیا، بلکہ سمجھا کہ نعوذ باللہ آپ کے حواس درست نہیں ہیں، یا آپ کی عقل بجا نہیں رہی ہے، یا یہ کہ ان میں شاعرانہ تخیل پرستی آگئی ہے، اسی بناء پر انہوں نے آپ کو مجنون کہا، ساحر کہا، شاعر کہا، لیکن کاذب (جھوٹا) نہیں کہا۔

ایک روز قریش کے بڑے بڑے رؤساء جلسہ جمائے بیٹھے تھے، اور آپ کا ذکر ہو رہا تھا، نضر بن حارث نے جو قریش میں سب سے زیادہ جہاندیدہ تھا، کہا اے قریش! تم پر جو مصیبت آئی ہے اب تک تم اس کی کوئی تدبیر نہ نکال سکے۔ محمد تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوا، وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، صادق القول اور امین تھا، اب جب اس کے بالوں میں سپیدی آچکی اور تمہارے سامنے یہ باتیں پیش کیں تو تم کہتے ہو کہ وہ ساحر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، مجنوں ہے، خدا کی قسم! میں نے ان کی باتیں سنی ہیں، محمد میں ایسی کوئی بات نہیں، تم پر یہ کوئی مصیبت ہی نئی آئی ہے۔(۲)

---

(۱) صحیح بخاری کے متفرق ابواب میں یہ حدیث ہے۔(۲) سیرۃ ابن ہشام۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش گاہ الہیٰ سے حکم ہوا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو، تو آپ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر پکارا، "یا معاشر قریش"! جب سب لوگ جمع ہوئے تو فرمایا، اگر تم سے میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے، تو تم کو مجھ پر یقین آئے گا؟ سب نے کہا ہاں، کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، تب آپ نے "لاالٰہ الااللہ، محمدرسول اللہ کی دعوت دی۔(۱)

ایفائے عہد

ایفائے عہد آپ کی ایک ایسی عام خصوصیت تھی کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے تھے، چنانچہ قیصر روم نے اپنے دربار میں آپ کے متعلق ابو سفیان سے جو سوالات کئے، (۲) ان میں یہ بھی تھا کہ کیا کبھی محمدؐ نے بد عہدی بھی کی ہے؟، ابو سفیان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑا کہ نہیں۔(۳)

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا وہ اہل مکہ کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائے گا، عین اس وقت جب معاہدہ کی شرطیں زیر تحریر تھیں، حضرت ابو جندل پابہ زنجیر اہل مکہ کی قید سے بھاگ کر آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریادی ہوئے، تمام مسلمان اس دردانگیز منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باطمینان تمام ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، "اے ابو جندل! صبر کرو، ہم بد عہدی نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لئے کوئی راستہ نکالے گا"۔(۴)

(۱۔۳۔۴) صحیح بخاری، کتاب الشروط۔ (۲) تفصیل دیکھیئے سیرت شہنشاہ کونینؐ جلد اول (ص ۱۰۲ تا ۱۰۶) از احقر۔

عفو و حلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا، بجز اس صورت کے کہ اس نے احکام الٰہی کی توہین کی ہو"۔

جنگ احد کی شکست سے زیادہ روسائے طائف کے تحقیر آمیز برتاؤ کی یاد، خاطر اقدس پر گراں تھی، تاہم دس برس کے بعد غزوۂ طائف میں جب وہ ایک منجنیق سے مسلمانوں پر پتھر برسا رہے تھے، تو دوسری طرف ایک سراپائے حلم و عفو انسان (خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا مانگ رہا تھا کہ خدایا! "انھیں سمجھ عطا کر، اور ان کو آستانۂ اسلام پر جھکا"، چنانچہ ایسا ہی ہوا، سنہ ۹ھ میں جب ان کے وفد نے مدینہ کا رخ کیا تو آپ نے صحن مسجد میں ان کو مہمان اتارا اور عزت و حرمت کے ساتھ ان سے پیش آئے۔

قریش نے آپ کو گالیاں دیں، مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، آپ کی شان میں گستاخیاں کیں، نعوذ باللہ! کبھی جادوگر، کبھی پاگل، کبھی شاعر کہا، (۱) لیکن کبھی آپ نے ان باتوں پر برہمی ظاہر نہیں فرمائی، غریب سے غریب آدمی بھی جب مجمع میں جھٹلایا جاتا ہے تو وہ غصہ سے کانپ اٹھتا ہے، ایک صاحب جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز کے بازار میں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے دیکھا تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ لوگو! "لا الٰہ الا اللہ" کہو تو نجات پاؤ گے، پیچھے پیچھے

---

(۱) "عفو و حلم" والے عنوان کی یہ ساری روایتیں صحیح بخاری سے ماخوذ ہیں۔

ابو جہل تھا، وہ آپ پر خاک اڑا اڑا کر کہہ رہا تھا، لوگو! اس شخص کی باتیں تم کو اپنے مذہب سے برگشتہ نہ کر دیں، یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دیوتاؤں لات و عزیٰ کو چھوڑ دو، راوی کہتا ہے کہ آپ، اس حالت میں اس کی طرف مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے۔(۱)

حضرت انسؓ جو خادم خاص تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کسی کام کے لئے بھیجنا چاہا، میں نے کہا نہ جاؤں گا، آپ چپ رہ گئے، میں یہ کہہ کر باہر چلا گیا، دفعتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر میری گردن پکڑلی، میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے، پھر پیار سے فرمایا "انس! جس کام کے لئے کہا تھا اب تو جاؤ"، میں نے عرض کیا کہ اچھا جاتا ہوں، حضرت انسؓ نے اسی واقعہ کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے سات برس آپ کی خدمت گذاری کی، کبھی یہ نہیں فرمایا کہ "تم نے یہ کام کیوں کیا، یا یہ کیوں نہیں کیا"۔(۲)

دشمنوں سے عفو و درگذر اور حسنِ سلوک

انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے زیادہ کامیاب، نادر الوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگزر ہے، لیکن حامل وحی و نبوت کی ذات اقدس میں یہ جنس فراواں تھی، دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی فرض ہے، لیکن اخلاق کے دائرہ شریعت میں آکر یہ فرضیت مکروہ تحریمی بن جاتی ہے، تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

دشمنوں سے انتقام کا سب سے بڑا موقع فتح حرم کا دن تھا، جب کہ وہ کینہ خواہ سامنے آئے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے اور جن کے دستِ ستم سے آپ نے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائی تھیں، لیکن ان سب کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا

---

(۱) مسند احمد بن حنبل۔(۲) صحیح مسلم و ابو داؤد کتاب الأدب۔

"لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فأنتم الطلقاء" (تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو)۔

ابو سفیان اسلام سے پہلے جیسے کچھ تھے، غزوات نبوی کا ایک ایک حرف اس کا شاہد ہے، بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں اسلام کو لڑنی پڑیں، ان میں سے اکثر میں ان کا ہاتھ تھا، لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب وہ گرفتار کر کے لائے گئے، اور حضرت عباسؓ ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، تو آپ ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے، حضرت عمرؓ نے گذشتہ جرائم کی پاداش میں ان کے قتل کا ارادہ کیا، لیکن آپ نے منع فرمایا، اور نہ صرف یہ بلکہ ان کے گھر کو امن و امان کا حرم بنادیا، فرمایا کہ "جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوجائے گا اس کا قصور معاف ہوگا"(۱) کیا دنیا کے کسی فاتح نے اپنے دشمن کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے؟(۲)

قریش کی ستمگری و جفاکشی کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں، یاد ہوگا کہ شعب ابی طالب میں تین برس تک ان ظالموں نے آپؐ کو اور آپ کے خاندان کو، اس طرح مجبور کر رکھا تھا کہ غلہ کا ایک دانہ اندر پہنچ نہیں سکتا تھا، بچے بھوک سے روتے اور تڑپتے تھے، اور یہ بے درد ان کی آوازیں سن کر ہنستے اور خوش ہوتے تھے، لیکن معلوم ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معاوضہ میں قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا، یمامہ کے رئیس ثمامہ بن اثال تھے، مسلمان ہوکر جب یہ مکہ گئے تو قریش نے تبدیلی مذہب پر طعنہ دیا، انھوں نے غصہ سے کہا، خدا کی قسم! اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر گیہوں کا ایک دانہ نہیں ملے گا، اس بندش سے مکہ میں اناج کا کال پڑ گیا، آخر گھبرا کر قریش نے اس آستانہ کی طرف رجوع کیا جس سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں گیا، حضورؐ کو رحم

---

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم فتح مکہ۔ (۲) ماخوذ سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ۔

آیا اور کہلا بھیجا کہ بندش اٹھالو، چنانچہ پھر حسب دستور غلہ جانے لگا ۔(۱)

کفار اور مشرکین کے ساتھ برتاؤ

کفار و مشرکین کے ساتھ آپ کے حسن خلق کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں، یہاں ہم اس عنوان کے تحت صرف وہ واقعات نقل کریں گے جو اس زمانے کے ہیں، جب کہ مخالفین کی قوتیں پامال ہو چکی تھیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اقتدار حاصل ہو چکا تھا:۔

ابو بصرہ غفاریؓ کا بیان ہے کہ جب وہ کافر تھے، مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مہمان ہوئے، رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے، لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا، رات بھر تمام اہل بیت نبوی بھوکے رہے ۔(۲)

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں ان کی ماں جو مشرکہ تھیں، برائے اعانت حضرت اسماءؓ کے پاس مدینہ آئیں، ان کو تردد ہوا کہ اہل شرک کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ نیکی کرو ۔(۳)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں کافرہ تھیں، اور بیٹے کے ساتھ مدینہ میں رہتی تھیں، جہالت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھیں، ابو ہریرہؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا، آپ نے بجائے غیظ و غضب کے، دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ۔(۴)

یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ

خلق عمیم میں مسلم و کافر، دوست و دشمن، عزیز و بیگانہ کی تمیز نہ تھی،

---

(۱) صحیح بخاری باب وفد بنی حنیفہ ۔(۲) مسند ابن حنبلؒ (۳) صحیح بخاری باب صلۃ الوالد المشرک (۴) صحیح بخاری و صحیح مسلم ۔

ابر رحمت دشت و چمن پر یکساں برستا تھا یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس شدت کی عداوت تھی، اس کی شہادت غزوۂ خیبر تک کے ایک ایک واقعہ سے ملتی ہے لیکن آپ کا طرز عمل مدت تک یہ رہا کہ جن امور کی نسبت مستقل حکم نازل نہ ہوتا، آپ ان میں انھیں کی تقلید فرماتے ۔

ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اور اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، گویا باپ کی رضامندی دریافت کی، اس نے کہا کہ آپ جو فرماتے ہیں اس کو بجالاؤ، چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا ۔(۱)

غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت

مسلمانوں میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، دولت مند بھی اور فاقہ کش بھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ سب کے ساتھ یکساں تھا، بلکہ غریبوں کے ساتھ آپ اس طرح پیش آتے تھے کہ دنیاوی دولت کی محرومی ان کو صدمہ نہیں پہنچاتی تھی ۔

یہی وہ غرباء اور مفلس ہیں، جو اسلام کے سب سے پہلے جاں نثار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے کر حرم میں نماز پڑھنے جاتے تھے، تو روسائے قریش ان کی ظاہری بدحالی کو دیکھ کر استہزاءً کہتے تھے :۔

"أهؤلاء مَنَّ الله عليهم من بيننا" ۔

("کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے؟")

لیکن آپ ان کے اس استہزاء کو خوشی سے برداشت کرتے تھے ۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الجنائز۔

حضرت سعد بنؓ ابی وقاص کے مزاج میں کسی قدر تعلی تھی، وہ اپنے آپ کو غریبوں سے بالاتر سمجھتے تھے، آپؐ نے ان کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تم کو جو نصرت اور روزی میسر آتی ہے، وہ انھیں غریبوں کی بدولت آتی ہے۔(۱)

اسامہ بن زیدؓ سے آپؐ نے ارشاد فرمایا، "میں نے در جنت پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ زیادہ تر غریب مفلس ہی لوگ اس میں داخل ہیں"؟(۲)

عبداللہؓ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، اس اثنا میں آپ تشریف لائے اور انھیں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا، اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا، آپؐ نے فرمایا "فقرائے مہاجرین کو بشارت ہو کہ، وہ دولت مندوں سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے"، عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ یہ سن کر ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے، اور مجھے حسرت ہوئی کہ کاش میں بھی انھیں میں ہوتا"(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا میں فرمایا کرتے تھے "خداوندا! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا، اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر"، حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیوں"؟ فرمایا، "اس لئے کہ یہ دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے"، پھر فرمایا اے عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے نامراد نہ پھیرو، گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، اے عائشہؓ! غریبوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے سے نزدیک کرو تو خدا بھی تم کو اپنے سے نزدیک کرے گا،(۴)

---

(۱) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء بروایت صحیح مسلم (۲) صحیح بخاری و مسلم (۳) مشکوٰۃ بروایت دارمی (۴) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء بروایت ترمذی و ابن ماجہ

دشمنانِ جان سے عفو و درگذر اور ان کے حق میں دعائے خیر

جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ آوروں سے عفو و درگزر کا واقعہ پیغمبروں کے صحیفۂ اخلاق کے سوا اور کہاں مل سکتا ہے؟ جس شب کو آپؐ نے ہجرت فرمائی ہے، کفار قریش کے نزدیک یہ طے شدہ تھا کہ صبح تک محمد کا سر قلم کر دیا جائے گا، اس لئے دشمنوں کا ایک دستہ رات بھر خانۂ نبویؐ کا محاصرہ کئے کھڑا رہا، اگرچہ اس وقت دشمنوں سے انتقام لینے کی آپ میں ظاہری قوت نہ تھی، لیکن ایک وقت آیا جب ان میں سے ایک ایک کی گردن اسلام کی تلوار کے نیچے تھی، اور ان کی جان صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم و کرم پر موقوف تھی، لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس جرم میں کبھی مقتول نہیں ہوا۔

دشمنوں کے حق میں بددعا کرنا اگرچہ انسان کی فطری عادت ہے، لیکن پیغمبروں کا مرتبہ عام انسانی سطح سے بدرجہا بلند ہوتا ہے، جو لوگ ان کو گالیاں دیتے ہیں، وہ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں، اور جو ان کے تشنہ خون ہوتے ہیں وہ ان کو پیار کرتے ہیں، ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پیہم مظالم ہو رہے تھے، اس داستان کو دہرانے کے لئے بھی سنگ دلی درکار ہے، اسی زمانہ میں خبابؓ بن ارت ایک صحابی نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! دشمنوں کے حق میں بددعا فرمائیے" یہ سن کر چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا، ایک دفعہ چند صحابہ نے مل کر اسی قسم کی بات کہی تو فرمایا، "میں دنیا کے لئے لعنت نہیں، بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں" (۱)

وہ قریش جنھوں نے تین برس تک آپؐ کو محصور رکھا اور جو غلہ کے ایک دانہ

---

(۱) مشکوٰۃ اخلاق النبیؐ بحوالہ صحیح مسلم۔

کے پہنچنے کے روادار نہ تھے، ان کی شرارتوں کی پاداش میں دعائے نبوی کی استجابت نے ابر رحمت کا سایہ ان کے سر سے اٹھالیا، اور مکہ میں اس قدر قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے، ابو سفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "محمد! تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے، خدا سے دعا کرو کہ یہ مصیبت دور ہو" آپ نے بلاعذر فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور خدا نے اس مصیبت سے ان کو نجات دی، (۱)

جنگ احد میں دشمنوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے، تیر برسائے، تلواریں چلائیں، دندان مبارک کو شہید کیا، جبین اقدس کو خون آلود کیا، لیکن ان حملوں کا وار آپ نے جس سپہ پر روکا وہ صرف یہ دعا تھی۔

"اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون"۔ (خدایا! ان کو ہدایت دینا یہ نادان ہیں)۔

"وہ طائف جس نے دعوت اسلام کا جواب استہزاء اور تمسخر سے دیا تھا، وہ طائف جس نے داعی اسلامؐ کو اپنی پناہ میں لینے سے انکار کر دیا تھا، وہ طائف جس نے پائے مبارک کو لہولہان کیا تھا، ان کی نسبت فرشتہ غیب پوچھتا ہے کہ حکم ہو تو ان پر پہاڑ الٹ دیا جائے، جواب ملتا ہے کہ شاید ان کی نسل سے کوئی خدا کا پرستار پیدا ہو! (۲)

— دس بارہ برس کے بعد یہی طائف اسلام کی دعوت کا جواب تیر و تفنگ و منجنیق سے دیتا ہے، جاں نثاروں کی لاشوں پر لاشیں گر رہی ہیں، صحابہؓ عرض کرتے ہیں کہ "یا رسول اللہ! ان کے حق میں بد دعا کیجئے، آپ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ ان کے حق میں بد دعا فرمائیں گے، لیکن زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہیں، خداوندا! "ثقیف (اہل طائف) کو اسلام نصیب کر اور دوستانہ ان کو مدینہ لا"

---

(۱) صحیح بخاری و مسلم۔ (۲) صحیح بخاری۔

وہ تیر جو میدان جنگ میں نشانہ پر نہیں لگے تھے، وہ مدینہ کے صحن مسجد میں زبان مبارک سے نکل کر ٹھیک اپنے ہدف پر پہنچے، یعنی وہ مدینہ آکر خاص مسجد نبوی میں بیٹھ کر جہاں وہ مہمان ٹھہرائے گئے تھے، مسلمان ہوئے"۔(۱)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں مشرکہ تھیں، اپنی ماں کو وہ جس قدر اسلام کی تبلیغ کرتے تھے وہ انکار کرتی تھیں، ایک دن انھوں نے اسلام کی دعوت دی تو ان کی ماں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، حضرت ابو ہریرہؓ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ رونے لگے، اور اسی حالت میں حضورؐ کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا، آپؐ نے دعا کی "الٰہی ابو ھریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب کر"، وہ خوش خوش گھر واپس آئے تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں، اور ماں نہا رہی ہیں، غسل سے فارغ ہو کر کواڑ کھولے اور کلمہ پڑھا۔(۲)

بچوں پر شفقت

بچوں پر آپ نہایت شفقت فرماتے تھے، معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی کسی کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھاتے، راستہ میں بچے ملتے تو خود سلام کرتے۔(۳)

ایک دن خالد بنؓ سعید خدمت اقدس میں آئے، ان کی چھوٹی لڑکی بھی ساتھ تھی، اور سرخ رنگ کا کرتہ بدن پر تھا، آپ نے فرمایا: سنہ سنہ، حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں، چونکہ ان کی پیدائش حبش میں ہوئی تھی، اس لئے آپ نے اس مناسبت سے حبشی تلفظ میں حسنہ کے بجائے سنہ کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر جو مہر نبوت تھی وہ ابھری ہوئی تھی، بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر معمولی چیز

---

(۱) مستفاد سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ۔(۲) صحیح مسلم فضائل ابی ہریرہ۔(۳) ابو داؤد کتاب الادب۔

نظر آئے تو اس سے کھیلنے لگتے ہیں، وہ بھی مہر نبوت سے کھیلنے لگیں، خالد نے ڈانٹا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور کہا کہ کھیلنے دو۔(۱)

ماں بچے کی محبت کے واقعات سے آپؐ پر سخت اثر ہوتا تھا، ایک دفعہ نہایت غریب عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی ساتھ تھیں، اس وقت حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ نہ تھا، ایک کھجور زمین پر پڑی ہوئی تھی، وہی اٹھا کر دے دی، عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں میں برابر تقسیم کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ سنایا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: خدا جس کو اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ ان کا حق بجالائے تو وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔(۲)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ دیر میں ختم کروں گا، دفعتہً صف سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے، اور میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔(۳)

جابرؓ بن سمرہ ایک صحابی تھے، وہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے گھر کی طرف چلے، میں بھی ساتھ ہو لیا کہ ادھر سے چند لڑکے آنکلے، آپ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔(۴)

ہجرت کے موقعہ پر جب مدینہ میں داخلہ ہو رہا تھا، انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی سے دروازوں سے نکل نکل کر گیت گا رہی تھیں، جب آپ کا ادھر گزر ہوا، تو فرمایا، اے لڑکیو! تم مجھے پیار کرتی ہو؟ سب نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں۔(۵)

(۱-۲) صحیح بخاری (۳) صحیح بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ (۴) صحیح مسلم، باب طیب رائحۃ النبیؐ (۵) ابو داود کتاب الأدب

غلاموں پر شفقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرماتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے بھائی ہیں، جو خود کھاتے ہو وہ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ، حضورؐ کی ملکیت میں جو غلام آتے، ان کو آپؐ ہمیشہ آزاد فرمادیتے تھے، لیکن وہ حضورؐ کے احسان و کرم کی زنجیر سے آزاد نہیں ہوسکتے تھے، ماں باپ، قبیلہ، رشتہ کو چھوڑ کر عمر بھر آپ کی غلامی کو شرف جانتے تھے، زیدؓ بن حارثہ غلام تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا، ان کے باپ ان کو لینے آئے، لیکن وہ آستانہ رحمت پر باپ کے ظل عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے، اور جانے سے قطعاً انکار کر دیا، زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے آپ اس قدر محبت کرتے تھے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتا تو میں اس کو زیور پہناتا، خود اپنے دست مبارک سے ان کی ناک صاف کرتے تھے۔

ایک شخص خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا، عرض کیا "یارسول اللہ! میں غلاموں کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں"؟ آپ خاموش رہے، اس نے پھر عرض کیا، آپ نے پھر خاموشی اختیار کی، اس نے تیسری بار عرض کیا، آپ نے فرمایا "ہر روز ستر بار معاف کیا کرو"۔(۱)

مستورات کے ساتھ برتاؤ

دنیا میں یہ صنف ضعیف (عورتیں) اسلام سے پہلے ہمیشہ ذلیل رہی ہیں، اس لئے کسی نامور شخص کے حالات میں یہ پہلو کبھی پیش نظر نہیں رہا کہ اس مظلوم گروہ کے ساتھ اس کا طریقِ معاشرت کیا تھا، اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے،

---

(۱) یہ تمام واقعات ابو داؤد کتاب الأدب باب حق المملوک میں مذکور ہیں۔

جس نے عورتوں کی حق رسی کی، اور عزت و منزلت کے دربار میں ان کو مردوں کے برابر جگہ دی، اس لئے شارع اسلامؐ کے واقعات زندگی میں ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ مستورات کے ساتھ ان کا طرز عمل کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں چونکہ ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا تھا، عورتوں کو وعظ و پند سننے اور مسائل دریافت کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، مستورات نے آکر درخواست کی کہ مردوں سے ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتے، اس لئے ہمارے لئے ایک دن خاص مقرر کر دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے لئے دربار کا ایک خاص دن مقرر ہو گیا۔(۱)

جن لوگوں نے آغاز اسلام میں حبش کو ہجرت کی تھی، ان میں اسماءؓ بنت عمیس بھی تھیں، خیبر کی فتح کے زمانہ میں مہاجرین حبش مدینہ آئے تو وہ بھی آئیں، ایک دن وہ حضرت حفصہؓ سے ملنے گئیں، اتفاق یہ کہ اس وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، ان کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے نام بتایا، حضرت عمرؓ نے کہا، "ہاں وہ حبش والی وہ سمندر والی"، اسماءؓ بنت عمیس نے کہا ہاں وہی، حضرت عمرؓ نے کہا: ہم نے تم لوگوں سے پہلے ہجرت کی، اور اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا حق تم سے زیادہ ہے، حضرت اسماءؓ کو سخت غصہ آیا، بولیں ہرگز نہیں، تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، وہ بھوکوں کو کھلاتے تھے، ہمارا یہ حال تھا کہ گھر سے دور بیگانے حبشیوں میں رہتے تھے، لوگ ہم کو ستاتے تھے، اور ہر وقت جان کا ڈر لگا رہتا تھا، یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے، اسماءؓ نے کہا یا رسول اللہ! عمرؓ نے یہ یہ کہا، آپ نے فرمایا: تم نے کیا جواب دیا؟ انھوں نے ماجرا سنایا، آپ نے فرمایا کہ عمر کا حق مجھ پر تم سے زیادہ نہیں، عمر اور

---

(۱) صحیح بخاری کتاب العلم۔

ان کے ساتھیوں نے صرف ایک ہجرت کی اور تم لوگوں نے دو ہجرتیں کیں۔

اس واقعہ کا چرچا پھیلا تو مہاجرین حبش جوق در جوق اسماءؓ کے پاس آتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ان سے بار بار سنتے، حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ مہاجرین حبش کے لئے دنیا میں کوئی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے زیادہ مسرت انگیز نہ تھی۔(۱)

چونکہ عورتیں عموماً نازک طبع اور ضعیف القلب ہوتی ہیں، اس لئے آپ ان کی خاطرداری کا نہایت خیال رکھتے تھے۔

انجشہ نامی ایک حبشی غلام حدی خواں تھے، یعنی اونٹ کے آگے حدی پڑھتے جاتے تھے، ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہراتؓ ساتھ تھیں، انجشہ حدی پڑھتے جاتے تھے، اونٹ زیادہ تیز چلنے لگے تو آپ نے فرمایا "انجشہ دیکھنا شیشے (عورتیں) ٹوٹنے نہ پائیں"۔

حیوانات پر رحم

آپؐ حیوانات پر نہایت رحم فرماتے تھے، ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے عرب میں چلے آرہے تھے، موقوف کرادئے، اونٹ کے گلے میں قلادہ لٹکانے کا عام دستور تھا، اس کو روک دیا، زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا لوتھڑا کاٹ لیتے تھے، اور اس کو پکاکر کھاتے تھے، اس کو منع کر دیا، جانور کی دم اور ایال کاٹتے تھے اس کو بھی منع کر دیا اور فرمایا کہ دم ان کا مور چھل ہے اور ایال ان کا لحاف ہے، جانوروں کو دیر تک ساز میں باندھ کر کھڑا رکھنے کی بھی ممانعت کی، اور فرمایا کہ "جانوروں کی پیٹھوں کو اپنی نشست گاہ اور کرسی نہ بناؤ"، اسی طرح جانوروں کو باہم لڑانا بھی ناجائز بتایا، ایک بے رحمی کا دستور یہ تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ بناتے تھے، اور مشق تیراندازی کرتے تھے، اس سنگ دلی کی بھی قطعاً ممانعت کر دی۔(۲)

---

(۱) صحیح بخاری غزوۂ خیبر۔ (۲) یہ ساری روایتیں صحیح مسلم سے ماخوذ ہیں۔

ایک بار راستہ میں ایک اونٹ نظر سے گزرا جس کے پیٹ اور پیٹھ شدت گرسنگی سے ایک ہوگئے تھے، فرمایا "ان بے زبانوں کے متعلق خدا سے ڈرو، ایک دفعہ ایک انصاری کے باغ میں آپ تشریف لے گئے، ایک گرسنہ اونٹ نظر آیا، وہ آپ کو دیکھ کر بلبلایا، آپ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا، پھر لوگوں سے اس کے مالک کا نام پوچھا، معلوم ہوا کہ ایک انصاری کا ہے، ان سے آپ نے فرمایا کہ "اس جانور کے معاملہ میں تم خدا سے نہیں ڈرتے"۔(۱)

رحمت و محبت عام

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تمام دنیا کے لئے رحمت بن کر آئی تھی، اس امن کے شہنشاہ کو خداوند ازل نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے،

"**وما ارسلناک الا رحمۃً للعالمین**" (اے نبی ہم نے آپ کو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

"غرض! تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و عفو، مسامحت و درگزر کے سینکڑوں واقعات پڑھ چکے، نظر آیا ہوگا کہ اس خزانہ رحمت میں دوست و دشمن، کافر و مسلم، بوڑھے بچے، عورت مرد، آقا و غلام، انسان و حیوان، ہر ایک صنف ہستی برابر کی حصہ دار تھی"۔

ایک صاحب نے آپ سے کسی پر بد دعا کرنے کی درخواست کی تو غضب ناک ہوکر فرمایا، "میں دنیا میں لعنت کے لئے نہیں آیا ہوں، بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔(۲)

---

(۱) مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد باب رحمتہ اللہ۔(۲) ابو داؤد۔

آپ نے دنیا کو پیغام دیا:۔

" لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدا بروا وکونوا عباداللہ اخوانا "(۱)

(ایک دوسرے سے بغض و حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، اور اے خدا کے بندو! سب آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ)۔

ایک اور حدیث میں حکم فرمایا:۔

"أحب للناس ماتحب لنفسک تکن مسلما "(۲)

(لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو تو مسلم بنو گے)۔

رقیق القلبی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رحم دل اور رقیق القلب تھے، حضرت مالک بن حویرث ایک وفد کے رکن بن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے، ان کو بیس دن تک مجلس نبویؐ میں شرکت کا موقع ملا تھا، وہ فرماتے تھے:۔

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیما رقیقا "(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے)،

آپ کی صاحبزادی زینبؓ کا بچہ انتقال کرنے لگا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا، آپ تشریف لے گئے، چند صحابہؓ بھی ساتھ تھے، بچہ کو لوگ ہاتھ میں لے کر سامنے لائے، وہ دم توڑ رہا تھا، بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضرت سعد بن عبادہؓ کو تعجب ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا؟ فرمایا "خدا انھیں بندوں پر رحم کرتا ہے جو اوروں پر رحم کرتے ہیں"۔(۳)

مصعبؓ بن عمیر ایک صحابی تھے جو اسلام سے پہلے بہت ناز و نعمت میں پلے

(۱۔۳) صحیح بخاری باب الھجرۃ، باب المرضی۔(۲) جامع ترمذی باب الزھد۔

تھے، ان کے والدین نہایت عمدہ و بیش قیمت لباس ان کو پہناتے تھے، خدا نے ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہوگئے، یہ دیکھ کر کہ لڑکے نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر دیا ہے، والدین کی محبت دفعتہً عداوت میں بدل گئی، ایک دفعہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں اس حال میں آئے کہ وہ جسم جو حریر و قاقم میں ملبوس رہتا تھا، اس پر پیوند سے ایک کپڑا سالم نہ تھا، یہ پر درد منظر دیکھ کر آپ آبدیدہ ہوگئے۔(۱)

عیادت و تعزیت و غمخواری

بیماروں کی عیادت میں دوست و دشمن، مومن و کافر کسی کی تخصیص نہ تھی، سنن نسائی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت کا بہت اچھی طرح خیال رکھتے تھے، بخاری و ابو داؤد میں روایت ہے کہ ایک یہودی غلام مرض الموت میں بیمار ہوا تو آپ عیادت کو تشریف لے گئے۔(۲)

ایک دفعہ حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار ہوئے، آپ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، ان کو دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہوئی، اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے، آپ کو روتا دیکھ کر سب رو پڑے۔(۳)

لطفِ طبع

کبھی کبھی آپ ظرافت کی باتیں فرماتے، ایک دفعہ حضرت انسؓ کو پکارا تو فرمایا، "او دو کان والے"، اس میں یہ نکتہ بھی تھا کہ حضرت انسؓ نہایت اطاعت شعار تھے، اور ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے، حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی کا نام ابو عمیر تھا، وہ کمسن تھے، اور مولا پال رکھا

---

(۱) مسند دارمی و ترغیب و ترہیب بحوالہ ترمذی۔(۲) صحیح مسلم باب عیادۃ المشرک۔
(۳) صحیح بخاری۔

تھا، اتفاق سے وہ مر گیا، ابو عمیر کو بہت رنج ہوا، آپ نے ان کو غم زدہ دیکھا تو فرمایا "یاابا عمیر مافعل النغیر" (یعنی اے ابو عمیر! تمہارا مولا کیا ہوا؟)۔

ایک شخص نے خدمت اقدس میں آکر کہا کہ مجھ کو کوئی سواری عنایت ہو، ارشاد ہوا کہ میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا، انھوں نے کہا، "یارسول اللہؐ! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟" آپ نے فرمایا کہ "کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے، جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو"۔(۱)

اولاد سے محبت

اولاد سے نہایت محبت تھی، معمول تھا کہ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر میں فاطمہؓ کے پاس جاتے، اور سفر سے واپس آتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہؓ ہی ہوتیں، ایک دفعہ کسی غزوہ میں گئے، اسی اثناء میں حضرت فاطمہؓ نے دونوں صاحبزادوں حسنین رضی اللہ عنھما کے لئے چاندی کے کنگن بنوائے، اور دروازے پر پردے لٹکائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو خلاف معمول حضرت فاطمہؓ کے گھر نہیں گئے، وہ سمجھ گئیں، فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادوں کے ہاتھ سے کنگن اتار لئے، صاحبزادے روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے کنگن لے کر بازار میں بھیج دئے کہ ان کے بدلے ہاتھی دانت کے کنگن لادو۔

حضرت فاطمہؓ جب آپ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہوجاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست گاہ سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھاتے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے خاندان سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا، جس قدر آپ کرتے تھے، آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ عوالی

---

(۱) شمائل ترمذی۔

میں پرورش پاتے تھے، جو مدینہ سے تین چار میل ہے، ان کو دیکھنے کے لئے مدینہ سے پیادہ پاجاتے، گھر میں دھواں ہوتا رہتا تھا، گھر میں جاتے، بچہ کو انا کے ہاتھ سے لے لیتے، اور منہ چومتے، پھر مدینہ کو واپس آتے۔(۱)

حضرت حسنین رضی اللہ عنھما سے بے انتہا محبت تھی، فرماتے تھے کہ، یہ دونوں میرے گلدستے ہیں، حضرت فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ، میرے بچوں کو لانا، وہ صاحبزادوں کو لاتیں، آپ ان کو سونگھتے اور سینہ سے لپٹاتے۔(۲)

ایک دفعہ آپ کہیں دعوت میں جارہے تھے، امام حسینؓ راہ میں کھیل رہے تھے، آپ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلادئے، وہ ہنستے ہوئے پاس آآکر نکل جاتے تھے، بالآخر آپ نے ان کو پکڑلیا، ایک ہاتھ ان کی ٹھڈی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینہ سے لپٹا لیا، پھر فرمایا" حسین میرا ہے اور میں اس کا ہوں"

اکثر امام حسینؓ کو گود میں لیتے، اور ان کے منہ میں منہ ڈالتے اور فرماتے کہ "خدایا! میں اس کو چاہتا ہوں اور اس کو بھی چاہتا ہوں جو اس کو چاہے"۔(۳)

---

(۱) صحیح مسلم۔(۲) صحیح بخاری و مسلم۔(۳) یہ تمام روایتیں شمائل ترمذی میں مذکور ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازواجِ مطہرات
کے
ساتھ معاشرت

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

فہرستِ "ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ معاشرت"

(۱) معاشرت کے چند متاثر کن واقعات

(۲) ازواجِ مطہراتؓ کی خاطرداری

(۳) ازواجِ مطہراتؓ اور اہل و عیال کی سادہ زندگی

(۴) انتظام خانگی

(۵) اہل و عیال کے مصارف کا انتظام وغیرہ

ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ معاشرت

معاشرت کے چند متاثر کن واقعات

ازواجِ مطہراتؓ کی تعداد گیارہ تک پہنچی تھی، ان میں عام اصول فطرت کے موافق ہر مزاج اور ہر طبیعت کی عورتیں تھیں، باہم رشک اور منافست بھی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمیشہ فقر و فاقہ سے بسر کرتے تھے، ان کی خور و پوشش کا انتظام بھی خاطر خواہ نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے ان کو شکایت کا موقع ملتا تھا، ان تمام حالات کے باوجود آپ کی جبین خلق پر کبھی شکن نہیں پڑتی تھی۔

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ کو بے حد محبت تھی، جب وہ عقد نکاح میں آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ریعان شباب اور ان کے بڑھاپے کا آغاز تھا، تاہم آپ نے ان کی وفات تک کوئی شادی نہیں کی، وفات کے بعد بھی جب کبھی ان کا ذکر آجاتا، تو جوش محبت سے بے تاب ہو جاتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت عائشہؓ ازواج مطہراتؓ میں محبوب تر تھیں لیکن محبت کے اسباب وہ نہ تھے جو عام انسانوں میں پائے جاتے ہیں، حسن صورت میں حضرت صفیہؓ ان سے بڑھ کر تھیں اور کمسن بھی تھیں، - - ظاہری محاسن میں بھی دیگر ازواج ان سے کم نہ تھیں، لیکن حضرت عائشہؓ کی قابلیت، ذہانت، قوت اجتہاد، دقت نظر اور وسعت معلومات، ایسے اوصاف تھے، جو ان کی ترجیح کا اصلی سبب تھے۔

ایک دفعہ چند ازواج مطہراتؓ نے حضرت فاطمہ زہراؓ کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، جناب سیدہؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، دستور کے مطابق پہلے اذن طلب کیا، اجازت ملی تو سامنے آئیں، اور عرض کیا کہ ازواج مطہراتؓ نے مجھ کو وکیل بنا کر بھیجا ہے کہ آپ ابو بکر کی بیٹی کو ہم پر کیوں

ترجیح دیتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جان پدر! کیا تم اس کو نہیں چاہتیں، جس کو میں چاہتا ہوں"، جناب سیدہ کے لئے اتنا کافی تھا، واپس جاکر ازواج مطہرات سے کہا کہ میں اس معاملہ میں دخل نہ دوں گی۔

اب اس خدمت سفارت کے لئے حضرت زینبؓ منتخب کی گئیں، کیونکہ ازواج میں سے حضرت زینبؓ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ہمسری کا دعویٰ تھا، اس لئے وہی اس خدمت کے لئے زیادہ موزوں تھیں، انھوں نے یہ پیغام بڑی دلیری سے ادا کیا، اور بڑے زور کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہا، کہ حضرت عائشہؓ اس رتبہ کی مستحق نہیں ہیں، حضرت عائشہؓ چپ چاپ سن رہی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھتی جاتی تھیں، حضرت زینبؓ جب تقریر کر چکیں تو مرضی پاکر کھڑی ہوئیں، اور اس زور و شور کے ساتھ تقریر کی کہ حضرت زینبؓ لاجواب ہوکر رہ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہ ہو؟ ابو بکر کی بیٹی ہے۔

یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ بخاری اور دیگر احادیث کی کتابوں میں ہے، الفاظ روایت سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ دونوں فریق نے صرف نکتہ چینی اور ایک دوسرے کی کسر شان کی تھی، جیسا کہ عام طور پر سوکنیں باہم خانگی جھگڑوں میں کرتی ہیں، لیکن یہ کم نظری ہے، حقیقت یہ ہے کہ، حضرت عائشہؓ نے اپنی ترجیح کی وہ مسکت دلیلیں بیان کی ہوں گی، جن کا جواب سکوت کے سوا کچھ نہ ہو سکتا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شادی کرنے کے لئے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بناء پر ہوتا ہے، مال و منال، حسب و نسب، حسن و جمال اور دینداری، سو تم دیندار عورت تلاش کرو، (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کام

---

(۱) بخاری شریف کتاب النکاح۔

میں سب سے مقدم جو چیز پیش نظر ہوتی تھی، وہ دین ہوتا تھا، اس لئے ازواج مطہراتؓ میں بھی وہی زیادہ منظور نظر ہوتی تھیں، جن سے دین کی خدمت زیادہ ادا ہو سکتی تھی، ازواج مطہراتؓ کو باریابی کا زیادہ موقع ملتا تھا، وہ خلوت و جلوت کی شریک صحبت تھیں، اس لئے مذہبی احکام و مسائل کے علم و اطلاع کا بھی ان کو سب سے زیادہ موقع مل سکتا تھا، لیکن ساتھ ہی اس کی ضرورت تھی کہ مسائل کے سمجھنے اور نکات شریعت کی تہ تک پہنچنے کی قابلیت جس قدر جس کو زیادہ ہوتی، وہ اسی قدر زیادہ تمتع اٹھا سکتا تھا۔

حضرت عائشہؓ مجتہدانہ دل و دماغ رکھتی تھیں، اس لئے قرب صحبت سے اس قدر فائدہ اٹھا سکیں کہ بڑے بڑے نازک اور دقیق مسائل میں وہ اکابر صحابہ سے اختلاف کرتی تھیں، اور انصاف بالائے طاعت است، اکثر مسئلوں میں ان کی دقتِ نظر کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔(۱)

معمول تھا کہ ہر روز آپ تمام ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں (جو پاس پاس تھے) تشریف لے جاتے، ایک ایک کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہرتے، جب ان کا گھر آجاتا جن کی باری ہوتی تو شب کو وہیں قیام فرماتے، یہ ابو داؤد کی روایت ہے، زرقانی میں حضرت ام سلمہؓ کے حال میں لکھا ہے کہ عصر کا وقت ہوتا تھا، اور ابتدا، حضرت ام سلمہؓ سے ہوتی تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ جن کی باری ہوتی تھی انھیں کے گھر میں تمام ازواج مطہراتؓ آجاتی تھیں، اور دیر تک صحبت رہتی تھی، کچھ رات گئے، سب رخصت ہو جاتی تھیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو ازواج مطہراتؓ میں کبھی کبھی منافست کا اظہار ہوتا تھا، لیکن دل صاف تھے، اور باہم مل کر لطف صحبت

---

(۱) تفصیل دیکھو "سیرت عائشہ صدیقہؓ (اردو) از علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مسند عائشہؓ (عربی) از احقر محمد غوث ندوی۔

اٹھاتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت نے جس طرح ان آئینوں کو جلادی تھی اس کا اندازہ "افک" کے واقعہ سے ہو سکتا ہے، جس میں حضرت عائشہؓ کو منافقین نے متہم کیا تھا، اس سے بڑھ کر حریفوں کے لئے انتقام کا کیا موقع مل سکتا تھا، لیکن باوجود اس کے غیر متعلق لوگ تہمت لگانے میں آلودہ ہوگئے تھے تاہم ازواج مطہراتؓ کا دامن صاف رہا، حضرت عائشہؓ کی بڑی حریف حضرت زینبؓ تھیں، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے استفسار فرمایا تو انھوں نے کانوں پر ہاتھ رکھا کہ حاشا یہ محض تہمت ہے۔

حضرت عائشہؓ جب واقعہ افک کا ذکر کرتی تھیں تو ہمیشہ حضرت زینبؓ کی پاک باطنی پر شکر گزاری ظاہر کرتی تھیں، چنانچہ بخاری کی متعدد روایتوں میں تفصیلاً مذکور ہے،

ازواج مطہرات کی خاطرداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ازواج مطہراتؓ کی خاطرداری فرماتے، اور ان کی نازک مزاجیاں برداشت کرتے تھے، اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوگا،۔

ایک دفعہ ازواج مطہراتؓ سفر میں تھیں، ساربان اونٹ تیز ہانکنے لگے، آپ نے فرمایا "دیکھنا یہ آبگینے (شیشے) ہیں" اونٹ کو ذرا آہستہ ہانکنا،۔

حضرت صفیہؓ کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں، ایک دن انھوں نے کھانا پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، آپ اس وقت حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، حضرت عائشہؓ نے خادم کے ہاتھ سے پیالہ چھین کر زمین پر دے مارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے چن چن کر یکجا کئے اور ان کو جوڑا، پھر دوسرا پیالہ منگوا کر واپس کیا۔

بخاری میں یہ روایت کتاب النکاح کے ذیل میں ہے، لیکن ازواج مطہرات کے نام نہیں، نسائی میں نام کی تصریح ہے، لیکن روایت میں کسی قدر اختلاف ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برہم ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں، اتفاقاً حضرت ابو بکر صدیقؓ آگئے، اور حضرت عائشہؓ کو پکڑ کر تھپڑ مارنا چاہا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا کر بولتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں آگئے (یعنی حضرت عائشہؓ کے آڑے آگئے)، حضرت ابو بکرؓ غصہ میں بھرے ہوئے باہر چلے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا: کیوں؟ کس طرح تم کو بچالیا، چند روز بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو وہ حالت بدل چکی تھی، بولے کہ مجھ کو بھی صلح میں شریک کیجئے، جیسا کہ اس موقع پر میں نے جنگ میں شرکت کی تھی، آپ نے فرمایا "ہاں، اور ہاں"۔(ابو داؤد۔الادب)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ "تو مجھ سے جب ناراض ہوتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں، بولیں: کیونکر؟ ارشاد ہوا کہ "جب تو خوش رہتی ہے، اور کسی بات پر قسم کھاتی ہے تو یوں قسم کھاتی ہے "محمد کے خدا کی قسم" اور جب ناراض ہو جاتی ہے تو کہتی ہے، "ابراھیم کے خدا کی قسم" حضرت عائشہؓ نے کہا "ہاں یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں"۔(۱)

حضرت عائشہؓ شادی کے وقت بہت کم سن تھیں، اور لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتفاقاً آجاتے تو لڑکیاں بھاگ جاتیں، آپ ان کو بلا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کرتے۔(۲)

حبشی ایک چھوٹا سا نیزہ رکھتے ہیں جس کو حراب کہتے ہیں، اور جس طرح

---

(۱) صحیح مسلم۔(۲) صحیح بخاری و مسلم۔

ہمارے ملک ہندوستان میں پیڑ ہلاتے ہیں، حبشی اس سے کھیلتے ہیں، ایک دفعہ عید کے دن حبشی یہ تماشا دکھا رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے اس کھیل کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہؓ دوش مبارک پر رخسارے رکھ کر تماشا دیکھنے لگیں، اور دیر تک دیکھتی رہیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: کیوں ابھی تک تم سیر نہیں ہوئیں؟ بولیں: نہیں، آپؐ چپ رہے یہاں تک کہ خود تھک کر ہٹ گئیں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ گڑیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے، گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا، جس کے پر بھی تھے آپؐ نے فرمایا، یہ کیا ہے؟ بولیں کہ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے پر بھی تھے، آپ نے تبسم فرمایا، (۱)

عوام میں مشہور ہے کہ پہلے گھوڑوں کے پر ہوتے تھے، حضرت سلیمانؑ نے اس بناء پر کہ گھوڑوں کی سیر میں ان کی نماز قضا ہو گئی تھی، پر کٹوا دئے، اس وقت سے پر جاتے ہے، لیکن نشان اب بھی باقی ہے، حضرت عائشہؓ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ "آؤ تیز قدمی میں مقابلہ کریں"، حضرت عائشہؓ اس وقت دبلی پتلی تھیں، آگے نکل گئیں، جب سن زیادہ ہوا، اور پر اندام ہو گئیں، تو پھر مسابقت کی نوبت آئی، اب کے وہ پیچھے رہ گئیں، آپ نے فرمایا "یہ اس دن کا جواب ہے"، (۲)

ازواج مطہراتؓ اور اہل و عیال کی سادہ زندگی

انسان بذات خود فاقہ کشی کر سکتا ہے، سخت سے سخت تکلیفیں اٹھا سکتا ہے،

---

(۱) ابو داود کتاب الأدب (۲) ابو داود

زخارف دنیوی کو کلیۃً چھوڑ سکتا ہے، لیکن وہ اپنے اعزہ و اقربا، بالخصوص عزیزترین اولاد کو اس قسم کی سادہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے راہبانہ زندگی بسر کی ہے، انھوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ اہل و عیال کے جھگڑوں سے الگ رکھا ہے، دنیا کی مذہبی تاریخ میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کلیہ کی ایک مستثنیٰ مثال ہے، آپ کی گیارہ بیبیاں تھیں، جن میں بعض ناز و نعمت میں پلی تھیں، اکثر معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے ان کا قدرتی میلان غذاہائے لطیفہ اور لباس ہائے فاخرہ کی طرف ہو سکتا تھا، متعدد صغیرالسن بچے تھے، جن کو کھانے پہننے کی ہر خوشگوار اور خوشنما چیز اپنی طرف مائل کر سکتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ اوپر کے واقعات سے معلوم ہوا ہوگا، اعزہ، اولاد، اور ازواج مطہراتؓ کے ساتھ سخت محبت تھی، آپ نے رہبانیت کا بھی قلع قمع کر دیا تھا، اور فتوحات کی کثرت مدنیہ میں مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھی، لیکن بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کی طرح ان کو بھی زخارف دنیوی کا خوگر نہیں بنایا، بلکہ ہر موقع پر روک ٹوک کی، اس بناء پر آپ کے تمام خاندان کی زندگی آپ کے اسوۂ حسنہ کا اعلیٰ ترین مظہر بن گئی۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپؐ کی محبوب ترین اولاد تھیں، لیکن انھوں نے آپ کی محبت سے کوئی دنیوی فائدہ نہیں اٹھایا، ان کی عام زندگی یہ تھی کہ اس قدر چکی پیستی تھیں کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، بار بار مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گٹھے پڑ گئے تھے، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے ہو جاتے تھے، چولھے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے، لیکن بایں ہمہ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لئے ایک لونڈی مانگی، اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ یہ فقراء و یتامیٰ کا حق ہے۔

ایک دفعہ آپ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے، دیکھا کہ انھوں نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں، اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔(۱)

صرف یہی نہیں کہ خود عام طریقہ۔ اظہار محبت کے خلاف ان کو آرائش یا زیب و زینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے، بلکہ اس قسم کی جو چیزیں ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھیں، ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ان کو سونے کا ایک ہار دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا، کیوں فاطمہؓ! کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ رسولؐ اللہ کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے، چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔(۲)

ایک دفعہ آپؐ کسی غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہؓ نے بطور خیر مقدم گھر کے دروازوں پر پردہ لگایا، اور امام حسنؓ و امام حسینؓ کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے تو اس دنیوی ساز و سامان کو دیکھ کر واپس ہو گئے، حضرت فاطمہؓ کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا، اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے، بچے آپؐ کی خدمت اقدس میں روتے ہوئے آئے، آپ نے فرمایا" یہ میرے اہل بیت ہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ زخارف دنیا سے آلودہ ہوں، اس کے بدلے فاطمہؓ کے لئے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ"(۳)

ازواج مطہراتؓ کے ساتھ آپ کو جو محبت تھی، اس کا اظہار کبھی دنیادارانہ طریقہ سے نہیں ہوتا تھا، چنانچہ ازواج مطہراتؓ نے جب اچھے کھانے اور اچھے لباس کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ان سے ایلاء کر لیا۔

---

(۱) ابو داؤد۔(۲) ابو داؤد و نسائی۔(۳) نسائی شریف کتاب الزینہ۔

تمام ازواج مطہراتؓ میں آپؐ کو حضرت عائشہؓ سے زیادہ محبت تھی، لیکن یہ محبت رنگین لباسوں اور سنہرے زیوروں کی صورت میں بھی نہیں ظاہر ہوئی، تمام بیبیوں کا جو لباس تھا، وہی حضرت عائشہؓ کا تھا، چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں:۔

"ماکان لاحدنا الاثوب واحد"۔(۱)

(ہم تمام کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا)۔

اگر کبھی اس کے خلاف ان کے بدن پر دنیوی آرائش کے ساز و سامان نظر آتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرماتے، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے سونے کے کنگن (مسکہ) پہنے تھے، تو آپ نے فرمایا "اگر ورس کے کنگن زعفران سے رنگ کر پہنتیں تو بہتر ہوتا"۔

تمام اہل و عیال و خانوادۂ نبوت کو ممانعت تھی کہ، وہ پرتکلف و ریشمی لباس اور سونے کے زیور استعمال کریں، آپ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم کو اس کی تمنا ہے کہ یہ چیزیں جنت میں ملیں گی تو دنیا میں ان کے پہننے سے پرہیز کرو۔(۲)

انتظام خانگی

اگرچہ ازواج مطہراتؓ کی تعداد ایک زمانے میں گیارہ تک پہنچ گئی تھی، اور اس وجہ سے خانہ داری کے بہت سے بکھیڑے تھے تاہم آپ کو خود بہ نفس نفیس ان چیزوں سے سروکار نہ تھا، اپنی ذات کی نسبت تو التزام تھا کہ جو کچھ آتا دن کے دن صرف ہو جاتا، یہاں تک کہ اگر دے دلا کر کچھ باقی رہ جاتا تو آپ اس وقت تک گھر میں نہ جاتے، جب تک وہ بھی کار خیر میں صرف نہ ہو جاتا، لیکن ازواج مطہراتؓ اور مہمانوں کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام حضرت بلالؓ کے ذمہ تھا، ابو داؤد میں عبداللہ

(۱۔۲) صحیح بخاری شریف۔

ہوزنی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی انتظام کا کیا حال تھا؟ انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کاروبار میرے سپرد تھا، اور آغاز سے اخیر زمانہ، وفات تک میرے ہاتھ میں رہا، معمول تھا کہ جب کوئی نادار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو مجھ کو ارشاد ہوتا، میں جاکر کہیں سے قرض لاتا اور اس کے کھانے کپڑے کا انتظام کر دیتا۔(۱)

اہل و عیال کے مصارف کا انتظام وغیرہ

ازواج مطہراتؓ کے لئے یہ انتظام تھا کہ بنو نضیر کے نخلستان میں ان کا حصہ مقرر کر دیا گیا تھا، وہ فروخت کر دیا جاتا، جو سال بھر کے مصارف کے لئے کافی ہوتا۔ (۲)

خیبر فتح ہوا تو ازواج مطہراتؓ کے لئے فی کس اسی (۸۰) وسق کھجور، اور بیس (۲۰) وسق جو، سالانہ مقرر ہو گیا، (وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے)، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض ازواج مطہراتؓ نے جن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، پیداوار کے بدلے میں زمین لے لی۔(۳)

○○○○○

---

(۱) صحیح بخاری و مسلم (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح بخاری۔ باب المزارعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کا
فیضِ عام

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضِ عام

"یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم"

قارئین کرام! آپ نے کتاب اخلاق کا ایک ایک صفحہ پڑھ لیا، اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کی اخلاقی ہدایت کا ایک ایک حرف آپ کی نظر کے سامنے آگیا، آپ نے دیکھا کہ اسلام کا فلسفۂ اخلاق کتنا مکمل، اس کی تعلیم کتنی کامل، اس کی تہذیب و تمدن کے اصول کتنے اعلیٰ اور اس کی اخلاقی تربیت کے نظریے کتنے بلند ہیں، اور یہ سب کچھ ایک نبی امی علیہ الصلاۃ والسلام کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا ہے، اگر حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی صداقت کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی ایک چیز کافی تھی کہ جس بلندی تک حکمائے زمانہ، فلاسفۂ روزگار اور قوموں کے معلم پہنچنے سے عاجز رہے، معلم امی لقبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسانی تعلیم کے سہارے کے بغیر وہاں تک پہنچ گئے۔

اگرچہ یہ بات خود بھی اپنی جگہ پر بہت بڑی ہے، لیکن اس سے بھی بڑی یہ بات ہے کہ اس قوم کو جو تہذیب و تمدن سے ناآشنا، اخلاق عالیہ سے بیگانہ اور سلیقہ و شعور سے عاری تھی، نہ صرف اخلاق و تمدن کے ایسے بلند حکیمانہ اصول اور نظریے سکھائے، بلکہ اپنی تعلیم و تربیت کے صیقل سے ان میں ایسی جلا پیدا کر دی کہ دنیا ان کے اخلاقی جلووں کو دیکھ کر ششدر رہ گئی، اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی وہ دعا قبول ہوئی، یا یہ کہئے کہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی، جو اسماعیلی نسل کے خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لئے کی گئی تھی۔

"یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم"

"یعنی ایسا نبی جو ان امیوں کو اللہ کے احکام اور اخلاق و حکمت سکھلائے اور ان کو اپنی تعلیم و تربیت سے پاک و صاف کر کے نکھار دے"

یہ نکھارنے والا آیا، اور نکھار کر دنیا کو پربہار بنا گیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر !

طالبِ رحمت
گدائے بے نوا

محمد غوث ندوی

۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
مطابق ۴/ اگست ۱۹۹۸ء
دارالعلوم الاسلامیۃ بامریکا
کیلیفورنیا۔ امریکا

OOOOO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تتمہ

سیرتِ شہنشاہِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم

(جلد دوم)

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد

اللہ اللہ بولنا آتائے کسے (۱)
اللہ اللہ بولنے سے رب دی سے (۲)
" یار " میرا عجب رنگیلا ہے
ساتھ سب کے ہے (۳) پر اکیلا ہے

○○○○○

چھپایا دامن رحمت نے جب بھی ندوی کو (۴)
گناہگاروں میں چھپ چھپ کے بے گناہ ملے

نعت

عرش سے نور چلا ، باب حرم تک پہنچا
سلسلہ میرے گناہوں کا کرم تک پہنچا
ان کی معراج کہ وہ عرش بریں تک پہنچے
میری معراج کہ میں ان کے قدم تک پہنچا

---

(۱) کس کو آتا ہے (۲) دکھے (۳) " وھو معکم أینما کنتم " (۴) احقر محمد غوث ندوی غفرلہ ۔

نکل کر چاند نے غارِ حرا سے
کیا اطرافِ عالم میں اجالا

○○○○○

اے کون بسا دیدۂ و دل میں ترے حافظؔ
ہر دم تجھے حاصل ہے جو دیدارِ محمدؐ

○○○○○

السلام اے صاحبِ لولاک ختم المرسلین
مرحبا صد مرحبا اے رحمۃ للعالمین

○○○○○

مہر رسالت، مہر جلالت، عین عدالت، خضر دلالت
اے بکمالت، ناطقہ ابکم، صلی اللہ علیہ وسلم

○○○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے شریفہ کا ذکر (قرآنِ مجید میں)

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے شریفہ کا ذکر
(قرآنِ مجید میں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے ایک ایک عضو مبارک کا ذکر فرمایا:۔

آپ کے چہرۂ انور کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاھا"

(بقرہ ۔ ۱۴۴)

("اے نبیؐ! یہ "تمہارے چہرہ" کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں، لو ہم اسی قبلہ (کعبۃ اللہ شریف) کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو")۔

ہوا کعبہ قبلہ تو حکمِ خدا سے
سبب حکم کا ہے ادائے محمدؐ

آپ کی آنکھوں کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:۔

"ولا تمدن عینیک الیٰ ما متعنا بہ زھرۃ الحیوٰۃ الدنیا"

(طٰہٰ ۔ ۱۳۱)۔

(آپ "اپنی نگاہ" اٹھا کر بھی نہ دیکھو اس دنیوی شان و شوکت کی طرف)۔

آپ کی زبان مبارک کے بارے میں ارشاد رب العالمین ہے:۔

"فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ" (مریم ۹۷)۔

(پس اے نبیؐ! اس کلام کو ہم نے آسان کر کے "تمہاری زبان" میں، اس لئے نازل کیا کہ آپ پرہیزگاروں کو خوشخبری دے دو)۔

آپ کے ہاتھ اور گردن کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط"

(بنی اسرائیل۔۲۹)

(اے نبیؐ! نہ آپ "اپنا ہاتھ" "اپنی گردن" سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو")۔

آپ کے سینہ اور پشت کا ذکر اللہ رب العزت نے اس طرح کیا ہے:۔

"ألم نشرح لک صدرک 0 و وضعنا عنک وزرک 0 الذی أنقض ظھرک 0" (الشراح)

اے نبیؐ! کیا ہم نے "تمہارا سینہ" تمہارے لئے کھول نہیں دیا، اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا، جو "تمہاری کمر" توڑے ڈال رہا تھا)۔

آپ کے قلب مبارک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:۔

"و انہ لتنزیل رب العٰلمین 0 نزل بہ الروح الأمین 0 علیٰ قلبک لتکون من المنذرین 0 (شعراء۔۱۹۲-۱۹۴)

(یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے، اسے لے کر "تیرے دل" پر امانت دار روح اتری، تاکہ تو لوگوں کو متنبہ کرنے والوں میں شامل ہو)۔

آنحضرتؐ کے اعضائے شریفہ کے علاوہ آپؐ کی بعض دیگر خصوصیات کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے:

آپ کی عمر مبارک کی قسم اللہ تعالیٰ نے اس طرح کھائی ہے:۔

"لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون" (حجر-۷۲)۔

("آپ کی عمر کی قسم! اے نبیؐ! بے شک ان پر ایک نشہ سا چڑھا ہوا تھا، جس میں وہ آپے سے باہر ہوئے جا رہے تھے)۔

آپ کے ذکر مبارک کی بلندی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:۔

"ورفعنا لک ذکرک" (انشراح)۔

(اے نبیؐ! ہم نے تمہاری خاطر "تمہارے ذکر" کا آوازہ بلند کر دیا)۔

آپ کی رسالت کی، صداقت کی قسم اس طرح اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے:۔

یٰس 0 والقرآن الحکیم 0 انک لمن المرسلین 0 (یٰس)

(یٰس، قسم ہے قرآن حکیم کی کہ آپ بیشک "رسولوں" میں سے ہو)۔

آپ کے اخلاق عالیہ و اوصاف حمیدہ کا ذکر اللہ رب العزت نے اس طرح فرمایا ہے:۔

"انک لعلیٰ خلق عظیم" (قلم- ۴)۔

(اے نبیؐ! بے شک آپ "اخلاق کے بلند مرتبہ" پر فائز ہو)۔

آپ کی رحمۃ للعالمینی کا ذکر رب العٰلمین نے اس طرح فرمایا ہے:۔

"وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین" (الانبیاء-۱۰۷)۔

(اے نبیؐ! ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں، کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
مخلوقاتِ عالم کے لئے "سراجِ منیر" ہیں

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم
مخلوقاتِ عالم کے لئے "سراجِ منیر" ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

یاأیھا النبی انا أرسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا وٗداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ٗ (احزاب۔۴۵-۴۶)۔

(اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت والا بنا کر، اور "سراج منیر" (روشن چراغ) بنا کر۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان اور سورۂ نوح میں آفتاب دنیا کو "سراجاً" اور سورۂ نبا میں "سراجاً وھاجاً" فرمایا ہے، مگر "سراجاً منیراً" ایسا لفظ ہے، جس کا استعمال ذات پاک نبویؐ کے سوا کسی کے لئے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بڑا درجہ ہے، کیونکہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا وہ قبلہ، اعظم ہے، جس کا طواف ان اجرام پر ضروری ہے، اور اس دنیا کا بھی یہی نیرا کبر ہے۔

لیکن خداوند کریم، عالم روحانی کے نیرا عظم کو اپنے نور (قرآن مجید) (۱) میں

---

(۱) قرآن مجید کا ایک نام نور بھی ہے۔

دکھاتا ہے ، اور سیدنا ومولانا محمد رسول اللہؐ کو " سراجاً منیراً " کے عظیم خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرۂ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے ، لیکن اس " سراج منیر " نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی ، کفر و شرک کی سیاہی ، رسوم کے اندھیر ، رواج کی گھٹا ، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھاکر دلوں کو نور ایمان سے ، دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے ، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے ، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے ، تاریک ظنون کو براہین قاطعہ سے روشن فرمادیا ، اسی روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا ، اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی ، وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے ، اب خود " آسمان کے ستارے " **"أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم امتدیتم "** ثابت ہوئے ، وہ جو راہ و راہنما گم کردہ تھے ، خود اب خضر راہ بن گئے۔

اس طرح خورشید ہے روئے نبیؐ کے روبرو
جس طرح بے نور آتا ہے نظر دن کا چراغ

OOOOO

کمال خلق سے اپنے سنوارا بزم قدرت کو
عجب انداز سے وہ رونقِ ارض و سما آئے

OOOOO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کا پر اسرار منظر

از

طالبِ رحمت

محمد غوثؔ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پر اسرار منظر"

سورۂ اسراء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے معراج کے روحانی مناظر کا بیان صرف دو لفظوں میں ختم کر دیا ہے:۔

"لنریہ من آیاتنا" (اسراء) (ہم نے اپنے بندہ کو یہ سیر اس لئے کرائی کہ ہم اپنی کچھ نشانیاں اس کو دکھائیں)۔

"یہ نشانیاں" کیا تھیں؟ کیا ان کی تفصیل کے لئے عاجز و درماندہ انسان کی زبان میں کچھ الفاظ ہیں؟ ہاں ہیں! مگر ناتمام، ہماری فہم، ہمارا علم، ہمارا خیال، ہمارا قیاس، غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے، اس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور ہمارے تعقلات سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اور ہمارے ذخیرۂ لغت میں صرف انھیں کے لئے کچھ الفاظ ہیں، اس بناء پر، وہ معانی جو نہ عام محسوسات انسانی کی حدود میں داخل ہیں، اور نہ تعقل و تصور کے احاطہ کے اندر ہیں، وہ الفاظ و کلمات میں کیونکر سما سکتے ہیں؟ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے کمال قدرت سے ان کو حروف و کلمات کا جامہ پہنا بھی دے تو دماغ انسانی ان کے فہم و تحمل کی قدرت کہاں سے لائے گا؟۔

"وما أوتیتم من العلم الا قلیلا" (اسراء) (اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا سا حصہ عطا کیا گیا ہے)۔

اسی لئے سورۂ والنجم میں جہاں ان اسرار کے چہرہ سے کچھ پردہ ہٹایا گیا ہے، ایسی تفصیل ہے جو تمامتر اجمال ہے، اور ایسی توضیح ہے جو سرتاپا ابہام ہے، دو دو لفظ کے

فقرے ہیں، ضمیریں محذوف ہیں، فاعل کا ذکر ہے تو مفعول نہیں، مفعول بیان ہوا ہے تو فاعل نہیں، متعلقات فعل کی تشریح نہیں، ضمائر کے مرجعوں کی تعیین نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اس مقام کا مقتضا یہی ہے۔

"عبارت از سخنداں ہم نہ گنجد"

سورۂ والنجم کے پہلے رکوع میں ارشاد خداوندی ہے:۔

"قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارا رفیق (محمدؐ) نہ تو بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے، اور نہ وہ باتیں اپنے دل سے بنا کر کہتا ہے، بلکہ وہ تو وہی کہتا ہے جو اس کو بتایا جاتا ہے، اس کو تو بڑی طاقتوں والا اور بڑی عقل والا تعلیم دیتا ہے، وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا، پھر قریب آیا، اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا، یا اس سے بھی کم، پھر اس کے بندے سے جو باتیں کیں، دل نے جو دیکھا اس نے جھوٹ نہیں بیان کیا، اے لوگو! کیا وہ جو دیکھتا ہے، اس پر تم اس سے نزاع اور مناظرہ کرتے ہو، اس نے یقیناً دوبارہ اس کو اترتے دیکھا، انتہا کے درخت (سدرۃ المنتہیٰ) کے پاس، جس کے قریب (نیک بندوں کے) رہنے کی بہشت ہے، جب بیری کے درخت پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، نہ نظر بہکی نہ اچٹی، اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔ (سورۂ والنجم)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج کے روحانی مشاہدات و مناظر اور ملکوتی آیات و مظاہر کا قریش سے تذکرہ کیا، تو انھوں نے کہا کہ یہ راہ حق سے دیدہ و دانستہ (غوایت) یا نادانستہ (ضلالت) بھٹک گیا ہے، یا اپنے دل سے بنا کر یہ جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے، یہ انھوں نے کیوں کہا؟ اس لئے کہا کہ روحانی جلووں کے دیکھنے کی ان کے پاس آنکھیں نہ تھیں، صوت سرمدی کے سننے کی ان کے کانوں میں طاقت نہ تھی، اسرار ملکوتی کے سمجھنے کے لئے ان کے سینوں میں دل نہ تھے، خدا نے کہا، یہ جو کچھ تھا، اور جو کچھ معلوم ہوا، یہ بڑی طاقت و قدرت اور علم و عقل والی ہستی کی

جلوہ انگیزیاں تھیں، وہ کبھی اتنا دور تھا کہ آسمان کے کناروں میں نظر آیا، اور کبھی اتنا قریب کہ دو کمانوں کے فاصلہ تک آکر رہ گیا، کیا خدا؟ نہیں! کیا جلوۂ خدا؟ شاید، کس نے باتیں کیں؟ معلوم نہیں، کیا باتیں کیں؟ بتائیں نہیں، سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ انسانی فہم و ادراک کی اخیر سرحد پر ایک درخت!، کیا اس کو شئون و صفات الہیٰ کی نیرنگی نے ڈھانک لیا(۱)؟ کیا انسانی فہم و ادراک کی اخیر سرحد کا درخت صرف شئون و صفات کی نیرنگی کا مظہر ہے؟ کیا یہاں پہنچ کر کون و مکاں اور وجوب و امکاں کا عقدۂ مشکل حل ہو گیا؟ کیا دل بھی دیکھتا ہے؟ حضورؐ نے دل کی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ دیدۂ چشم سے کیا نظر آیا؟ آپ کو اس سفر میں آیات ربانی دکھائی گئیں، کیا یہ مشاہدۂ قلب تھا یا معائنہ چشم؟

"راز ایں پردہ نہاں است و نہاں خواہد بود"

ان کی معراج کہ وہ عرش بریں تک پہنچے
میری معراج کہ میں ان کے قدم تک پہنچا

ٹھہر کے معراج کے سفر میں، کہا یہ جبریل نے نبیؐ سے
مری رسائی کی حد یہی ہے، اب اس کے آگے حضور جائیں

OOOOO

ترے محبوب کا رتبہ خدایا
سمجھ میں "ادن منی" ہی سے آیا
کسی کی خواہشوں پر "لن ترانی"
کسی کو یوں قریب اپنے بلایا

---

(۱) بخاری شریف میں ہے "فغشّٰھا من أمر اللہ ما غشّٰی" یعنی جلوۂ الہیٰ اس پر چھایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"دلائل و معجزات"

از

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"دلائل و معجزات"

"ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات" (مائدہ۔)

(اور ہمارے پیغمبر لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا کئے)۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو مافوق العادہ کیفیات اور اعمال صادر ہوتے ہیں، ان کے لئے عام طور پر معجزہ کا لفظ بولا جاتا ہے، لیکن یہ اصطلاح، کئی حیثیتوں سے صحیح نہیں، اول تو اس لئے کہ قرآن مجید اور احادیث میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا ہے، بلکہ اس کی جگہ آیت (نشانی) اور برہان (دلیل) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، جو اپنے مفہوم کو نہایت خوبی سے ظاہر کرتے ہیں، قدیم محدثین نے ان کی جگہ دلائل اور علامات کے الفاظ استعمال کئے ہیں، جو الفاظ قرآنی کے ہم معنی ہیں۔

دوسرے یہ کہ عام استعمال کی بناء پر لفظ "معجزہ" کے ساتھ کچھ خاص لوازم ذہنی پیدا ہوگئے ہیں، جو حقیقت میں صحیح نہیں ہیں، مثلاً اس لفظ سے عوام میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ وہ خود پیغمبر کا فعل ہوتا ہے، جس کا صدور خاص اس کے اعضاء و جوارح سے ہوتا ہے، اور یہ کہ اس لفظ کے سبب سے اس کا معجزہ ہونا گویا اس کی حقیقت میں داخل ہوگیا ہے، حالانکہ یہ دونوں خیال غلط ہیں، ان وجوہ کی بناء پر صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ہم یہاں لفظ "معجزہ" کے لئے قرآن کی اصطلاح "آیت" و "برہان" اور محدثین کی اصطلاح علامات و دلائل کو اختیار کریں، تاکہ ہمارا مفہوم زیادہ صحیح طریقہ سے اور زیادہ وسیع طور سے ادا ہوسکے، لیکن چونکہ ہماری زبان پر معجزہ کا لفظ عام طور پر چل گیا ہے، اس لئے اس کو بیک قلم ترک بھی نہیں کیا جاسکتا۔

دلائل و معجزات کا تعلق اس عالم سے ہے، جو ہمارے اس مادی عالم اور اس

کے مادی قوانین کے حدود سے باہر ہے، جس طرح ہماری یہ مادی دنیا ایک نظام خاص پر چل رہی ہے، مثلاً رات کے بعد دن نمودار ہوتا ہے، خزاں کے بعد بہار آتی ہے، ستارے غروب ہوتے ہیں تو آفتاب نکلتا ہے، گرمی جاتی ہے تو جاڑے آتے ہیں، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہیں، درخت اپنے موسم میں پھلتے ہیں، ستارے اپنے معین اوقات پر ڈوبتے ہیں اور نکلتے ہیں، اسی طرح روحانی عالم بھی اپنا ایک خاص نظام رکھتا ہے، اس کا بھی ایک آسمان و زمین ہے، وہاں بھی تاریکی اور روشنی ہے، خزاں اور بہار ہے، فصل اور موسم ہے

آسمانہاست در ولایت جاں
کار فرمائے آسمان جہاں

جب روئے زمین پر گناہوں کی تاریکی اور برائیوں کی ظلمت محیط ہوجاتی ہے، تو صبح کاذب کا ہوتا ہے، اور آفتاب ہدایت نمودار ہوتا ہے، باغ عالم میں جب برائیوں کی خزاں چھا جاتی ہے تو موسم بدلتا ہے، اور بہار نبوت رونق افزا ہوتی ہے۔ اور جس طرح زمین، آسمان، چاند و سورج، پھل اور پھول کے خاص خاص قوانین فطرت ہیں، جن میں عموماً تغیر نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا کی رشد و ہدایت، عذاب و رحمت، نبوت و رسالت کے خاص خاص اصول و قواعد ہیں، جن میں تغیر راہ نہیں پاتا، انبیاء و رسل اپنے اپنے وقت پر مبعوث ہوکر قوموں کو دعوت دیتے ہیں، قومیں ان کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہیں، منکرین ہلاک اور مومنین کامیاب ہوتے ہیں، اس روحانی جہاد میں انبیاء و رسل سے، ہمارے علم و دانش سے بالاتر اعمال صادر ہوتے ہیں، اور ان سے عجیب عجیب خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں، اسی کو ہم دلائل و معجزات کہتے ہیں۔

جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پراسرار مخفی قوت ہمارے جسم خاکی پر حکمراں ہے، اور ہمارے تمام اعضاء و جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں، اسی طرح "نبوت" کی روح اعظم، اذن الٰہی سے سارے

عِلم جسمانی پر حکمراں ہوجاتی ہے، اور روحانی دنیا کے سنن و اصول، عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں، اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے، سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اس کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہوجاتا ہے، اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند خشک روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں، اس کی انگلیوں سے پانی کی نہریں بہتی ہیں، اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہوجاتے ہیں، اور مردے جی اٹھتے ہیں، وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر دیتا ہے، کوہ و صحرا، بحر و بر، جاندار و بے جان بحکم الہیٰ اس کے آگے سرنگوں ہوجاتے ہیں، مگر بایں ہمہ وہ بندہ اور بشر ہوتا ہے، اور اس سے یہ جو کچھ عجائب قدرت ظاہر ہوتے ہیں، وہ اس کا نہیں بلکہ اس کے "رب" کا فعل ہوتا ہے، اور اسی کی مشیت اور قدرت سے پیغمبر کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں، اور اسی کو ہم دلائل و معجزات کہتے ہیں۔

دلائل و براہین کا تعلق انبیاء کی سیرتوں سے

قرآن مجید میں اور دیگر صحف آسمانی میں انبیائے سابقین علیہم السلام کے جو قصص اور واقعات مذکور ہیں، ان میں ان کے روحانی حالات و کیفیات یعنی دلائل و براہین اور آیات بینات کا ذکر نہایت موثر اور عبرت انگیز طریقہ سے کیا گیا ہے، سیر ملکوت، مکالمہ الہیٰ، رؤیت ملائکہ، رؤیائے صادقہ، استجابت دعا، طوفان نوح، آتش خلیلؑ، عصائے موسیٰؑ، نفس عیسیٰؑ اور اس قسم کے اور بھی بہت سی کیفیات و حالات کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے عواقب و نتائج نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے ہر زمانہ میں ان چیزوں، یعنی "دلائل و براہین" کو خاص تعلق رہا ہے، اور اس وجہ سے وہ ان کے واقعات زندگی کا جزو لاینفک ہوگئے ہیں۔

دلائل وآیات کا تعلق سیرت محمدیؐ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعاتِ زندگی کا خلاصہ، ان کی تعلیمات کا عطر، اور ان کے حالات و مشاہدات کا برزخ ہے، آپ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لے کر مبعوث ہوئے تھے، اس لئے آپ نے ایک ہی خطاب کے ساتھ ان تمام لوگوں کو مخاطب فرمایا، جن کو طوفان نوحؑ دفعتہً بہالے گیا تھا، جن کو دریائے قلزم کی نہریں نگل چکی تھیں، جن کو نفس عیسیٰؑ نے دوبارہ زندہ کر دیا تھا، اور ان سب سے بڑھ کر آپ کا مخاطب ایک گروہ اور بھی تھا، جو ان چیزوں کو صرف عجائب پرستی کی نگاہ سے نہیں، بلکہ ژرف نگاہی سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، اس بناء پر جس چشمہ فیض نے اسباط موسیٰؑ کو سیراب کیا تھا، وہ تشنہ کامانِ روحانیت سے کیونکر بے پرواہو سکتا تھا، چنانچہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنادیا، جو علیٰ قدر مراتب ہر طبقہ، ہر فرقہ، اور ہر گروہ کے لئے ضروری تھے، آپ کے اخلاق و عادات معجزہ تھے، آپ کی شریعت معجزہ تھی، آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اس سے بڑا کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا تھا، ان کے علاوہ آپ کی روحانی طاقت نے جسم و روح دونوں کی کائنات میں بہت کچھ اثر ڈالا، اس نے کبھی طوبیٰ کے سایہ میں آپ کے لئے بستر لگایا، کبھی سدرۃ المنتہیٰ کے حدود میں رفرف کی سواری کھڑی کی، کبھی "ماکذب الفؤاد" کے نور سے قلب مبارک کو منور کیا، اور کبھی "مازاغ البصر" کے سرمہ سے آپؐ کی آنکھوں کو روشن کیا، کبھی نزول رحمت الہیٰ کے لئے آسمان کے دروازے کھولے، کبھی وادیِ حق کے پیاسوں کے لئے زمین کی تہ سے پانی کے چشمے ابالے، کبھی سنگ خارا کے شراروں کی روشنی میں قیصر و کسریٰ کے خزانے دکھائے، کبھی انبیائے سابقین علیہم السلام کی زبان الہام سے اپنی کامیابی کے نغمہ ہائے بشارت سنائے، اور آئندہ دنیا کے واقعات غیب بتاکر رہروانِ

عالم کو منزل حقیقت کے نشان دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی میں غزوات و محاربات کا ذکر بار بار آتا ہے، لیکن جہاد کے میدان میں آپ کو جو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں، ان میں انسانوں کے لشکر اور سپاہیوں کے تیغ و خنجر سے زیادہ فرشتوں کے پرے، دعاؤں کے تیر، توکل علی اللہ کے سپر، اعتماد علی الحق کی تلوار کام کرتی نظر آتی تھی، آپ کی زندگی کا سب سے بڑا فرض "اسلام کی اشاعت" ہے، اور روئے انور نے، نگاہ کیمیا اثر نے، تقریر دلپذیر نے، اخلاق اعجاز نما نے، آیات و دلائل بن کر بہت سے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا ہے، غرض آپ کی پیغمبرانہ زندگی کے ہر مظہر میں یہ دلائل، یہ براہین، یہ آیات، یہ معجزات، اسباب ظاہری کے پہلو بہ پہلو، اسباب حقیقی بن کر رونما ہوتے رہے۔

کمال خلق سے اپنے، سنوارا بزم قدرت کو
عجب انداز سے وہ رونق ارض و سما آئے

امانت کا، کرم کا، عدل کا، الطاف و رحمت کا
نمونہ بن کے اس بزم جہاں میں مصطفیٰ آئے

حقیقت ذات اقدس کی سنا دوں صاف میں حافظ
دو عالم کا خلاصہ بن کے ختم الانبیاء آئے

○○○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معجزۂ قرآنِ مجید

از

طالبِ رحمت

محمد غوثؔ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معجزۂ قرآنِ مجید

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ أن یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۝ (بنی اسرائیل-۸۸)۔

("اے نبیؐ! کہدو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں، تو نہ لاسکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں")۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش گاہ الہیٰ سے جو معجزات عطا ہوئے، ان میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے، چنانچہ جب کفار نے معجزہ طلب کیا تو خدائے قدوس نے فرمایا:۔

"اور انھوں نے کہا کہ پیغمبر پر اس کے خدا کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں، کہدے کہ نشانیاں خدا کی قدرت میں ہیں، میں تو صاف صاف خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں، کیا ان کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے اس پر کتاب اتار دی، جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے"۔(عنکبوت-۵۰-۵۱)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ میں اپنی اسی "وحی آسمانی" کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا، چنانچہ گویا اسی آیت کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"(پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عنایت کئے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے، لیکن جو معجزہ مجھے مرحمت ہوا، وہ وحی، (قرآن مجید) ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا، اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے

پیروؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی")۔(صحیح بخاری۔باب الاعتصام)۔

اس حدیث پاک سے متعدد نکتے حل ہوتے ہیں:۔

(۱) ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا ہوا ہے۔

(۲) دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات وقتی اور عارضی تھے، ہوئے، اور ہو کر مٹ گئے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ اعظم قرآن مجید قیامت تک دنیا میں قائم اور باقی رہے گا۔

(۳) چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزے وقتی اور عارضی تھے، اس لئے ان سے جو اثر پیدا ہوا، وہ بھی وقتی اور عارضی تھا، برخلاف اس کے قرآن مجید چونکہ ہمیشہ دنیا میں قائم رہنے والا ہے، اس لئے اس کا اثر بھی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، اور قیامت تک نئے نئے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا رہے گا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ربانی نشانیاں خدا کی طرف سے عنایت ہوئیں، ان میں صرف یہی ایک معجزہ ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے تحدی کی ہے، اور اعلان عام کیا ہے کہ کوئی اس کی مثال پیش کرے، اور پھر خود ہی اس کی پیشین گوئی بھی کر دی ہے، کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی۔

اس تعلق سے ارشاد خداوندی ہے:۔

("اگر تم کو اس میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتاری ہے، تو اس جیسی ایک ہی سورہ لاؤ، اور خدا کے سوا اپنے تمام گواہوں (حمایتیوں) کو بلاؤ، اگر تم سچے ہو تو اگر تم ایسی سورت بنا کر نہ لاسکو، اور یقیناً تم نہ لاسکو گے، تو اس آتش دوزخ سے بچو، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر (جن کو تم پوجتے ہو) ہوں گے، جو کافروں کے لئے تیار رکھی گئی ہے") (سورۃ البقرہ۔۲۳، ۲۴)۔

اس امر پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن پاک معجزہ ہے، لیکن اختلاف اس

میں ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے، اور وجہ اعجاز کیا ہے؟

(۱) بعض علماء کے نزدیک قرآن مجید کا نظم کلام (اسٹائیل) معجزہ ہے، یعنی اہل عرب کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہوا کرتا تھا، قرآن مجید نے ان کو چھوڑ کر ایک اور بدیع طرز اور عجیب اسلوب اختیار کیا، جو عرب میں موجود نہ تھا، ان کے کلام کا تمامتر نمونہ شعر تھا، قرآن مجید نے نثر کا ایک نیا اسلوب اختیار کیا، کاہنان عرب کا کلام بھی نثر ہوتا تھا، مگر اس میں تکلف اور آورد تھا، قرآن مجید نے نظم و نثر کے درمیان ایک ایسا پسندیدہ اسلوب اختیار کیا، جو بلغائے عرب کے تخیل میں نہ تھا، قرآن پاک کے مطالع، مقاطع اور فواصل، یعنی جس طرح قرآن مجید کسی بیان کا آغاز اور اس کا خاتمہ کرتا ہے، اور جس طرح ایک ایک کو توڑتا جاتا ہے، وہ حد اعجاز میں داخل ہے۔

(۲) بعض علماء قرآن مجید کو فصاحت و بلاغت کی حیثیت سے معجزہ قرار دیتے ہیں۔

(۳) بعض اشخاص یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام بلغائے عرب و عجم کی زبانیں، اس کے مقابلہ میں گنگ کر دیں، اور اس لئے وہ اس کا جواب نہیں لاسکتے۔

(۴) بعض متکلمین کے نزدیک وجہ اعجاز، قرآن مجید کا اظہار غیب اور پیشن گوئیاں ہیں، جو انسان کے حیطہ امکان سے باہر ہے۔

(۵) بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دل کے چھپے ہوئے اسرار کو فاش کرتا تھا، جو انسانی دسترس سے باہر ہے۔

(۶) بعض علماء نے وجہ اعجاز یہ بتائی ہے کہ اور انسانوں کے کلام بلند و پست، کامل و ناقص، صحیح و غلط، غرض مختلف المراتب ہوتے ہیں، لیکن قرآن مجید شروع سے اخیر تک بلندی، کمال اور صحت کے لحاظ سے ایک ہی نوعیت کا ہے۔

(۷) اور بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ معجزہ یہ ہے کہ ایک امی کی زبان

سے ایسا کلام بلاغت نظام نکلا۔

(۸) قرآن مجید کے اعجاز کی ایک وجہ اس کی خارق عادت تاثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر بھی قرار دی جاتی ہے۔

(۹) اور بعضوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا اصلی اعجاز اس کے احکام، تعلیمات اور ارشادات ہیں۔(۱)

الغرض، مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید صرف فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنی تمام حیثیات کے لحاظ سے معجزۂ کامل ہے، اس کے معجزۂ کامل ہونے پر مختصر ترین دلیل یہ ہے کہ، چودہ سو برس گذرے کہ کوہ صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک امی نے دنیا سے یہ غیر متزلزل تحدی کی کہ وہ اس کا جواب پیش کرے، تو کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ان چودہ صدیوں کا ایک ایک سال گزر گیا، مگر ایک آواز بھی اس تحدی کو قبول کرنے کے لئے بلند نہ ہوئی، اور نہ قیامت تک بلند ہو سکے گی، اور اگر صرف فصاحت و بلاغت ہی کو معیار اعجاز قرار دیا جائے تو کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ عین اس وقت جب ایک امی کی طرف سے، جو ایک شعر تک موزوں نہیں پڑھ سکتا تھا، (۲) یہ مدعیانہ اعلان عرب میں شائع ہوا، اور اس وقت عرب کے قبیلہ قبیلہ میں زبان آور شعراء اور آتش بیان خطباء موجود تھے، مگر اس صوت سرمدی کے سامنے سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔

غرض، کلام الہیٰ کی یہ شیرینی، یہ نمکینی، یہ تاثیر، یہ تسخیر جو دوست و دشمن، موافق و مخالف، شاہ و گدا، عالم و جاہل، پیغمبر و امت سب کو یکساں فریفتہ کرتی ہے، یہ اعجاز نہیں ہے تو اور کیا ہے؟، حکماء، فلاسفہ، ادباء، اہل لغت، مفسرین، محدثین،

---

(۱) شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے الفوز الکبیر میں، اور علامہ شبلیؒ نے اپنی کتاب الکلام فی اعجاز القرآن میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔(۲) صحیح بخاری

فقہاء، صوفیاء، شعراء، متکلمین، غرض نوع انسانی کی وہ کونسی صنف ہے، جس نے ایک امی کی زبان سے ادا ہونے والے پیغام کے عشق و محبت میں اپنا سرمایہ حیات قربان نہیں کر دیا؟ اور جن کو اس کلام کی تشریح و تفصیل اور تحقیق و توضیح کی خدمات کی لذت میں دنیا کی تمام نعمتیں ہیچ نظر نہیں آئیں؟ بتاؤ، کیا یہ قرآن مجید کا سب سے بڑا اعجاز نہیں؟

غرض، اب دنیا میں ایک ہی کتاب الہیٰ ہے جو قانون و شریعت بھی ہے، اور اخلاق و موعظت بھی، مخاطبات قلبی اور دعاؤں کا گنجینہ بھی ہے اور دیگر کتب الہیہ کی مجموعی صفتوں کی حامل بھی، خطابت بھی ہے اور استدلال و فکر بھی، اظہار غیب اور پیشین گوئیوں سے لبریز بھی ہے، اور دقائق حکمت و اسرار لسان و عمل سے معمور بھی، اور ان سب کے ساتھ عین اس وقت جب اور کتب الہیٰ تحریف و تغیر، اور تراجم و تعبیر سے اپنے اصلی الفاظ کھو چکی ہیں، اس کی بقا اور حفاظت کی یہ ذمہ داری کہ چودہ سو برس کے بعد بھی، اس کے ایک لفظ، ایک حرف، ایک نقطہ میں تغیر و تبدل نے راہ نہیں پائی، وہ اپنی زندگی، جاوید کے لئے کاغذ کے نقوش و حروف کی محتاج نہیں کہ لاکھوں انسانوں کے سینے اس خزانہ کے صندوق ہیں، اور وہ اسی زبان اور انھیں الفاظ، اور انھیں حروف کے قالب میں اب تک جلوہ گر ہے، جس میں دست قدرت نے اس کو ڈھالا تھا، اور جبریل امین نے اس کو اتارا تھا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امت کے ہاتھوں میں سونپا تھا، بتاؤ! یہ قرآن مجید کا اعجاز نہیں؟

غرض، وحی محمدیؐ سب سے پہلی اور سب سے آخری کتاب ہے، جس نے اس حیثیت سے اپنے اعجاز کا دعویٰ کیا، چنانچہ قرآن مجید کا حرف حرف اور لفظ لفظ وحی ہے، اور وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہوا، اور وہ ہر قسم کی تحریف و تغیر سے پاک ہے، اس لئے اس کے الفاظ، کلمات اور عبارات تک معجزہ ہیں، اور اس وصف میں دنیا کی کوئی آسمانی کتاب اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی، اللہ

رب العزت نے سچ کہا ہے:۔

"انانحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون 0 "(حجر۔آیت ۔۹)۔

("بے شک ہمیں نے اس ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے، اور بے شک ہمیں اس کی حفاظت کرنے والے ہیں")۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

OOOOO

اترکر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہء کیمیا ساتھ لایا

OOOOO

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

OOOOO

نذرانۂ عقیدت

سلام بحضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں نذرانۂ عقیدت "سلام" سرکار دو جہاں کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے، سیرتِ شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی "جلد دوم" کو ختم کرتا ہوں۔

سر وحدت کے رازدار سلام
راز کثرت کے افتخار سلام

السلام اے جمال ہر دو جہاں
تاجداروں کے تاجدار سلام

جس نے تاریک دل کئے روشن
ایسی رحمت پہ صد ہزار سلام

ایسے آقا پہ ایسے مولیٰ پہ
مثل ذرات بے شمار سلام

لطف تو جب سلام کا ہے غوثؔ
جان کے ساتھ ہو نثار سلام

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین
وصلی اللہ علی النبی وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین۔ (آمین)

از خاک پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
محمد غوثؔ ندوی

ہدیۂ اخلاص

حسن اخلاق نبیؐ کا ہے یہ اک گلدستہ
کیا عجب اس کی مہک باغ جناں تک پہنچے

حافظا! آستاں ، جن کا ہے مقام محمود
کاش یہ ھدیۂ اخلاص وہاں تک پہنچے

طالبِ رحمت

محمد غوث ندوی

امریکہ

محبان اردو کا مشکور ہے

275 کتابوں کی اردو کمپیوٹر کتابت ---- ایک عالمی ریکارڈ

روزانہ ایک سو صفحات کی رفتار

وقت کی پابندی ☆ واجبی اجرت ☆ ہمارا نصب العین ہے

کتابت سے طباعت تک کے سارے مراحل ہمارے ذمے ۔اردو، عربی، فارسی اور انگریزی چار زبانوں میں عمدہ ، نفیس، دیدہ زیب، خوبصورت کمپیوٹر کتابت کے لئے رابطہ قائم کریں!

جلال الدین اکبر " اردو کمپیوٹر سنٹر"

17-1-181/M/35,
DARABJUNG,COLONY,
MADANNAPET,
HYDERABAD-59. A.P.
Ph: 4530850,
Mobile No: 98480-22987.

ہماری دیگر مطبوعات

(زبانِ عربی)

کتاب التبصرۃ فی القراءات السبع (مکی بن ابی طالب)۔
علمی تحقیق (مقدمہ) وتعلیق وتصحیح۔
مسند ام المؤمنین عائشہ الصدیقۃ رضی اللہ عنہا۔
مسانید امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن۔
مسانید الصحابیات رضی اللہ عنہن۔
غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ضوء القرآن والاحادیث۔
ساعۃ مع العارف الکبیر (حیاۃ الشیخ انوار اللہ شاہ ۔ مؤسس الجامعۃ النظامیۃ بحیدرآباد)

(زبانِ اردو)

سیرت شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم (جلد اول)
نشریات وشخصیات
حیات غوث (خود نوشت سوانح حیات)
مجموعہ کلام حافظ، موسوم بہ "دیوان غوث"

حافظ، قاری، مولانا، ڈاکٹر محمد غوث ندوی
بانی وصدر دارالعلوم الاسلامیہ بامریکا
کیلیفورنیا۔ امریکہ